سلسلہ تحفظ ختم نبوت (۶)

رحمتِ دو عالم ﷺ کی برزخی حیات

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب قاسمی

خلیفہ مجاز عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ
خلیفہ مجاز شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ
خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مدظلہ

مکتبہ تحفظِ ختم نبوت
مادھوپور سلطان پور سیتامڑھی بہار

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

برزخی حیات

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفۂ مجاز عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ

خلیفۂ مجاز شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

خلیفۂ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم

ناشر

مکتبۂ تحفظِ ختم نبوت، مادھوپور سلطان پور، سیتامڑھی، بہار

تفصیل کتاب

نام کتاب : **رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی حیات**

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

تعداد صفحات : ۲۷۲

سنہ اشاعت : ۲۰۲۱ء

ناشر : مکتبۂ تحفظِ ختم نبوت، مادھو پور سلطان پور، سیتامڑھی، بہار

ملنے کے پتے

❁ منزل الامام، الحبتور بلڈنگ، بردبئ، دبئ، متحدہ عرب امارات-سیل: 971557886188 +

❁ آفس "الامداد چیریٹیبل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ" مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، وایہ رُونّی سید پور، ضلع سیتامڑھی، بہار-سیل: 91-7999999869 +

❁ "ادارہ دعوۃ الحق" - مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، وایہ رُونّی سید پور، ضلع سیتامڑھی، بہار، الہند

❁ مولانا مفتی محمد عارف باللہ القاسمی، جامعہ عائشہ نسوان، حیدرآباد۔ 91-9703455670

❁ محمد نفیس اشرف، علی گڑھ، الہند-سیل: +91-9557482696

❁ مولانا ابوخطیب نقیب اشرف ندوی، رأس الخیمہ، متحدہ عرب امارات، سیل: 971557556248 +

❁ امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، ہاتھی ڈوبا، امیر نشاں، علی گڑھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست عناوین

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی

مدیر المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد ۞ سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

===================================

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو بعض ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو پوری انسانیت سے ممتاز ہیں، ان ہی میں ایک برزخی زندگی کی حیات بھی ہے، ایک درجہ میں تو حیات برزخی ہر آدمی کو حاصل ہوگی، اسی کی بناء پر وہ ثواب اور عذاب کو چکھ سکے گا؛ لیکن شہداء کو ایک خصوصی درجہ حیات برزخی کا حاصل ہوگا، جس کا ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے، انبیاء کی حیات بہت قوی ہے، انبیاء کو برزخ میں جو حیات ہوگی، وہ بہت اعلیٰ درجہ کی حیات ہوگی، اور اس دنیا میں لوگوں کو جو حیات عنصری حاصل ہوتی ہے، اسی درجہ کی حامل ہوگی، یہ ایک نازک اور مشکل موضوع ہے، اور اس کی تشریح وتوضیح میں کسی قدر اہل سنت والجماعت کا اختلاف بھی رہا ہے۔

اس موضوع پر کتابیں بہت کم ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے محب عزیز حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی -- **بارک اللہ فی حیاته واعماله** -- کو کہ انھوں نے اس موضوع پر قرآن وحدیث اور سلف صالحین نیز اکابر علماء ہند کے اقوال سے استفادہ کرتے ہوئے آسان اور عام فہم زبان میں یہ کتاب مرتب کی ہے، جس سے اس مسئلہ کو سمجھنے میں سہولت ہوگی، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور اجر آخرت کا باعث بنائے، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

خالد سیف اللہ رحمانی
(خادم: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۱۱/ربیع الاول ۱۴۴۳ھ
۱۸/اکتوبر ۲۰۲۱ء

تقریظ

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی

==========================

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

انبیاءِ کرام علیہم السلام بعد از وفات دنیوی بتعلق روح اپنی زمینی قبور میں دنیوی اجساد مطہرہ کے ساتھ زندہ ہیں، یہ عقیدہ قرآن کریم کی کئی ایک آیات کریمہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اکابرین سے بنقل تواتر ثابت ہے اور اس پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے، اس عقیدہ کا منکر اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج، مبتدع اور گمراہ ہے۔

عقیدۂ حیات الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر امت کے کئی اکابر علماء نے قلم اٹھایا ہے، موجودہ دور میں ہمارے بزرگ دوست صاحب نظر و صاحب نسبت عالم دین حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی دامت برکاتہم نے بھی اپنی تالیف ''رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی حیات'' میں اس عقیدہ پر عمدہ گفتگو فرمائی ہے، آپ نے اس اجماعی عقیدہ کو دلائل کے ساتھ بیان فرما کر اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف کی ترجمانی فرمائی ہے۔

اللہ تعالی حضرت کو اپنی شایان شان اجر عطا فرمائے، آپ کی اس تالیف اور دیگر تمام تالیفات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انہیں آپ کی ذات، آپ کے اہل و عیال اور تمام متعلقین و متوسلین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم و صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین۔

محتاج دعا

(حضرت مولانا) محمد الیاس گھمن (مدظلہ العالی)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری مدظلہ العالی

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، نوساری گجرات، الہند

==========================

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ برزخی نصوص شرعیہ سے ثابت ہے اس مسئلہ کا تعلق عقیدے سے ہے، اس پر عربی واردو میں تصانیف موجود ہیں، ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب نور اللہ مرقدہ (سابق ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانجسٹر، یوکے) کی اردو ضخیم تصنیف (سات سو بیانوے صفحات پر مشتمل کتاب ''مقام حیات'' المسمیٰ بہ: مدارک الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء علیھم السلام :مکین گنبد خضراء کی حیات برزخی کا بیان) میں اس موضوع پر کافی وشافی مواد موجود ہے۔ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ اس کتاب کے متعلق رقم طراز ہیں:

''حرفاً حرفاً اول سے آخر تک پورا رسالہ دیکھا، اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب میری نظر سے نہیں گزری'' (ص:۳۱)

اس میں لکھا ہے: تمام اہل سنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح تمام دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجسام عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں میں موجود اور حیات ہیں۔ علماء دیوبند جو خالص اہل سنت والجماعت ہیں اوراس صدی میں اہل سنت کے سب سے بڑے ترجمان ہیں؛ اس لئے قدرتی طور پر اس بات پر کل بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور کا ہے۔ (ص:۷۳۰)

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حیات برزخی ثابت ہے، شہداء کے متعلق بھی قرآن کریم میں وارد ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الآیۃ) اور انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے اقوی ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عام امت کے جمیع احوال کا بہ طور مشاہدہ علم ہوتا ہے، ایسا علم تو آپ کو حیات دنیوی میں بھی نہیں تھا، ایسا عقیدہ رکھنا درست نہیں ..... مگر برزخ کے حالات کو عالمِ مشاہدہ کے حالات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، قیاس الغائب علی الشاہد ناجائز ہے، کم از کم دوسو جگہ اس کو امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ۳/۹۷ اور ۳۰۳، ۳۰۴۔ مطبوعہ میرٹھ)

زیر نظر کتاب ''رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی حیات'' (جس کے مصنف حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی زید مجدہم ہیں) میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی حیات کو مدلل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ان کی مساعیٔ جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور جن نیک مقاصد کی خاطر یہ کتاب تحریر فرمائی ہے اللہ تعالی ان میں کامیابی عطا فرمائے اور مصنف کو اس نوع کی علمی و دینی خدمات کے لئے مُوَفَّق فرمائے۔ آمین

املاہ العبد احمد عفی عنہ خانپوری

۱۴/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ

بہ قلم: عبد القیوم راجکوٹی

تقریظ

مفتی محمد عارف باللہ القاسمی
(استاذ حدیث وفقہ وجامعہ عائشہ نسوان حیدرآباد، الہند)

==============================

حضرات انبیاءِ کرام کی شخصیت خصوصی امتیازات کی حامل ہوتی ہے، اسی لئے چاہے دنیوی زندگی ہو یا برزخی زندگی یا اس کے بعد کی ابدی اخروی زندگی ہو ان سب میں ان کے مقام ومرتبہ کی عظمت اور بلندیٔ شان کو اللہ نے نمایاں کیا ہے اور ان کی عظمت وشان کے مطابق انہیں امتیازات وخصائص عطا کئے ہیں، ان ہی خصائص میں سے ایک اہم ترین خصوصیت حضرات انبیاء کو اللہ نے یہ عطا کیا ہے کہ وہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز اور دیگر عبادات میں مشغول ہیں اور انہیں وہاں اللہ تعالی اپنی قدرت کاملہ سے رزق عطا فرماتے ہیں، یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے، چناں چہ احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے سارے فقہاء ومتکلمین اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ شوکانیؒ، شیخ عبدالوہاب نجدیؒ اور مکتب اہل حدیث کے ترجمان مولانا نذیر حسین دہلویؒ وغیرہ حضرات نے اپنی کتابوں اور تحریروں میں یہی عقیدہ لکھا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (الدرالسنیۃ: ۲۳۰، نیل الاوطار: ۳/ ۳۰۴، رسائل ابن تیمیہ: ۳۹۱، منح الجلیل: ۶/ ۱۹۶، الروضۃ البہیۃ: ۱۴ فتاوی نذیریہ: ۲/ ۵۵)

مشہور محقق علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ لايعقبها مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيًّا وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ (فتح الباری: ۷/ ۲۹)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زندگی پر موت نہیں ہے بلکہ آپ (اپنی قبر میں بھی) مسلسل زندہ رہیں گے اور سارے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں''

خیر القرون سے اب تک کے جن حضرات کی علم و تحقیق پر امت مسلمہ کا اعتماد ہے ان سب کی تحریروں میں الفاظ و عبارت کے جزوی فرق کے ساتھ یہی عقیدہ لکھا ہوا ہے جو اس بات کا واضح اور بیّن ثبوت ہے کہ حضرات انبیاء کو ان کی قبروں میں زندہ ماننا امت مسلمہ کا متفق علیہ اجماعی عقیدہ ہے، اسی لئے علامہ سخاویؒ، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ حضرات نے اس عقیدہ پر مسلمانوں کے اجماع و اتفاق کا دعوی کیا ہے۔ (فتاوی رشیدیہ: ۱/ ۱۰۰، القول البدیع: ۲: ۱۷۲، اشعۃ اللمعات: ۱/ ۶۱۳)

لیکن اس اجماع و اتفاق کے باوجود بھی بعض خصوصی نظریات کے حامل افراد نے اس متفق علیہ مسئلہ کو نزاعی بلکہ علامتی مسئلہ بنا دیا، اور پھر ''حیاتی''، ''مماتی'' جیسے الفاظ امتیاز کے لئے استعمال کئے گئے، چناں چہ اس اختلافی بحث کے اغاز کے ساتھ ہی حضرات علماءِ کرام نے علمی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی امت کے سامنے واضح کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور غلط کے بالمقابل صحیح اسلامی عقیدہ کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیا اور دے رہے ہیں۔

اسی احقاق حق اور ابطال باطل کی ''سعی مشکور'' کی ایک مضبوط کڑی یہ کتاب ہے جو ''رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی حیات'' کے نام سے موسوم ہے، جس میں ''انبیاء علیہم السلام کی برزخی حیات'' کے مسئلے کا حق ادا کیا گیا ہے، اور دلائل و براہین کی فراوانی کے ساتھ علمی نکتے اور سینہ بسینہ منتقل ہونے والے اسرار نے

اس کتاب کی قدر و قیمت کو مزید بڑھا دیا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ مصنف کتاب حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب قاسمی مدظلہ العالی نے اشاعت حق کے جذبہ میں ڈوب کر، اپنے قلب کو اللہ کی طرف متوجہ کر کے اور اس سے شرح صدر اور صدق و صواب کی توفیق طلب کرتے ہوئے پوری کتاب لکھی ہے، تحریر ایسی جامع اور مدلل ہے کہ مسئلہ مذکورہ کو سمجھنے اور اس کے تمام دلائل سے واقفیت اور کامل بصیرت کے لئے کافی و شافی ہے، ان شاء اللہ حق کے طلب گاروں کے لئے شمعِ راہ بنے گی اور انہیں خصائص و کمالات نبوت سے روشناس کرانے ساتھ الٰہی انوارات سے مستفیض ہونے کا سلیقہ بھی بتائے گی، دعا ہے کہ اللہ تعالی مصنف کی عمر میں صحت و عافیت کے ساتھ برکت دے اور ان کی دیگر وقیع علمی خدمات کے ساتھ اس خدمت کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے دارین کی ہر سعادت و خیر کا ذریعہ بنائے۔ **وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین والحمد للہ رب العالمین۔**

محمد عارف باللہ القاسمی

(استاذ حدیث وفقہ جامعہ عائشہ نسوان، حیدرآباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ اَکْرَمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا اَحْمَدَ وَ مُحَمَّدٍ وَ حَامِدٍ وَمَحْمُوْدٍ، عَدَدَ خَلْقِکَ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِکَ وَ زِنَۃَ عَرْشِکَ وَرِضَا نَفْسِکَ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضَی وَعَدَدَ صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَکْتَ أَنْتَ وَمَلَائِکَتُکَ وَخَلَائِقُکَ وَعَدَدَ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ أَنْتَ وَمَلَائِکَتُکَ وَخَلَائِقُکَ مَا دَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ اِلیٰ أَبَدِ الْآبَادِ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

حقیقت یہی ہے کہ حمد وتعریف کا مستحق رب ذوالجلال ہے اور صلوۃ وسلام کے لائق حضرت خاتم النبیین ﷺ کی مبارک ذات وصفات ہے۔ اللہ تعالی کی احدیت وصمدیت کی معرفت کی روشنی بغیر خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت اور رحمت کے محال اور ناممکن ہے، اہل اسلام وایمان کو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے ذریعہ ایک غیر معمولی تصور وخیال سے او پر ایک یقین کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جو حق وصداقت کا مرکز ہدایت ہے۔ کلمہ توحید میں ختم نبوت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگانا چاہیے کہ تنہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار نجات کے لیے ناکافی ہے جب تک کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار ختم نبوت کے ساتھ نہ کرلے، اس کی تفصیل کتاب ’’سچے اور جھوٹے نبی میں فرق‘‘ میں دلیل کے

ساتھ بیان کی گئی ہے۔

الغرض عرض کرنا یہ ہے کہ ہمارے حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسیلہ اور ذریعہ ہیں بارگاہ قدس کی تمام تر انوارات وتجلیات، اور از اول تا آخر تمام تر سعادت اور حصول عافیت و راحت اور مغفرت و جنت کا۔ ایک لمحہ بھی امت کا کوئی فرد محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمانی اور روحانی یا جسمانی طور پر جدا نہیں رہ سکتا ہے۔ نہ ہی بغیر نبوی حیات مبارکہ طیبہ کے زندگی کو زندگی مل سکتی ہے، امت کے ہر فرد کی حیات وممات حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کاملہ سے جڑی ہوئی ہے۔ اور حیات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امت کے ہر شخص کو ہر وقت روحانی وجسمانی دونوں فیض ملتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ کچھ اہل بصیرت محسوس کر کے محظوظ ومسرور ہوتے ہیں اور دوسرے بے شعور ومغرور ہوتے ہیں۔

ایک لمحہ کے لیے سوچیے کہ جس ذات قدسی صفات کے لیے کہا گیا ہو۔ {وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ}۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰى جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔ {اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ} اگر تم اللہ اور رسول سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو اپنا بنا لے گا۔

{وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا} اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالی کا فضل بہت بڑا ہے۔ {وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ} اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ توحید میں اللہ تعالی نے اپنے ساتھ اپنے حبیب کو ذکر کیا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔ اور سراج منیر بنایا۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ صفات کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ سے

تھا اور اب نہیں رہا۔ ہمارا اور تمام امت کا ایمان ویقین ہے کہ قرآن وحدیث میں جتنی صفات نبوت ورسالت اور ختم نبوت آپ کی حیات طیبہ سے تھیں وہ تمام کی تمام صفات آج بھی بعینہ حضرت سے وابستہ ہیں۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حیات دو عالم حاصل ہے۔

صرف ایک درود شریف کو لے لیجئے کہ جس طرح آپ کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس درود شریف پڑھا جاتا تھا تو آپ سنتے تھے، ابھی بھی جو آپ کے پاس پڑھا جاتا ہے اسی طرح سنتے ہیں۔ اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دور سے درود وسلام کا تحفہ کسی کے ذریعے بھیجا جاتا تھا اور پہنچایا جاتا تھا۔ اب اس عظیم کام پر حق تعالیٰ نے فرشتوں کو متعین کر دیا ہے کہ دور سے درود پڑھنے والے کا فرشتے پہنچاتے ہیں۔ امت بھی کتنی خوش نصیب امت ہے کہ رحمت سید کائنات سے رابطہ وتعلق اسی طرح بحال وباقی ہے جس طرح تھا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام کی پیشی میں اس حیات اور ابھی کی حیات میں فرق ہے۔ اس لئے امت کا ربط وتعلق ہر دو حیات سید کائنات سے مربوط ومضبوط ہے۔

حیات رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ کتنی عظیم واضح اور کھلی ہوئی دلیل ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب درود شریف پڑھتا ہے آپ بنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا کہ جب آپ دنیا میں جلوہ افروز ہیں تو ہم جو قرب سے مشرف ہیں اور درود پڑھتے ہیں، مگر وہ جو دور ہیں، یا جب آپ صلی اللہ وسلم دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو پھر یہ مبارک اور ضروری ربط اور جوڑ کس طرح رہ سکے گا؟

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری روح کی طرح میرا جسم مبارک بھی قبر میں سلامت رہے گا اور تمہارا صلاۃ وسلام صرف میری روح نہیں سنے گی بلکہ مبارک کان بھی سنیں گے۔ اور جس طرح تم اس دنیا میں میرے جواب کا شرف حاصل کرتے ہو، میرے اس دنیا سے بہترین زندگی کی طرف چلے جانے کے بعد بھی سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہو گے۔

الحمدللہ، اللہ تعالی کے فضل وکرم سے چودہ سو اکتالیس سالوں سے یہ سلسلہ ربط اور تعلق سعادت مند امت کا قائم ودائم ہے اور جب تک امت ہے قائم ودائم رہے گا۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہی تو مایہ اور سرمایہ ایمان ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَهُ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (مشکوۃ، باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

یاد رکھو! میں اللہ کا محبوب ہوں، یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔ اور میں قیامت کے دن اللہ تعالی کی حمد وثنا کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں، جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی، اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔ اور میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور میں ہی وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی، اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا، اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔ (مشکوۃ، رحمت کائنات، صفحہ ۲۷)

نعمت پر حمد کی جاتی ہے نہ کہ فخر یہی تو دلیل ہے ختمِ نبوت کی۔

أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ أَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ۔

میں رحمت کا نبی ہوں، میں رحمت کا رسول ہوں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اَنَا اَكْرَمُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ عَلَى اللهِ وَلَا فَخْرَ۔

میری عزت اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے پہلے اور پچھلے لوگوں سے زیادہ ہے اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔

أُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔

''مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے، اور مجھ پر نبوت ختم کردی گئی ہے'' (اب نبوت نہ کسی کو ملے گی، نہ کوئی نیا نبی بنا کر بھیجا جائے گا)

أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِىْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ.

''میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور میں احمد ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور میں مٹانے والا ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یعنی میرے ذریعہ سے عقیدہ کی غلاظت ونجاست کو مٹایا جائے گا۔ اور میں حاشر ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یعنی سب لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی'' (بخاری ومسلم)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حتمی اور آخری بات فرمادی:

مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَحَدٌ إِلَّا لَيَعْلَمُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَّا عَاصِيَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ۔ (سنن دارمی ج۱ ص۱۱۔ رحمت کائنات ص۲۸)

زمین وآسمان کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر نافرمان جن اور انسان (نہیں جانتے اور مانتے) **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ عَدَدَ خَلْقِهِ وَمِدَادَ کَلِمَاتِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضَى۔**

محترم قارئین! انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی جانب سے نبوت جب ملتی ہے تو نبوت ورسالت کے ساتھ کچھ ایسی صفات اور خصوصیات اور ممیزات بھی ملتی ہیں جو غیر نبی کو قطعاً نہیں ملتی۔ ہماری غلطی اور کم علمی اور بدفہمی یہی تو ہے کہ ہم ان کو عام انسانوں کی موت وحیات سے جوڑ دیتے ہیں۔صرف اتنی سی بات اگر ہم ملحوظ رکھیں تو کبھی بھی عقیدہ حیات النبی علیہم الصلوۃ والسلام یا حیات سید دو عالم یا حیات رحمت کائنات یا حیات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کوئی شک وشبہ ہی پیدا نہ ہو۔

ہر روز مؤذن اذان میں اللہ تعالی کی توحید کے ساتھ اعلان رسالت کر کے شہادت دیتا ہے کہ جس طرح اللہ ایک ہیں اور ایک ہی رہیں گے، اپنے تمام کمالات ذاتیہ اور کمالات صفاتیہ کے ساتھ۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس طرح بعثت کے بعد نبی اور رسول تھے اور ہیں اور رہیں گے انہیں تمام صفات حیات کے ساتھ۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ **نَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ**۔اللہ کے نبی آج بھی زندہ ہیں۔انبیاء علیہم السلام کی صفت نبوت کی طرح صفت حیات بھی ان سے جدا نہیں ہوتی، نہ ہی حیات ان سے جدا ہوسکتی ہے۔جبکہ روایت بتارہی ہے کہ **اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ**۔انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نماز کا عمل مکمل حیات کی دلیل ہے۔

آپ کے ہاتھ میں یہ کتاب انہی تمام مضامین کی قدرے تفصیل ہے:

(۱) ہمارے بزرگوں میں حضرت سید احمد رفاعیؒ اونچے درجے کے اولیاء میں گزرے ہیں۔ ان کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور شدت شوق میں یہ اشعار پڑھے:

فِيْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِيْ كُنْتُ أُرْسِلُهَا
تُقَبِّلُ الْأَرْض عَنِّيْ وَهْيَ نَائِبَتِي
وَهَذِهِ دَوْلَةَ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ يَمِيْنَکَ كَيْ تَحْظَى بِهَا شَفَتِيْ

ترجمہ: جب میں جناب سے دور تھا (وطن میں) تو اپنی روح کو بھیج دیتا اور وہ اس پاکیزہ زمین کو چوم لیا کرتی تھی۔ اب تو میں اپنے بدن کے ساتھ حاضر ہوں، اس لئے از راہ کرم اپنا ہاتھ مبارک ظاہر فرما دیں تاکہ میرے ہونٹ بھی بوسہ لے کر شرف حاصل کرسکیں۔

فوراً حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک مزار مبارک سے ظاہر ہوا، انھوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے سورج بھی ماند ہو گیا تھا۔

لکھا ہے کہ اس وقت نوے ہزار آدمیوں کا مجمع تھا جس میں بڑے بڑے قطب اور ابدال اور بزرگ بھی موجود تھے۔ (رحمت کائنات ص ۳۰۸)

(۲) حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی کے متعلق مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

فضلہ تعالیٰ اس جوار پاک شہ لولاک میں پہنچے اور شرف جواب صلاۃ

وسلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔(امدادالمشتاق ص ۱۲)

(۳) حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھا دربار رسالت سے وعلیکم السلام کے پیارے الفاظ سے ان کو جواب ملا۔(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

(۴) حضرت مولانا حبیب اللہ بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ کئی دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، ایک قصیدے میں فرمایا:

أَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْ عَيْنِ يَقْظَتِيْ
وَجَالَسَنِيْ مُسْتَقْبِلًا وَهِيَ قِبْلَتِيْ

''سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں نے بیداری میں کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا شرف بخشا''

مولانا کا انتقال ۱۰۴۱ھ صبح کو ہوا (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۱۲۷)

(۵) علامہ بحر العلوم لکھنوی نے تاریخ کازرونی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

ایک کافر بدو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوا اور آتے ہی فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور ساتھ ہی قسم کھا کر یہ کہا میں نے اس سے پہلے نہ اس مقدس اور بابرکت قبر کو دیکھا ہے اور نہ اس کی عظمت سنی ہے، لیکن اس قبر عالی وقار کی عظمت اور محبت میرے دل میں اللہ تعالی نے ڈال دی ہے۔ پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

مَرَرْتُ عَلَى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ مُحَمَّدٍ
فَكَلَّمَنِيْ وَالْقَبْرُ غَيْرُ مُكَلِّمِ

میرا گزر محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر ہوا تو قبر مبارک نے میرے ساتھ کلام کیا حالانکہ عام طور پر قبر بولا نہیں کرتی۔

وَبِالْقَبْرِ آثَارُ النُّبُوَّةِ قَائِمُ
تَصَدَعُ فِيهِ قَلْبُ كُلِّ مُسْلِمِ

آپ ﷺ کی مزار سے نبوت کے آثار ایسے قائم ہیں جو ہر مسلمان کے دل میں اثر انداز ہوتے ہیں۔

وَإِنْ أَنَا لَمْ أَعْهَدْكَ يَا سَيِّدَ الْوَرَى
فَقَبْرُكَ أَنْبَأَنِي أَنَّ فِيهِ مُكْرَمِ

اس سے پہلے اگرچہ میں جناب سے ناواقف تھا مگر جناب کی قبر نے مجھے اطلاع دی کہ میرا محبوب اس میں آرام فرما ہے۔(ارکان اربعہ ص ۲۸۰۔رحمت کائنات ص ۳۱۳)

(۶) دسویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم عبدالوہاب شعرانی نے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں۔اپنے متعلق ارشاد فرمایا:

اللہ تعالی کے عظیم احسانات میں سے مجھ پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے دربار عالی کا حاضر باش ہوں۔اکثر اوقات یوں ہوتا ہے کہ میرے درمیان اور روضہ اقدس کے درمیان فاصلہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔میں اپنے ہاتھوں کو روضہ اطہر پر پاتا ہوں اور اسی طرح محبوب دو عالم ﷺ کے ساتھ کلام کرتا ہوں جس طرح اپنے پاس بیٹھے ہوئے کے ساتھ بات کی جاتی ہے۔(السنن الکبری ص ۲ ۱۴،رحمت کائنات ص ۳۱۱)

(۷) تاریخ مدینہ منورہ کے مستند مرتب، ابن النجار نے ابراہیم بن بشار رحمۃ

اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں حج کے بعد مدینہ منورہ آیا اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا حجرہ مطہر کے اندر سے آواز آئی وَعَلَیْکَ السَّلَامُ۔ اور ایسا ہی جواب اولیاء کرام اور صلحاء امت کی ایک جماعت نے سنا ہے۔ (وداء الوداء ج ۴ ص ۵۲ ۱۳، رحمت کائنات ص ۱۳ ۳)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کا حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین واعتماد

تحصیل لیاقت پور کے قصبہ اسلام پور میں شیعہ سنی کے درمیان مناظرہ ہونے والا تھا کہ اسی تاریخ کو امیر شریعت کی اس علاقہ میں تقریر کا اعلان ہوا جس میں شیعہ اور سنی بھی شریک ہو گئے، حضرت امیر شریعت نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

”میں جنگ لڑنے نہیں آیا اور نہ ہی مناظرہ اور مباحثہ کا قائل ہوں نہ برہان اور دلائل کے زور سے کسی کو کوئی بات منوانے کے لئے تیار ہوں، شیعہ حضرات سے صرف اتنا کہوں گا کہ دو چار آدمی اپنی طرف سے ایسے تیار کریں جو صالح فطرت ہوں میں ان کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کو تیار ہوں، وہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ مقدس پر عرض کیا جائے گا کہ حضور اصحاب ثلاثہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمائیں، اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ یہ میرے ہیں تو تمہیں بھی ان پر ایمان لانا پڑے گا اگر حضور نے کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا تو پھر میں تمہارا ہی مسلک اختیار کر لوں گا“

حضرت امیر شریعت کا یہ فرمانا تھا کہ جلسہ گاہ کی فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف

نعروں سے گونج اٹھی اور اس کا یہ اثر مرتب ہوا کہ پھر کبھی مناظرانہ انداز میں وہاں پر جلسے جلوس منعقد نہ ہوئے اور تمام سامعین پر یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت امیر شریعت بلکہ تمام اکابر علمائے دیو بند حیات انبیاء علیہم السّلام کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ یہ عقیدہ ان کے نزدیک اصول کی حیثیت رکھتا ہے، مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیو بند سے لیکر (سابق) مہتمم دارالعلوم دیو بند قاری محمد طیب کی ذات تک سب اس بات کے قائل ہیں کہ حضور پرنور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضہ اقدس میں حیات حسنی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔(ماہنامہ نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر حصہ دوم صفحہ ۲۰۲)

اس موقع پر علماء کی علمی سیرابی کے لیے ایک نادر تحریر جو حضرت علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور تمام تر حیات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے تمام گوشوں کو اجاگر کرتی ہے اور تمام شکوک وشبہات کو رفع کرتی ہے بہت ہی قیمتی اور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے قارئین علماء کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ تحریر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نے اپنی تحقیقی اور علمی حیات انبیاء پر کتاب تسکین الصدور میں نقل کیا ہے۔عاجز نے وہیں سے لیا ہے۔

حضرت مولانا یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کی نادر علمی تحریر

(۱) شہداء کے لیے بنص قرآن حیات حاصل ہے اور مزید دفع تجوز کے لیے یُرْزَقُوْنَ کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے آج کل کا محاورہ بھی ہے، فُلَانٌ حَيٌّ یُرْزَقُ۔ عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔

(۲) جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلی وارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولی خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی۔ (عَلَیْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ) اور جب مرتبہ اعلی وارفع ہے تو حیات بھی اقوی واکمل ہوگی۔

(۳) اسی حیات کی اکملیت کے بارے میں دو حدیثیں آئی ہیں،

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ اور حدیث اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔

اور ان ہی احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ مثلا موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حج۔ اور اس کے علاوہ روایات۔

(۴) روح کے تعلق اجساد سے پانچ قسم کے ہیں:

۱۔ فی حالة الجنين۔

۲۔ بعد الولادة فی الدنیا۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں:

۳۔ حالت نوم اور حالت یقظہ میں۔

۴۔ بعد الموت فی البرزخ۔

۵۔ بعد البعث فی المحشر۔

ضعیف ترین اول ورابع ہے، قوی ترین خامس اور متوسط دنیوی ہے۔ كما حققه المتكلمون و ابن القيم في كتاب الروح و القاري في شرح الفقه الأكبر۔

(۵) انبیاء کرام کی نوم جیسے ممتاز ہے عام نوم سے۔

إِنَّ عَيْنَايَ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔

اسی طرح ان کی موت کی حالت بھی عام اموات جیسی نہیں، النوم أخو الموت، اور عام موتی میں تحقیق موت کے لیے انقطاع الروح عن الجسد بالکلیہ ہوتا ہے۔ اور یہاں بالکلیہ نہیں ہوتا، اور پھر علو مرتبہ جتنا ہوتا ہے۔ اتنا ہی تعلق قوی ہوگا۔

(۶) مفارقت روح عن الجسد سے مفارقت تعلق الروح عن الجسد لازم نہیں آتا۔

(۷) اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد مبارک کو تروح کی کیفیت حاصل ہو جیسے معراج میں جسد پر روح کیفیت طاری ہوئی تُجَسُّدِ أرْوَاح اور تَرَوُّحِ أجْسَاد دونوں کی نظریں عالم شہادت میں ہیں، تو عالم ارواح میں کیوں استبعاد کیا جائے جب کہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔

(۸) دنیا میں، صوفیہ کرام کے یہاں ابدان مثالیہ سے تعدد وقت واحد میں متعدد امکنہ میں ظہور اور آثار کے ثبوت پر مشہور واقعات ہیں، انبیاء کرام کی نقل و حرکت بالأجساد المتروحة اس کی نظیر ہوگی۔

(۹) الغرض انبیاء کرام کے لیے حیات، بقاء، اجساد، نقل وحرکت، ادراک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔

(۱۰) یہ حیات دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقوی ہے، دنیا میں ہمیشہ جسد کو روح کی خاصیت حاصل نہیں ہوتی ہے، اور برزخ میں ہوتی ہے، اب اگر اس کو ''حیات دنیوی'' سے بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے، تو اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کیا ہے، بہر حال وہ حیات دنیوی بھی ہے اور حیات برزخی بھی، صرف حیات برزخی نہیں جس میں عام شہداء یا اموات بھی شریک ہوں، بلکہ اقوی واکمل ہے، اس لیے حیات دنیوی کے مماثل، بلکہ اس سے بھی اقوی ہے۔ اختلاف تعبیرات میں نزاع لفظی ہے، اس دنیا سے رسمی تعلق منقطع ہونے کے بعد برزخی دور شروع ہوتا ہے۔ اب جو چاہے اطلاق کیا جائے۔

(۱۱) اگر احادیث ونصوص میں حیات کا ثبوت ہے، اور پھر عدم نکاح بالازواج المطهرات اور عدم توریث وغیرہ کی علت اصل حیات کو کہا جائے تو درست ہے۔ بہر حال حکم شرعی کی کوئی علت ہی ہوتی ہے۔ اور یہاں تو علت از قبیل العلل المعتبرة کے ہوگی نہ علل مرسلہ کی قسم سے۔ اور اس علت کی

تنقیح، اصولی تنقیح الفاظ اور تحقیق المناط سے زیادہ قطعی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔(تسکین الصدور ص ۲۵)

کتاب کے مضمون کا خلاصہ

(۱) موت فنا کا نام نہیں بلکہ ہر مرنے والا دوسری زندگی میں منتقل ہوجاتا ہے جس کا نام برزخ ہے۔

یعنی (پردہ) وہ زندہ لوگوں کو نظر نہیں آتا مگر زندہ ہوتا ہے، جیسا کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا کہ شہید زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔

(۲) عام انسان اسی برزخ میں قیامت تک رہیں گے (المؤمنون نمبر ۱۰۰) مگر بعض سعادت مند ادھر فوت ہوئے ادھر جنت میں چلے گئے، جیسا کہ سورہ یسین کی آیت نمبر ۲۶ میں ایک سعادت مند کا ذکر ہے کہ اسے اسی وقت جنت میں داخل کر دیا گیا، اور بعض لوگ سیدھے دوزخ میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کافر قوم ادھر ڈوبی اور ادھر آگ میں داخل کر دی گئی۔ (سورہ نوح نمبر ۲۵)

(۳) عام انسانوں کے یہ دنیاوی بدن گل جاتے ہیں، ہڈیاں ہوجاتے ہیں یا بعض لوگ جلا کر راکھ بنا دیے جاتے ہیں، مگر ان کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے تاکہ عذاب محسوس کریں۔

(۴) بعض سعادت مندوں کے یہ بدن سلامت رہتے ہیں اور روح کا تعلق ان کے ساتھ رہتا ہے تاکہ جنت میں ملنے والی نعمتوں کا لطف اٹھائیں، سلام کہنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔

(۵) تمام انبیاء علیہم السلام کے بدن اسی طرح سلامت ہیں اور ان کے

روح کا تعلق بہت زیادہ ان کے ساتھ ہے، ان پر سلام کہنا ضروری ہے اور ان کو زندہ سمجھنا بہت ضروری ہے۔

(٦) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضہ اقدس میں آج بھی زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آج بھی اسی طرح اللہ تعالی کا رسول ماننا ضروری ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے ضروری تھا، کلمہ طیبہ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کا معنی آج بھی یہی ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے رسول ہیں، ہر مؤذن آپ کی رسالت کی شہادت دیکر گویا یہ اعلان کرتا ہے کہ آپ آج بھی رسول ہیں۔

(۷) ہر اس مسلمان کے لیے جو طاقت رکھتا ہو یہ واجب ہے کہ مدینہ منورہ جا کر روضہ اقدس کی زیارت کرے۔

(۸) جو سعادت مند روضہ اقدس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سنتے ہیں اور اسکا جواب دیتے ہیں جسے بعض سعادت مند سُن بھی لیتے ہیں۔

(۹) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب اور بیداری میں زیارت حق ہے، اور اہل اللہ، اہل بصیرت کو بحالت بیداری آج بھی ہوتی ہے، یہ ایک حقیقت ہے۔ انکار کرنا عدمِ بصیرت کی دلیل ہے۔

(۱۰) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق اور محبت کی علامت ہے، جہاں بھی کوئی درود شریف پڑھتا ہے اس کے نام کے ساتھ خدمت اقدس میں فوراً پہنچا دیا جاتا ہے، اور اسے قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا۔

(۱۱) جس خوش بخت کو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت خواب میں یا عالم مثال

میں ہو جائے، وہ یقین کرے کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں اسے حق سمجھے۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ یَھْدِيْ مَنْ یَّشَاءُ إِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

حیات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترتیب کا سبب

حیات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترتیب کا اصل سبب تو اللہ تعالی کی محض توفیق اور فضل ہے۔ مگر بظاہر اس کا ذریعہ یا اس طرف توجہ کا داعیہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ رخصت وفرصت کے موقع پر ناموس ختم نبوت کے عوامی پروگرام کے تحت رامپور سگھری حضرت مولانا رضوان قاسمی صاحب کی دعوت پر جانا ہوا تو حضرت مولانا عبدالقوی صاحب نے اس عاجز کو حکم دیا کہ حیات انبیاء پر کچھ تحریر کرے، وقتی طور پر معذرت کر دی کہ اس موضوع پر تقریبا ساٹھ کے قریب کتابیں چھپ کر عوام وخواص کے مطالعہ میں آچکی ہیں۔ ان شاء اللہ کتاب کے آخر میں ان تمام کتابوں کی فہرست مصنف کے نام کے ساتھ دیدی جائے گی۔

خیر کا ظہور ووجود

عاجز سالانہ فرصت پر وطن میں تھا، ادھر کرونا کا رونا عام ہوا ہی تھا۔ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل خاص کے دامن میں رکھ کر ۱۵ مارچ ۲۰۲۰ء کو دبئ کے لیے روانہ کرادیا جبکہ ۱۸/مارچ سے مکمل محصور ہونے کی تدبیر عمل میں آگئ جو عالمی حفاظتی مہم تھی چند روز کے بعد جب سفر کی تھکان اللہ تعالیٰ نے راحت واطمینان میں تبدیل کردی، تو مولانا عبدالقوی صاحب کے حکم کی تعمیل کا جذبہ وداعیہ کروٹ لینے لگا، اور مصلی کی خدمت صرف اتنی رہ گئی کہ اذان دے کر گھر آنا اور گھر میں ہی اہلیہ کے ساتھ ۲۵ اگست تک نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جارہی تھی۔ الحمدللہ۔

ان ایام میں لوگوں کا آنا جانا تو قطعاً نہ تھا تو فرصت کو اللہ تعالی کی امانت و غنیمت جان کر، حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالی نے توفیق دی اور حق تعالیٰ نے جو چاہا لکھوایا اور وہی قارئین کے سامنے پیش ہے، الحمد للہ ثم الحمد للہ ہمارے ملک ہندوستان میں تمام مسلمانان ہند حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حی اور زندہ مانتے اور جانتے ہیں اور اس عقیدے میں کسی کو ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالی کا بڑا انعام اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام کا روحانی فیض عام وتام ہے، جب کہ ہمارے پڑوسی ملک میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بنیادی اور اہم عقیدہ میں نا قابل التفات اختلاف و انتشار ہے۔

مختصر یہ کہ جو کچھ بھی پیش ہے وہ ایک ناتواں، نہایت ہی کمتر اور بے بضاعت عامی و بے علم کی محض فضل الٰہی سے ایک کاوش ہے اور جو بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔{وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُوْلىٰ وَالْآخِرَةِ۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ وَهُوَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ}

اللہ تعالی جل جلالہ وعم نوالہ کی بارگاہ قدس میں التجا وفریاد ہے کہ ''رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی حیات'' نامی اس کتاب کو اپنی بارگاہ بے نیاز میں بِجَاهِ خَتْمِ الرُّسل وبنامِ ''ساقی کوثر'' شرف قبولیت عطا کر کے سعادت دارین سے ہمکنار فرما کر عاجز کو مع والدین اور اہل وعیال کے ساتھ زمرہ ابرار واخیار اور صالحین میں حشر فرمائے اور سمیع الدعاء، مجیب وقریب اس عاجز کے قلب کو ہر طرح کی آلودگی سے پاک صاف کر کے طہارت قلب کی ایسی پاکیزگی عطا فرمائے جو فیض ختم نبوت سے سیراب ہو جائے۔ اور اخذ فیض نبوت کی بھرپور صلاحیت سے محض اپنے

فضل سے بجاہ خاتم النبین نوازے۔آمین ثم آمین۔

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ۔ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ اِلَيْکَ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ أَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ وَبِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتِکَ، بَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ۔

العبد محمد ثمین اشرف

مادھو پور سلطان پور ضلع سیتا مڑھی بہار

حال مقیم الحبتور بلڈنگ دبئی

امارات العربیہ المتحدہ

۱۳ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ

مطابق ۱۳ اگست ۲۰۲۰ء

بروز جمعرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ: أَمَّا بَعْدُ!

بعض احباب اور علماء نے اس عاجز و ناتواں سے بار بار اصرار کیا کہ حیات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر آسان اور سہل اسلوب میں کچھ عوام کے نفع کے لیے لکھے۔ عاجز نے اکابر کی اس موضوع پر جو کتابیں ہیں اس کی نشاندہی کر دی اور بات ٹال دی مگر وہ ٹلنے کے بجائے حق تعالیٰ نے سائل کی سنی اور کچھ لکھنے کی توفیق روز بروز داعیہ وخیال دل میں جما دیا۔

حقیقت یہی ہے جبکہ موضوع بہت ہی نازک اور حساس ہونے کے ساتھ ساتھ عمیق اور اس میں گہرائی اور گیرائی بھی ہے جبکہ عاجز بالکل ہی بے دست و پا ہے۔ محض اللہ جل مجدہ کے فضل پر بھروسہ اور تکیہ کر کے اس مبارک و میمون مضمون کو حق جل مجدہ کی نصرت و تائید سے منزل کی طرف پیش رفت ہوگی **حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ**۔

اس موضوع پر کچھ لکھنے سے پہلے چند بنیادی اور تمہیدی باتوں کا جاننا بہت ہی اہم اور ضروری ہے۔

سب سے پہلی بنیادی اور اہم بات

اس دنیا کا حقیقی مالک اللہ تعالی ہے اور تمام نظام عالم اسی کے دست قدرت سے چل رہا ہے اللہ تعالی نے تمام عالم کے انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو ہدایت اور اپنی مرضیات کا علم دے کر انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا، تاکہ انسان تاریک اور اندھیرے میں نہ بھٹکے اور شریعت کی روشنی میں اچھی اور بھلی راہوں کا انتخاب کر لے اور اس کی موت کے بعد والی زندگی

خوشی اور مسرت راحت وطمانیت اور جنت میں گزرے۔

دوسری بنیادی اور اہم بات

یہ بات بھی قابل تسلیم اور دن رات مشاہدہ اور دیکھنے میں آتی ہے کہ کچھ لوگوں کے گھروں میں انسان کی ولادت اور آمد اور پیدائش ہوتی ہے۔ اور اسی طرح کچھ لوگوں کے گھروں میں میت اور مردے کو گھروں سے نکالا جاتا ہے۔ خواہ کتنا بڑا محسن کیوں نہ ہو، خواہ مرنے والا ہر دل عزیز تر ہی کیوں نہ ہو۔

آخر آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ کون سی چیز اس کے جسم سے نکل گئی جس کی وجہ سے آپ اس محسن اور عزیز تر کو گھر سے نکال رہے ہیں اور ایک ویران قبرستان میں چھوڑ کر تنہا اکیلا منوں مٹی میں دبا رہے ہیں، حالانکہ وہ آپ کا محسن اور عزیز بھی ہے، کبھی آپ نے سوچا؟

تیسری بنیادی اہم بات: انسان روح اور جسم کا نام ہے

اوپر کی دو بنیادی باتوں سے پتہ چلا کہ انسان دو چیزوں کا نام ہے، یا دو چیزوں کا مجموعہ ہے، یا انسان دو چیزوں سے بنا ہوا ہے یا مرکب ہے، آپ کو جو پسند آئے۔ وہی دو چیز نام ہے انسان کا۔ ایک کو جسم کہتے ہیں اور دوسرے کو ہم روح کہتے ہیں۔ گویا کہ آپ اب یوں ذہن میں رکھیے کہ انسان کہتے ہیں جسم اور روح دونوں کے ساتھ رہنے کو اگر ایک دوسرے سے جدا ہو جائے تو آپ یہ نہیں کہتے کہ فلاں شخص جا رہا ہے۔ بلکہ یوں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا جنازہ یا نعش یا میت جا رہا ہے یا لے جایا جا رہا ہے، کیونکہ جسم انسانی سے روح جدا ہو گئی۔

چوتھی بنیادی بات: روح عالم امر کا ہے اور جسم عالم خلق کا ہے

روح اور جسم سے مرکب یا بنا ہوا انسان دونوں دو جگہ کی چیز ہے یا دونوں دو

جگہ کی الگ الگ حقیقت ہے۔ اس کو آسان لفظوں میں ذہن میں رکھیے کہ جسم انسانی اس دنیا کی چیز ہے اور جسم کا تعلق خلق یعنی بنائی ہوئی اور پیدا کی گئی۔ جسم کی شکل میں ایک ڈھانچہ ہے اور یہ جسم انسانی مٹی سے بنا ہوا ہے اور مٹی سے پیدا ہونے والی ہی اشیاء اس کی خوراک ہے۔ اور اسی پر اس کی نشو ونما یعنی انسانی صحت کا دارومدار ہے۔ اور جب یہ مر جاتا ہے یعنی روح نکل جاتی ہے تو اس کو مٹی میں دفن کر دیتے ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (طٰهٰ)

ترجمہ: ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو (مرنے کے بعد) لے جائیں گے اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے۔

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر کو بھی مٹی سے پیدا کیا تھا ہمارے خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

كُلُّكُمْ بَنِيْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔

یعنی تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام تراب یعنی مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت ہی جامع اور دلکشا، آنکھ کھول دینے والی بات فرمائی ہے کہ:

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ۔ (آل عمران)

''دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے''

اس لیے شکل و ہیکل انسانی تو خلق ہے اور روح انسانی امر الٰہی ہے۔

پانچویں بنیادی حقیقت: موت کا اثر روح اور جسم پر

یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ موت کیا ہے؟ موت کا اثر جسم پر کیا ہوتا ہے اور روح پر کیا ہوتا ہے؟

سب سے پہلے ہمیں یہ یاد رکھنا ہوگا کہ انسان کو تین جہاں سے گزرنا ہے:

(۱) ایک، دنیا دارالعمل ہے۔

(۲) اور ایک، برزخ جو دارالانتظار ہے۔

(۳) اور ایک، آخرت جو دارالقرار ہے۔

اور ان تینوں جہان کے احکام اور احوال اور کیفیات الگ الگ ہیں۔ ہر شخص ان تینوں جہاں کے اندر اپنی اپنی ایمانی اور عملی فکر اور جدوجہد اور اس کے نتائج سے جڑا ہوا ہے۔ جس کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے۔

اب اصل سوال کہ موت کیا ہے؟ اور موت کی حقیقت کیا ہے؟

موت کی حقیقت کیا ہے؟

اس سوال کا جواب باختصار مگر ضروری وضاحت کے ساتھ ہوگا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ (سورۂ ملک)

''جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا''

(۱) یعنی انسانی زندگی انہیں دونوں احوال سے گزرے گی یا انسانی زندگی پر یہ دونوں احوال حاوی رہیں گے۔ کچھ زندگی کا حصہ حیات سے وابستہ رہے گا۔ اور حیات لے لی جائے گی تو پھر موت کی حالت میں رہے گا۔ اور یہ حالت برزخ اور دارالانتظار کی ہے اور برزخی حیات کی ہے، یہ بھی ایک حیات ہی ہے جو ہماری سمجھ اور عقل سے بالاتر ہے۔ جب ہم اس میں پہنچ جائیں گے تو وہ حیات اہل

ایمان جنت کی صورت میں اور اہل کفر عذاب کی شکل میں برتیں گے۔

(۲) اس کو یوں بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ حیات نام ہے عملی اور وجودی زندگی کا، اور موت نام ہے عملی زندگی سے کاٹ دینے کا اور اس زندگی کا جس میں عمل منقطع اور موقوف کر دیا جاتا ہے اور نیکی و بدی کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے یعنی عملی زندگی کے نتیجے اور ثمرات کو برتنے کا۔

(۳) حیات والی زندگی ابھی ہمارے سامنے مشاہدہ ہوتی ہے اور انسان کی ہر طرح کی نقل و حرکت، اعمال و افعال سب چونکہ وجودی ہیں اس لئے حیات آسانی سے ہر شخص کے سمجھ اور ادراک میں آجاتی ہے، جب کہ موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ روح کا بدن سے عملی اور تصرف کا تعلق منقطع کر کے روح کو ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کرنے کا نام ہے اور یہ بھی ایک وجودی چیز ہے اور جسم سے روح کا تعلق باقی رکھا جاتا ہے۔ حقیقت اس کی اللہ تعالی کو معلوم ہے۔

(۵) جس طرح حیات انسانی ایک حال ہے جو جسم انسانی پر طاری ہوتا ہے اسی طرح موت بھی ایک ایسا ہی حال ہے جس میں ثواب و عقاب کو محسوس کرتا ہے۔ اور اس کو روحانی برزخی حیات بھی کہہ سکتے ہیں۔

(٦) اللہ تعالی نے سب سے زیادہ کامل اور مکمل حیات انسان کو عطا فرمائی کہ اس میں حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل کرنے کی ایک حد تک صلاحیت رکھ دی کہ اس نے اللہ تعالی کے احکام کو قبول کر کے امانت کا بوجھ بآسانی اٹھالیا، جبکہ اس حیات کے مقابل موت ہے جس کا ذکر قرآن میں:

أَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتاً فَأَحۡيَيۡنَاهُ۔

میں ذکر فرمایا ہے کہ کافر کو مردہ اور مومن کو زندہ کہا گیا ہے یعنی جس نے اللہ

تعالی کی معرفت ایمان کے ذریعے حاصل کی وہ زندہ ہے اور جس نے اس صلاحیت کو کھودیا وہ مردہ ہے۔

(۷) بعض مخلوقات میں یہ درجہ حیات کا تو نہیں مگر حس وحرکت موجود ہے وہی اس کی حیات ہے۔اوراس کے مقابل موت ہے اس کا ذکر قرآن میں:

كُنْتُمْ أَمْوَاتاً فَأَحْيَا كُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔

میں آیا ہے۔اس جگہ حیات سے مراد حس وحرکت اور موت سے مراد اس حس اور حرکت کا ختم ہو جانا ہے۔

(۸) درختوں اور نباتات میں حس وحرکت تو نہیں صرف نمو یعنی بڑھنے کی صلاحیت ہے، جبکہ اس کے مقابل وہ موت ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت: يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا میں آیا ہے نمو اور بڑھنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو یہی اس کی موت ہے۔

(۹) جمادات میں بھی ایک خاص قسم کی حیات موجود ہے جو اس کے وجود کے ساتھ لازم ہے۔اسی حیات کی وجہ سے قرآن مجید میں اس کا اثر بتلایا گیا ہے:

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ۔

جو چیز اللہ تعالی کی تسبیح کرتی ہے ان کا تسبیحات سے رک جانا ہی موت ہے۔

(۱۰) عجیب بات ہے حق تعالیٰ جل مجدہ نے پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کے متعلق فرمایا:

أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ۔

یعنی مردہ ہیں جس میں زندگی اور حیات نہیں۔

اوپر کی تمہیدی باتوں سے موت وحیات کا کچھ اجمالی خاکہ ذہن میں ضرور

آ گیا ہوگا۔

لہذا موت فنا ہونے یا ختم ہونے کا یا نیست و نابود ہونے یا مر جانے کا نام نہیں انسان کا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کر دیئے جانے کا شریعت میں نام موت ہے۔ایسا ہی سمجھ لیجئے دن کی روشنی تھی اب رات آ گئی، مشین کے اندر بجلی اور برقی توانائی تھی تو حرکت کر رہی تھی اب بجلی کی لائن کا بٹن اوف کر دیا گیا مشین کی حرکت بند ہوگئی۔

دارالانتظار: موت کے بعد برزخ

جسم انسانی کو جب حیات کی حالت سے موت کی حالت میں منتقل کر دیا جاتا ہے تو اس حالت کا نام شریعت میں برزخ ہے جس کو دارالانتظار لکھا گیا ہے۔اور برزخی زندگی کا دارومدار انسان کی دنیاوی حیات پر مرتب ہوتا ہے۔دنیا کیونکہ دارالعمل ہے اور یہاں کی حیات بھی عملی زندگی کے لیے تھی اور موت کے ذریعے عملی زندگی موقوف کر دی گئی، روک دی گئی، موت کے بعد والی زندگی میں نیکی و بدی کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اس لئے برزخ والی زندگی میں نیک و بد، اچھے اور برے، ایمان والے اور بے ایمان کا ٹھکانہ الگ الگ نام سے ہمارے دین و شریعت میں جانا اور پہچانا جاتا ہے۔اور یہ عقل و شعور کا بھی تقاضا ہے کہ مہمان خانہ اور قید خانہ جدا جدا ہوں۔حیات و زندگی میں بھی فکری اور عملی طور پر دونوں الگ الگ تھے۔ایک اللہ وحدہٗ لا شریک لہ اور حضرت محمد خاتم النبیین پر ایمان لایا تھا، قرآن کو اللہ تعالی کا کلام مانا تھا، حلال وحرام میں فرق اور تمیز کرتا تھا، الغرض اپنے مالک و مولا جل وعلا کی کبریائی تسلیم کرتا تھا، اور دوسرا آزاد سانڈ بنا پھرتا تھا۔

اس لئے عالم برزخ میں ایک مہمان خانہ بنایا گیا۔ نام اس کا ''علیین'' ہے اور قید خانے کا نام ''سجین'' رکھا گیا۔

علیین کیا ہے اور علیین کا مقام

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ۔

''بے شک اعمال نامہ نیکوں کا بلند جگہ ہے''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ علیین ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ایک مقام ہے جس میں مومنین کی ارواح اور صحائف اعمال رکھے جاتے ہیں۔

بعض روایات حدیث سے بھی مومنین کی ارواح کا جنت میں عرش کے نیچے ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے مومنین کی ارواح کا مستقل ٹھکانہ ساتویں آسمان پر عرش اعظم کے نیچے ہے، اور جنت کا مقام بھی یہی ہے۔ اور ان ارواح کو جنت کی سیر و سیاحت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور تمام مومنین کی ارواح کا مستقر بھی یہی ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يُعَلَّقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى تَرْجِعَ إِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه مالك والنسائي بسند صحيح۔ معارف القرآن ۸/۶۹۷)

ترجمہ: مومن کی روح ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق رہے گی یہاں تک کہ قیامت کے روز اپنے جسم میں پھر

لوٹ جائے۔

الغرض مومنین کی ارواح برزخ میں ہو یا جنت میں دونوں ہی کا مقام عرش اعظم کے نیچے ہے اور بھی روایات ہیں جس کا یہ مقام نہیں۔

سجین کا مقام اور وہ کیا ہے؟

إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ

بیشک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے۔

سجین کے معنی تنگ جگہ میں قید کرنے کے ہیں۔ برزخ اس مقام کا نام ہے جہاں کفار وفجار کی ارواح کو قید و بند میں رکھا جاتا ہے اور یہی ان کا مقام ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام نے فرمایا کہ سجّین ساتویں زمین کے نیچے طبقہ میں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سجین کفار وفجار کی ارواح کا مستقر ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قرآن کریم میں جو یہ آیا ہے کہ قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا؛

وَجِيْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ۔

اس کا مطلب کیا ہے؟ جہنم کو کہاں سے لایا جائے گا۔تو حضور خاتم النبین علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جہنم کو ساتویں زمین سے لایا جائے گا۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم ساتویں زمین میں ہے وہیں سے بھڑک کر سارے سمندر اور دریا اس کی آگ میں شامل ہو جائیں گے اور سب کے سامنے آجائے گی۔

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۔

اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے۔

مرنے کے بعد انسانی روحوں کا ٹھکانہ

اوپر کے بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی روح مرنے کے بعد اگر مومن تھا تو علیین جو ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے اس کا ٹھکانا اور مقام ہے اور جنت بھی عرش اعظم کے نیچے ہے۔

اور بے ایمان کفار کی ارواح مرنے کے بعد سجین جو ساتویں زمین کے نیچے ہے یہیں جہنم بھی ہے۔ اور یہی اس کا ٹھکانہ اور مقام ہے۔

چھٹی بنیادی حقیقت: موت جسم پر طاری ہوتی ہے نہ کہ روح پر

موت کی حقیقت آپنے جان لیا کے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔

جسم کو مٹی کے اوپر سے نیچے قبر میں یا کسی بھی شکل میں رکھ دیا جاتا ہے چھوڑ دیا جاتا ہے اور یہ لفظ موت کا جسم پر ہی ہوتا ہے اور بولا جاتا ہے نہ کہ روح پر کہ جسم خلق پیدا کیا ہوا ہے۔

روح پر موت طاری نہیں کی جاتی بلکہ روح جسم سے نکال لی جاتی ہے اور جس طرح جسم کو انسان گھروں سے منتقل کر دیتے ہیں قبر میں یا دوسری جگہ۔

روح کو اللہ تعالی کے حکم سے فرشتے نکالتے ہیں اور وہ اس کو اللہ کے حکم سے اس کے برزخی ٹھکانہ؛ علیین یا سجین میں پہنچا دیتے ہیں۔ اس لیے روح پر موت نہیں آتی۔ نہ ہی روح مرتی ہے کیونکہ وہ عالم امر کی ایک حقیقت ہے۔ اللہ تعالی کا ایک امر و حکم ہے۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔

اور یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں (امتحاناً) پوچھتے ہیں آپ فرما

دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے۔(بنی اسرائیل)

اور خلق اورامر دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت وقوت، احدیت وربوبیت اور الوہیت کی واضح دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ۔آل عمران۔

دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

اہل ایمان قارئین کے درمیان میں ایک ضروری وضاحت کر دی جائے تو بات آگے چل کر حیات انبیاء علیہم السّلام ذہن میں آسانی سے اتر جائے گی اور ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ ووسیلہ بن جائے گی۔ وللہ التوفیق۔

موت مؤمن کیلئے دیدارِ الٰہی کا ذریعہ ووسیلہ ہے

حسان بن اسود کا قول ہے، جو اہلِ ذوق کے لئے بہت ہی پر لطف ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ إِلَى الْحَبِيْبِ۔یعنی موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔(دیدارِ الٰہی کا شوق ۴۴۱)

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

آپ کی ملاقات ہی ہر سوال کا جواب ہے، جس سے بلا شک وشبہہ ہر مشکل حل ہو جاتی ہے(تفصیل کے لئے عاجز کی کتاب دیدارِ الٰہی کا شوق ضرور مطالعہ کریں)

بخاری شریف میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کا ایک حصہ ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللهِ وَكَرَامَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهُ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ وَاَحَبَّ اللهُ لِقَائَهُ۔ (بخاری کتاب الرقاق باب ۴۱ رقم الحدیث ۶۱۴۲۔دیدارِ الهی کا شوق: ۴۴۰)

مؤمن کی جب موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور حق تعالیٰ کے یہاں اس کی عزت کی خوش خبری دے دی جاتی ہے اس وقت مؤمن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز تر نہیں رہتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی خوشنودی کا حصول ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وہ خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کیلئے موت کو دیدارِ الٰہی کا زینہ بنایا گیا ہے اور دونوں دو الگ الگ چیزیں ہیں، موت ایک الگ چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا ایک ذریعہ اور پُل ہے، اس لئے اسے بھی لقاء اللہ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو زرعہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يُحِبُّ الْإِنْسَانُ الْحَيَاةَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِنَفْسِهِ۔

"آدمی زندگی کو محبوب رکھتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے بہتر ہے" (دیدارِ الٰہی کا شوق: ۶۰۰)

ایک اہم اور بنیادی بصیرتِ ایمانی

ابھی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری کے حوالہ سے آپ نے پڑھی جس کا حاصل یہ ہے کہ عام مؤمنین کو موت کے وقت عالمِ برزخ سے عالمِ آخرت تک کی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور آنے والے برزخ کے دنوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت، مسرت، کرامت، راحت و طمانیت اور جنت کی تمام سوچ اور تصور سے بالاتر نعمتوں کی فرشتے بشارت دیتے ہیں تو اس وقت وہ مرنے والے کے سامنے سب سے محبوب اور پسندیدہ و مرغوب اور رضا و رغبت

کے ساتھ آخرت کی طرف جانا اعلی درجہ کی چاہت اور انتخاب اور طلبِ شدید ہو جاتا ہے۔

حدیث میں عام مؤمن کا حال بتلایا گیا ہے نہ کہ خاتم الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کا

نتیجہ: پھر ہمارے حضرت رحمۃ للعٰلمین خاتم النبیین، امام الأنبیاء، سید المرسلین عَلَیۡہِ اَلۡفَ اَلۡفَ الصَّلَاۃِ وَ التَّسۡلِیۡمِ کا مقام کون بیان کرسکتا ہے؟ اور اس وقت کے غیبی انکشافات جو شانِ خاتمیتِ نبوت ورسالت کے أَعۡلیٰ وَ اَرۡفَعُ، اَطۡیَبُ وَ اَلَذُّ، اَزۡکیٰ وَ اَطۡھَرُ، وَ أَحۡلیٰ وَ اَجَلُّ، ربِّ اعلیٰ کی جانب سے مشاہدہ کرایا گیا ہوگا اس کو کون جان سکتا ہے؟ اس کو ہماری عقل نارسا، اور کوتاہ فہم وادراک، کمزور اور ضعفِ ایمان وایقان نہ سمجھ سکتی ہے نہ ہی ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔ بہت صحیح اور حقیقت پر مبنی بات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے کہدی ہے:۔ لَا یَنۡبَغِیۡ لِأَحَدٍ اَنۡ یَّتَکَلَّمَ عَلیٰ مَقَامِ النُّبُوَّۃِ وَ الرِّسَالَۃِ۔

کسی شخص کے لئے مناسب بھی نہیں ہے کہ نبوت ورسالت کے مقام پر گفتگو کرے مگر وہی جو خود بھی نبی اور رسول ہو۔ ہمارا کام ہے محض تسلیم ورضا کے ساتھ ایمان ویقین کو مضبوط اور مستحکم رکھنا حضرت خاتم النبیین اعلی مقام کے مناسب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

گتھی مگر سلجھ گئی

حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے آپ کی رحمت ہے کہ بات واضح ہوجاتی ہے۔

عَنۡ عَاءِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا قَالَتۡ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ

وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا خُیِّرَ بَیْنَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ کَانَ فِیْ شَکْوَاہُ الَّذِیْ قُبِضَ أَخَذَتْہُ بُحَّۃٌ شَدِیْدَۃٌ فَسَمِعْتُہُ یَقُوْلُ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ فَعَلِمْتُ اَنَّہُ خُیِّرَ۔ (بخاری ومسلم۔ دیدارِ الٰہی کا شوق ۶۰۰)

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی ایسا نبی نہیں جس کو دنیا و آخرت کے رہنے میں اختیار نہ دیا گیا ہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس مرض میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا سخت بستگی آواز نے پکڑا، اس وقت میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ میں سمجھ گئی اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اختیار دیا گیا ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: (۱) اس روایت سے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کا شوق واختیار یعنی آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ: (۲) اور یہ فرق بھی واضح طور پر سامنے آ گیا کہ عام مومنین کو رضوان کی بشارت وکرامت بتلائی جاتی ہے اور انبیاء کو اختیار دیا جاتا ہے کیونکہ رضوان وکرامت کے تو وہ منجانب اللہ بشیر تھے وہ سب ان کے مشاہدے میں پہلے سے ہوتی ہیں۔ یہ فرق بھی نبی وغیر نبی کا خوب لذت وفرحت بخش ہے اور انعام ذی حیات اور صاحب حیات پر ہوتا ہے۔ اور انعام سے لطف اندوزی جبھی ہوگی کہ کمالِ حیات اقوی واعلیٰ درجہ کی ہو۔ بے حس وشعور پر انعام کا کیا معنیٰ۔ یہ نکتہ بھی یاد رہے۔

ایک اور بھی راز کا پتہ لگتا ہے

یہاں پر بخاری شریف کی وہ حدیث بھی اہل ذوق کے لیے حیات النبی کا عقدہ اور راز کو کھولتی ہے۔

حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے دنیا پر آخرت کو اختیار تو کر ہی لیا اور ساتھ ساتھ کتنا گہرا اور پر راز حقیقت شان خاتمیت کے مناسب ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ۔

یہ خوبصورت انمول بول بھی حیات النبی کی دلیل ہے۔

حاصل دونوں روایت کا یہ ہوا کہ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے دنیا پر آخرت کو اور آخرت میں رفیق اعلی اور ذات حق سے شان خاتمیت کے اعلیٰ مقام کی حق تعالیٰ کی رفاقت و معیت کا اعلان وانتخاب فرمایا۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو ''اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ'' کی معیت و رفاقت اور ''اَلرَّفِیْقُ اْلاَعْلیٰ'' کے ذریعہ اعلان کر رہا ہے وہ تمام حیات والوں کی حیات سے قوی اور اقوی حیات کا مالک نہ ہوگا؟ اب ذرا غور کیجئے رفق و رفاقت اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ کی ذات عالی سے صاحبِ حیات کامل کی ہی ہو سکتی ہے۔ کیا یہ رفاقت حیات کی دلیل نہیں؟ کچھ تو ایمان بالرسالت کا خیال کیجئے۔

یہ بات آگے چل کر قرآن و حدیث دونوں میں اور واضح ہوگی، جیسا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ

(۱) اول انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو رکھا گیا ہے تینوں عالم کی حیات میں؛ کیوں کہ خالق تبارک وتعالی کی مخلوقات میں سب سے اول نمبر پر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں اولیت اور فوقیت

حضرت محمد خاتم النبیین علیہ الف الف الصلاۃ والسلام کا رتبہ اور مقام ہے۔ تمام جہات واعتبارات اور ہر طرح کی حیات اور انوارات وتجلیات میں۔

(۲) دوسرے نمبر پر صدیقین ہیں جن کا مقام حیات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے نیچے ہے یعنی رتبہ صدیقیت سے اوپر نبوت پھر رسالت ہے۔

(۳) تیسرے نمبر پر اللہ تعالی نے مقام شہداء کی حیات اور مقام ومرتبہ رکھا ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر صالحین کا مقام ومرتبہ ہے جو آپ کو آیت میں اللہ تعالی نے بتلایا ہے۔ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔

شہداء کو مردہ کہنے کی ممانعت اللہ تعالی نے کی ہے

اللہ تعالی کا ارشاد ہے سورہ بقرہ میں:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ۔ (بقرہ ۱۵۴)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت (یوں بھی) مت کہو کہ وہ معمولی مردوں کی طرح مردے ہیں بلکہ وہ تو (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان حواس سے اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔ (حضرت تھانوی)

دوسری آیت آل عمران میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ (آل عمران ۱۶۹)

”اور اے مخاطب جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ تو زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔

ان کو رزق بھی ملتا ہے‘‘

شہداء کی حیات سے کیا مراد ہے

ان دونوں آیتوں میں حق جل مجدہ نے شہداء یعنی جو اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے ان کو مردہ، مرا ہوا کہنے سے منع ہی نہیں فرمایا بلکہ ان کو زندہ کہا۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ جب زندہ ٹھہرے تو ان کو روزی یعنی کھانے پینے کی چیزیں بھی منجانب اللہ ملتی ہیں۔

اور بہت ہی پر لطف، سرور و سکون کی پر حقیقت بات حق تعالی نے یہ اطلاع بھی دے دی کہ عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے پاس۔ یعنی موت سے اور مردہ سے جو زندگی اور حیات لے لی جاتی ہے، سلب کر لی جاتی ہے، چھین لی جاتی ہے، اور اس کے احساسات وادراکات، شعور و آگہی اور حس و حواس اس میت یا مردہ کے ختم اور معدوم کر دیے جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی شہداء سے نہیں لیا جاتا، نہ ہی ختم ہوتا ہے، نہ ہی معدوم کیا جاتا ہے، نہ ہی چھینا جاتا ہے۔ خوب یاد رکھیے پھر آپ کو حیات النبی علیہ الصلاۃ والسلام کی چاشنی وحلاوت کا ذائقہ ملے گا۔

ایک لطیف نکتہ اہل ذوق کے لیے

درمیان میں ایک اپنا ذوقی لطیفہ بھی سنئے۔ قرآن میں ہے:

كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَآئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ۔ (بقرہ ۲۸۵)

ترجمہ: سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو۔ (شیخ الہند) یعنی سب بھی ایمان لاتے ہیں اللہ اور اس کے فرشتے اور کتاب اور رسولوں پر۔

یہاں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ ایمان باللہ ایک ایسی ذات پر عقیدہ رکھنا ہے جو ذات اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ اَلْأَوَّلُ۔ اَلْآخِرُ۔ اَلظَّاهِرُ۔ اَلْبَاطِنُ ہے۔ اور اسی اللہ

تعالیٰ نے یہاں اس آیت کے ٹکڑے میں مطالبہ کیا اور فرمایا کہ اِیمَان بِاللهِ۔ اِیمَان بِالْمَلَائِکَةِ، اِیمَان بِالْکُتُبِ، اِیمَان بِالرُّسُلِ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ایمان باللہ کے ساتھ تین اور چیزوں کو اس ایمان لانے کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ اللہ تو اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ہے۔ اور اللہ، اللہ ہی ہیں، بلا ریب وشک اھل سنت والجماعت کے بیان کردہ تمام تر کمالات کے ساتھ۔ اور فرشتے، کتاب اور رسل۔ یہ تمام کی تمام ذی حیات ہیں اور ان کو بھی حیات حق تعالیٰ کی جانب سے ملی جبھی تو ان پر ایمان کا مطالبہ کیا گیا۔ اور ان تمام چیزوں پر عقیدہ وایمان سے ہی اہل ایمان کو حیات اخروی اور حیات ایمانی ملتی ہے۔

اللہ تعالی نے ملائکہ، کتب، اور انبیاء ورسل کو ایسی حیات عطا کی ہیں کہ اہل ایمان کو ان پر ایمان لانے کو کہا گیا۔ معدوم اور مردہ اور غیر حیاتی پر ایمان کا مطالبہ کیسے اور کیوں کر کیا جاتا؟

اللہ باقی ہیں، اور اللہ تعالی نے اہل ایمان کو ملائکہ اور کتب، اور انبیاء ورسل پر ایمان لانے کو اس لیے فرمایا کہ منجانب اللہ وہ سب بھی حیات بخش اور حیات آفریں ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ بے جان اور بے حس اور بے شعور وآگہی ہیں۔ ملائکۃ اللہ تو شاہد اور اہل ایمان پر سکینہ وسلامتی نازل کرتے ہیں، قلوب پر ثبات وقرار کا ذریعہ بنتے ہیں۔ خیر وبھلائی کا الہام کرتے ہیں ہیں۔

قرآن اہل ایمان کے لئے حجت وبرھان ہے۔ قیامت کے دن بارگاہ قدس میں شفاعت وسفارش کرے گا۔

اور حضرت محمد خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام تو مقام محمود اور شفاعت کبریٰ اور ان کے ہاتھ میں جنت کی کنجی اور حمد کا جھنڈا اور وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ

فَتَرْضَىٰ کے مقام پر ہوں گے۔ حوض کوثر پر امت کو سیراب کریں گے اور نہ معلوم لاتعداد مناقب ہیں، یہ سب حیات کی دلیل ہیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ایمان کا مطالبہ بے جان چیزوں پر نہیں کیا، سب کو حیات والا حیات بخش بنایا ہے۔ واللہ اعلم

آیت مذکورہ سے استدلال

یہ بات پہلے ہی عرض کر دی گئی ہے کہ موت فنا ہونے کا نام نہیں بلکہ اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا نام ہے۔ خواہ جہاں منتقل کی گئی ہے مسرت وخوشی، مغفرت وجنت میں ہو، یا عذاب وعقاب اور سزا میں ہو۔ بہر صورت روح مری نہیں باقی ہے جسم سے جدا ہوئی ہے اور تعلق موجود ہے۔ نعمت میں ہو یا عذاب میں بس بدن سے عملی تعلق کاٹ دیا گیا ہے۔ ثمراتی تعلق بحال اور باقی ہے۔ شہید جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دے دی اور اس کو یہ جان، جان جاناں کے لیے دینا شیرین اور لذیذ ہوا۔ اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ، حی وقیوم کی بے چوں وچگون ذات کی جانب سے حیات کا ایک عکس اور پرتو پڑتا ہے، جس سے اس کو ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے بَلْ أَحْيَاءٌ سے واضح فرما دیا۔

شہید کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ عام مردوں کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر شہید کا عمل یعنی جہاد فی سبیل اللہ کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

یعنی شہید کی ترقی رک نہیں جاتی بلکہ برابر جاری رہتی ہے، جس عمل میں اس نے جان دی ہے اس کا اجر برابر جاری رہتا ہے، گویا کہ اب بھی وہ عمل کر رہا ہے۔

یاد رکھو شہید کو حیات تو ہے مگر اس حیات کو تم سمجھ نہیں سکتے، لَاتَشْعُرُوْنَ۔ شہید کی حیات کو سمجھنے کی تمہارے اندر صلاحیت ہی نہیں، بس تم تو اپنے اللہ کی بات مان لو کہ وہ مرے نہیں، نہ ہی مردہ کہو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، اور چونکہ انبیاء کی حیات شہداء کی برزخی حیات سے اعلی واقوی ہے اس لئے ان کا برزخی حیات میں یہ مقام ہے کہ عملاً بھی ان کا عمل جاری رہتا ہے جب کہ شہداء بعد از شہادت عمل کرنے سے عاجز ہیں لیکن اپنی زندگی کے اخری عمل شہادت کے اجر سے مسلسل نوازے جاتے ہیں۔

مرنے والوں میں فرق مراتب

شہید کو گو یہ کہنا کہ مر گیا صحیح اور جائز ہے، مگر عام مردوں کی طرح اس کی موت شہادت کو مردہ کہنا درست نہیں، کیونکہ شہید کو عام مردوں کے مقابلے میں حیات حاصل ہے اور حیات برزخی میں عام مردوں کے مقابلے میں ایک مضبوط اور قوی حیات حاصل ہے۔ اسی لئے مردہ کہنے کی ممانعت آیت میں آئی ہے:

(۱) تمام احکام میت میں شہید کی میراث تقسیم ہوگی۔

(۲) شہید کی بیویاں عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔

(۳) شہید کو حیات حاصل ہے اس لیے اس کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔

حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شہداء کی حیات سے زیادہ مضبوط اور قوی تر حیات حاصل ہے، اس لئے اس کا ظاہری اثر بھی شریعت میں موجود ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنی چاہیئے حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات برزخی سے زیادہ مضبوط اور اقوی شہداء کی حیات نہیں، بلکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو شہداء کی حیات سے اقوی اور اعلی حیات حاصل ہے۔ اور اس کا ظاہر یہ

ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بیویاں دوسرے کے نکاح میں نہیں آ سکتیں اور نہ ہی کوئی ان سے نکاح کرسکتا ہے۔ کیونکہ زندہ کی بیویوں سے نکاح جائز اور درست نہیں ہے۔ اور ہمارے حضرت خاتم النبیین علیہ الف الف الصلاۃ والسلام۔ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی زندہ ہیں ان کا ازواج مطہرات سے وہی تعلق ہے جو دنیا میں رشتہ زوجیت کا تھا، باقی ہے۔ اور یہ رشتہ و تعلق باقی رہنا اس لیے ہے کہ ہمارے حضرت خاتم النبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ آپ کو حیات شہید کی حیات سے کئی درجہ بلند اور بالا حاصل ہے اس لئے اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ہدایت کردی کی ازواج مطہرات سے نکاح درست نہیں۔ اللہ تعالی نے کتنی پرعظمت اور وقار بھری بات ارشاد فرمائی ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ

تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ۔

وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا۔ (احزاب ۵۳)

اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ (تھانوی)

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر اثر اور حکم کو ابدیت کے ساتھ بیان کر دیا۔ اور امہات المومنین کے تقدس اور حرمت کو قیامت تک کے لئے نازل فرما دیا۔ امہات المومنین بیوہ نہیں ہیں کہ ان کی شادی ہو۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کو نہ ماننا خاتم النبین علیہ الصلاۃ والسلام کو کلفت پہنچانا ہے۔ ظاہر سی بات ہے زندہ کو مردہ کہنا کہاں درست ہے اور اس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلفت واذیت ہوتی ہے۔ مسلمانوں اس سے بچو۔

گویا کہ آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفیق اعلی میں مقیم ہوں یا اس دنیا میں، دونوں حالت میں آپ کو حیات حاصل ہے اور خاتم النبیین علیہ السلام کی ازواج مطہرات کا رشتہ دونوں حالت میں یکساں باقی اور مضبوط و مستحکم ہے اور خاتم الانبیاء علیہ السلام کی ازواج کبھی بھی بیوہ کے احکام میں داخل نہیں ہیں اور نہ ہی وہ بیوہ ہیں کہ ان کا نکاح کسی سے درست ہو، کیونکہ وہ حضور خاتم الانبیاء کی ازواج ہیں اور خاتم الانبیاء سے ان کا رشتہ نکاح باقی وثابت ہے کہ خاتم الانبیاء کو حیات اقوی واعظم حاصل ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اس لیے ان کی میراث تقسیم نہیں ہوگی

خاتم الانبیا علیہ الصلاۃ والسلام کے زندہ اور حیات کی وجہ سے ان کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ کیا زندہ کا مال میراث میں تقسیم ہوتا ہے کہ ہوگا۔

خاتم الانبیا علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات کا ظاہری اثر ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات کی شادی ونکاح حق تعالیٰ نے ہی قرآن مجید میں حرام قرار دے دیا۔ اور اسی طرح ان کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوئی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کا رفیق اعلی میں منتقل ہونا ایسا ہے جیسا کوئی صاحب رتبہ اور بلند ہستی ایک گھر سے دوسرے اعلی ذی شان گھر میں منتقل ہو جائے۔ زندہ شخص کی نہ میراث تقسیم ہوتی ہے نہ ہی اس کی بیوی بیوہ کہلاتی ہے نہ ہی اس کی شادی ونکاح کسی دوسرے شخص سے حلال ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت سے بچو۔

اللہ تعالی نے اس حیات خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کو کتنی پر اثر اور دل دہلا دینے والی بات سے قرآن میں فرمایا یہ بھی ہمارے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی مقام ہے۔ کے اللہ تعالی نے فرمایا ہر قول وفعل، سوچ، تصور اور خیال جس

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء یا تکلیف ہو یا تکلیف پہنچے وہ امت پر حرام ہے۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ ان کو مردہ کہنا اذیت پہنچانا ہے۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں ان کی بیویاں بیوہ نہیں ہیں، ان کو بیوہ کہنا یا ان سے بیوہ والا معاملہ کرنا اذیت پہنچانا ہے۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں ان کی میراث تقسیم نہیں ہوئی اور میراث تقسیم کرنا اذیت پہنچانا ہے۔

اسی حکمِ الٰہی پر امت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے عمل کیا اور اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیات اپنے اسی جسد اور جسم مبارک کے ساتھ روضہ مبارک میں حاصل ہے اور یہی عقیدہ علماء دیوبند کا ہے۔

اہل السنت والجماعت کی تعریف

(۱) اہل السنت: حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت وسنت پر عمل کرنے والے۔

(۲) والجماعت: حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کے تربیت یافتہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوپر بھروسہ اور اعتماد کرنے والے۔

ائمہ اربعہ: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے پیروکار۔ (شہادت ۱۵۰ھ)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ علیہ کے پیروکار۔ (وفات ۱۷۹ھ)

امام محمد بن ادریس الشافعی کے پیروکار۔ (وفات ۲۰۴ھ)

امام احمد بن حنبل کے مرتبہ کے پیروکار۔ (وفات ۲۴۱ھ)

مذکورہ چاروں اماموں کا مسلک اہل السنت والجماعت کہلاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سورۃ آل عمران کی

آیت: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ، فَأَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمٰنِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (قیامت کے دن کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے) نازل ہوئی تو حضور خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام سے صحابہ نے سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالے چہرے والے اور سفید چہرے والے لوگ کون ہوں گے؟ تو خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تَبْيَضُّ وُجُوهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَ تَسْوَدُّ وُجُوهُ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَةِ۔ (الدر المنثور فی تفسیر الماثور۔ ج:٢ ص:١١٢)

ترجمہ: جن لوگوں کے چہرے کے کالے ہوں گے وہ اہل بدعت (گمراہ) ہونگے اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہونگے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ۔ آمین

قبر کی تعریف اور قبر کیا ہے؟

جب انسان مرجاتا ہے اور اس کو جس جگہ دفن کیا جاتا ہے، جلا کر راکھ بنا کر ہوا میں، فضا میں اڑا دیا جاتا ہے، یا پانی میں ڈوب وغرق ہوگیا۔ مچھلی نے یا مگر مچھ نے نوچ نوچ کر کھالیا۔ الغرض جس جگہ اس کے ذرات جسم ہوں گے اسی جگہ روح کا تعلق قائم کردیا جاتا ہے اور یہی اس کی قبر ہوتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور تمام شکوک وشبہات کا قرآن و حدیث سے جواب دیا ہے۔ (دیکھ لیں شرح الصدور۔ ص:٥٩)

برزخ کی تعریف

وفات کے بعد انسان پر جو وقت اور حالات گزرتے ہیں انہیں برزخ کہا جاتا ہے قرآن نے بھی وفات کے بعد والی زندگی کو برزخ کہا ہے۔

وَمِنْ وَّرَآءِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ (المؤمنون ١٠٠)

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ زمینی قبر برزخ کا ایک حصہ ہے۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سے مراد برزخ ہے جو موت سے قیامت تک کی مدت ہے۔

موت کے بعد قیامت اور حشر تک کے زمانے کو برزخ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیاوی حیات اور آخرت کے درمیان حد فاصل ہے، اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ جب مرنے والا کافر، فرشتوں سے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کو کہتا ہے، تو یہ کلمہ تو اس کو کہنا ہی تھا کیونکہ عذاب سامنے آچکا ہے، مگر اس کلمے کا کوئی فائدہ اس کے لیے نہیں کہ وہ اب برزخ میں پہنچ چکا ہے، جس کا قانون یہ ہے کہ برزخ سے لوٹ کر کوئی دنیا میں نہیں آیا اور قیامت اور بعث وحشر سے پہلے دوسری زندگی نہیں ملتی۔ واللہ اعلم۔ معارف القرآن ج: ٣٣١/٦)

عالم برزخ

وَمِنْ وَّرَآءِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔

ترجمہ: اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک کے اٹھائیں جائیں۔ یعنی ابھی کیا دیکھتا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے۔ جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردے میں ہو جاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی، اب تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے، جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا (تفسیر عثمانی)

قبر اور برزخ

قبر جگہ کا نام ہے جہاں مردہ کا جسم ہے اور برزخ وقت اور جو حالات مردہ پر گزر رہا ہے اس کا نام۔ اس لئے انسان ہر وقت قبر میں بھی ہیں اور برزخ میں بھی ہے۔

جس طرح ایک شخص مسجد یا مکان میں بھی ہے اور حالت نماز میں بھی ہوتا ہے اسی طرح مردہ قبر میں بھی ہے اور برزخ میں بھی ہے دونوں باتوں میں اختلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ، ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ۔ (ق ۴۲)

ترجمہ: جس دن لوگ اس فرشتے کی پکار کو سنیں گے وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ اس آیت سے واضح ہو گیا کہ مردہ بروز قیامت قبروں سے نکلیں گے اور آیت:

وَمِنْ وَّرَاۤئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔

ترجمہ: اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک اٹھائے جائیں۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ موت کے بعد قیامت وحشر تک کا جو وقت اور حالات مردہ پر ہے وہ برزخ تھا جو شروع میں عالم انتظار لکھا گیا تھا۔ لہذا قبر اور برزخ دونوں ایک حقیقت ہے اور ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ واللہ اعلم

قبر میں تین سوال ہونگے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اور انسان سے تین سوالات کرتے ہیں۔

(۱) پہلا سوال۔ مَنْ رَّبُّکَ۔ تیرا رب کون ہے؟

(۲) دوسرا سوال۔ مَا دِیۡنُکَ۔ تیرا دین کیا ہے؟

(۳) تیسرا سوال۔ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيۡكُمۡ۔ یہ آدمی جو تمہارے اندر خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا تھا (نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ مسند احمد، ابوداؤد۔ (معارف ۱ / ۱۲۵)

یا مَنۡ نَبِیُّکَ۔ تیرا نبی کون ہے؟

جو انسان ان تینوں سوالات کا جواب درست اور صحیح ٹھیک دے دیتا ہے تو اس شخص کے لیے قبر میں اسی وقت جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے اور جس نے ان سوالات کا جواب نہیں دیا اس کی قبر کو تنگ اور جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

قبر جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا

قَالَ رَسُوۡلَ اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الۡقَبۡرَ رَوۡضَةٌ مِّنۡ رِيَاضِ الۡجَنَّةِ اَوۡ حُفۡرَةٌ مِّنۡ حُفَرِ النَّارِ۔ (ترمذی رقم ۲۴۶۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

میت کا حس وشعور حدیث سے ثابت ہے

میت بے شعور نہیں بلکہ حس اور شعور حدیث سے ثابت ہے۔

(۱) عَنۡ اَبِيۡ سَعِيۡدٍ الۡخُدۡرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الۡمَيِّتَ يَعۡرِفُ مَنۡ يَّحۡمِلُهٗ وَمَنۡ يَّغۡسِلُ وَمَنۡ يُّدۡلِيۡهِ فِيۡ قَبۡرِهٖ۔ (مسند احمد رقم ۱۰۹۹۷ دار الطبرانی فی الاوسط ۸/۲۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقینا میت (شعور کے ساتھ) پہچانتا ہے کہ اس کو کون اٹھایا ہوا ہے اور کون اس کو غسل دے رہا ہے اور کون اس کو قبر میں اتار رہا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ، قَدِّمُوْنِیْ: وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا إِلٰی أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْئٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَ لَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ۔ (بخاری رقم ۱۳۱۴، ۱۳۱۷ سنن النسائی رقم ۱۹۰۸۔ مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب جنازہ کو رکھا جاتا ہے، اور لوگ اس کو کندھے پر اٹھا کر (قبرستان کی طرف) چلتے ہیں تو میت اگر نیک اور صالح ہے تو کہتا ہے جلدی لے چلو، (یعنی اپنے جنت کے ٹھکانے کی جانب جو اس کی آخری منزل ہے) اور اگر اللہ نہ کرے نیک وصالح نہ تھا تو کہتا ہے ہائے بدبختی و بدنصیبی لوگو کہاں لے جا رہے ہو۔ (کیوں کہ اس کو اپنے انجام کا اندازہ ہو چکا ہے) اس کی اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے۔ اگر میت کی اس آواز کو اٹھانے والے سن لیں تو برداشت نہ کر سکیں اور جان دے دیں۔

سوچنے کی بات

اس سلسلے میں اور بھی روایت حدیث کی کتابوں میں موجود ہے مگر یہاں صرف دو نقل کر دی ہے تا کہ اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔ اور ہم میت کو جو کندھے پر اٹھا کر لے جا رہے ہیں یا غسل دے رہے ہیں بے جان اور بے شعور اور بے حس نہ جانیں۔ جب یہ عام میت کا حال ہے تو اللہ رب العزت نے جس کے لیے بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور ان کو روزی دی جاتی ہے۔

سوچنے کی بات ہے اللہ تبارک وتعالی ان کو مردہ کہنے سے منع کر رہے ہیں اور ان کی حیات اتنی بلند اور پر حقیقت ہے کہ ہم لوگوں کے شعور اور سمجھ سے باہر ہے، اور حق تعالیٰ نے حیات کو ذہن نشین کرنے کے لیے فرمادیا کہ ان کو روزی بھی دی جاتی ہے، آخر ہم اپنے رب تبارک وتعالی کی بتلائی ہوئی حقیقت پر ایمان ویقین کیوں نہیں رکھتے۔ اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے اتنے بلند مقام پر ہیں کہ غیر نبی تصور اور سوچ میں بھی نہیں لاسکتا۔ پھر ان کی حیات طیبہ کو کون جان سکتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى أَنْبِيَاءِكَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْن۔

بس اتنا یقین رکھو کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو ابدی حیات اللہ تعالی کی جانب سے شہداء کے مقابلے میں ہزار درجے اقوی واکمل حاصل ہے اور اسی عقیدے میں ہماری مغفرت، سعادت اور نجات اور ہمارے قلوب کو فیض حاصل ہورہا ہے۔ واللہ اعلم

شعر:

وہ ذات ہے جناب رسالت مآب کی
ادراک کی حدود سے بالا کہیں جسے

(مولانا اسعد اللہؒ)

رسالت کو شرف ہے ذاتِ عالی کے تعلق سے
نبوت ناز کرتی کہ ختم انبیاء تم ہو

(قاری صدیق احمدؒ)

حیات النبی علیہ الصلاۃ والسلام بہت ہی نازک اور حساس مسئلہ ہے

دراصل ہم لوگوں کی کمی یا غلطی یہ ہے کہ ہم ہر مسئلے کو ہم اپنے معیار اور اپنی حیثیت سے سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہ کھلی ہوئی بدیہی نہایت صاف اور واضح اصول ہے کہ اس دنیا میں احکام اور خواص یعنی حکم اور خاصیت الگ الگ ہر شخص کی جدا جدا ہیں۔

عام انسانوں میں کافر کا حکم الگ ہے اور اس کی طرز زندگی اور اس پر مرتب ہونے والے احکام جدا ہیں، جس کا اہل اسلام اور اہل ایمان سے بالکل جوڑ نہیں کھاتا۔ایک حرام خور ہے اور حلال وطیب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

لَا يَسْتَوِيْ أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ۔

اصحاب النار اور اصحاب الجنہ برابر نہیں ہیں۔

مومن صالح اور غیر صالح کے درمیان کتنا بڑا فرق ہوتا ہے

اور مومن صالحین میں بھی زہد وتقوی اور ورع اور احتیاط کے اعتبار سے اللہ تعالی کا قرب اور ذوق انابت میں۔ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٍ۔ مسلم

ہے اور قرب الٰہی کی منزلوں میں ذوق عبادت محبت واطاعت کی لذتیں ہر صاحب مشاہدہ کی جدا ہوا کرتی ہیں، مثلاً درجنوں نہیں سینکڑوں اور ہزاروں مقام ابرار پر فائز اولیاء کرام ہیں اور ان میں ہر شخص کو قرب بارگاہ قدس کا حاصل ہے، اور ہر شخص کو مشاہدہ انوارات وتجلیات قدسی کا وافر حصہ فضل باری سے حاصل ہے۔ مگر ہر شخص کے ذوق کے مطابق قدسی انوارات کے محسوسات وادراکات جدا جدا اور الگ الگ ہیں اور اس کا اثر ان کی مجاہدانہ ریاضت وعزیمت پر اور شان عبادت واطاعت پر بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ اور پھر قوت یقین اور شرح صدر کی بھرپور غیبی بشارتوں سے وابستگی عین الیقین اور حق الیقین کا سا ہوتا ہے۔ جس سے دوسرے حضرات صاحب ایمان ہونے کے باوجود اکثر خالی نظر آتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک مسجد میں بیک وقت سو لوگ جماعت سے اللہ کا فریضہ ادا کرتے ہیں مگر ان میں ہر شخص حالت احسان میں نماز ادا نہیں کر رہا ہے بلکہ کچھ دکان میں سودا سلف بیچ رہا ہے دوسرا نماز میں سبزی خرید رہا ہے تیسرا کہیں اور گھوم رہا ہے۔

مگر اسی جماعت میں کچھ مردان حق بھی نماز جماعت میں شریک ہیں اور تکبیر تحریمہ سے تسلیم تک مراقبہ سے مشاہدہ تک پہنچ کر بارگاہ قدس سے قیام قراءت رکوع کی تسبیح اور سجدہ کے قرب کی لذت تسبیح اور الغرض تمام صفات صلاۃ کی ہر ادائیگی سے عروج کی مشاہداتی مراحل سے گزر کر السلام علیکم تک پہنچ جاتے ہیں۔ جبکہ دوسرے لوگ عمل نماز میں تو شریک ہیں مگر صفات احسانی سے محروم یا محجوب ہیں، اگر محروم یا محجوب حضرات انکار کر دیں کہ میں اُن حضرات کی احسانی صفات کو نہیں مانتا کہ یہ کیفیت ان پر گزری ہے کیونکہ نماز میں تو میں بھی شریک

تھا، تو اس کی یہ بات نہیں مانی جائے گی۔ جو صفات احسان سے یکسر خالی ہے۔ جب اہل ایمان میں مراتب ایمان کے اعتبار سے اتنا بڑا فرق ہے تو پھر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کا ہم جیسوں نالائقوں کو کیا اندازہ لگے گا۔ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام یقینا اپنے اپنے عہد میں اپنی اپنی امتوں کے درمیان شان حیات پھر وصال حق ہوتے ہی معاً ممتاز شان حیات کے ساتھ اللہ تعالی نے ان کو رکھا اور رہیں۔

تو سوچنے کی بات ہے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کے مابین تنہا حق تعالی کے بعد تمام شان میں امامت وشفاعت کے ساتھ مقام محمود پر فائز ہیں۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات دنیوی بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی سے زیادہ اقوی واکمل تھی۔ عام لوگوں کی حیات کی طرح نہ تھی بلکہ منجانب اللہ حیات طیبہ مبارکہ کا بھی گروہ انبیاء ورسل سے کوئی موازنہ تھا۔ اللہ تعالی نے حیات وزندگی تمام شعبوں میں بے حد میزات اور بے شمار خواص سے مختص کیا تھا۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات میں ممتاز ہیں رفیقِ اعلیٰ میں بھی ممتاز ہیں

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی ربانی آتی تھی، تیس پارہ قرآن شاہد ہے۔
(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرعت کے ساتھ لفظ ومعانی کو اخذ کر لیتے ہیں۔
(۳) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منشاء ربانی کو من وعن جان جاتے ہیں۔
(۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی ربانی میں ادنی تردد نہیں ہوتا تھا اور یقین کی قوت

اور مستحکم ہو جاتی تھی۔

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہو جاتی تھی مگر قلب اطہر بیدار اور ہوش مند رہتا تھا۔

(۶) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ اور اس کے فرشتے درود وسلام پڑھتے ہیں، بھیجتے ہیں۔ (کیا غیر حیات والی زندگی پر اللہ سلام بھیجے گا ایک لمحہ ہی سوچ لو سلام اور وہ بھی اللہ کا) حیات کی بہت ذوقی اور ایمانی دلیل ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔

سلام بھیج کر اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(۷) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت ازواج پر اللہ تعالی نے حکم خصوصی نازل فرما دیا۔ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اس میں اشارہ ہے صراحت ہے کہ ایمان والو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کی طرح مت جانو، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ کا معاملہ خصوصی ہے۔ اور ان کی حیات تمہاری حیات اور زندگی سے بہت بلند و بالا ہے۔ وہ ابھی بھی زندہ ہیں تمہارا قریب سے سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹھ کر نماز پڑھانا آپ کے ساتھ خاص تھا دوسروں کو ایسا درست نہیں۔ دارقطنی۔

(۹) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صوم وصال رکھنا کیونکہ آپ نے فرمایا مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔

(۱۰) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زکوٰۃ واجب نہیں تھی اس لیے کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ ہیں ان کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی۔ اور انبیاء علیہم السلام اپنی عصمت کی وجہ

سے ناپاکی سے پاک اور منزہ ہیں۔ دیکھیں خصائص ۲ / ۴۸۷

(۱۱) مال غنیمت اور مال فئ میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچواں حصہ عطا کیا۔

مَا أَفَاءَ اللهُ عَلىٰ رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرىٰ فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (الحشر)

یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی کو عطا نہ ہوئی۔

وَمَآ أَفَآءَ اللهُ عَلَىٰ رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلَىٰ مَنْ يَّشَآءُ وَاللهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الحشر)

وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ۔ (انفال)

(۱۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مکہ مکرمہ میں جنگ کرنا اور بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا۔ اور حرم میں قتال اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا تھا۔

لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔

(۱۳) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ بغیر ولی کے اذن کے بغیر گواہ، بغیر مہر کے نکاح درست تھا۔ جب کہ دوسروں کے لئے جائز ہی نہیں۔ کیونکہ ولی کے اذن کے بغیر آپ اس کے والی تھے۔

النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ (احزاب)

(۱۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ عورت اللہ تعالی کے حلال کر دینے کی وجہ سے حلال تھی اور یہ بھی کہ بغیر عورت کے مشورے کے اس کا عقد کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ (احزاب)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اسی لئے دوسروں پر اس بات کو جتلاتی تھی کہ تم لوگوں کا نکاح گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے سات آسمان کے اوپر عرش اعظم پر۔ (بخاری۔ خصائص ۲ / ۴۹۷)

(۱۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالیٰ کی جانب سے اختیار تھا کہ ازواج مطہرات کے درمیان عدم تقسیم کا معاملہ کریں اور یہی مختار ہے اور صحیح ہے۔:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ۔ (احزاب)

(۱۶) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہیں ہوئی کیونکہ خاتم النبیین علیہ السلام زندہ ہیں اور زندگی میں میراث تقسیم نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کے مالک کا ملک باقی ہے اور ان کی طرف سے ان کے اہل وعیال پر خرچ کیا جائے گا، جس طرح حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کی حیات طیبہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج کرتے تھے اہل عیال پر خرچ کیا جائے گا؛ کیونکہ آپ زندہ ہیں، اسی سبب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل اور خدام پر خرچ کرتے تھے اور اسی جگہ صرف کرتے تھے جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں صرف کیا کرتے تھے۔

یہ چند نمونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام اپنی تمام شان میں تمام جہت اور اعتبار سے بلند و بالا ہیں بلکہ اعلی ہی اعلی ہیں۔

محض نام کا اشتراک ہے ورنہ
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

الغرض جس طرح حیات مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر شان ہماری سوچ سے بلند ہے آپ کا وصال بھی ہماری سوچ سے بہت بلند اور ہماری طرح نہیں ہے۔اور موت کا لفظ محض نام کا اشتراک ہے ورنہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات بھی حیات ہی حیات ہے، بصیرت کی آنکھ کھولیں اور دیکھ لیں۔یا حیات کے عقیدہ والوں کے ساتھ رہیں یہ اہلِ حق ہیں بلا ریب وشک۔

ماضی کی بحث کا نچوڑ اور ماحصل

(۱) عالم دنیا۔جو دار العمل ہے ولادت سے موت تک۔

(۲) عالم برزخ جو دار الانتظار۔

حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ۔ لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحاً فِيْمَا تَرَكْتُ، كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَاءِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔(المؤمنون ۱۰۰)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آ (کھڑی ہو) تی ہے تو اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس دنیا کو میں چھوڑ کر آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ اس کی ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک چیز کی آنے والی ہے قیامت کے دن تک۔(حضرت تھانوی)

یعنی موت سے قیامت کے دن اٹھائے جانے تک عالم برزخ ہے۔

برزخ تین چیزوں کا نام ہے

(۱) مکان (۲) زمان (۳) حال

(۱) مکان؛ قبر سے لے کر علیین و سجین تک۔

(۲) زمان؛ موت سے لے کر قیامت تک۔

(۳) حال؛ میت راحت یا عذاب کی حالت میں ہو۔ (الحاوی ج ۲ ص ۲۷۳ از علامہ سیوطی)

(۳) عالم آخرت؛ وقت مبعوث تا جنت و دوزخ۔

ان تینوں عالموں کے احکام و احوال الگ الگ اور مختلف ہیں۔

ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں فرمایا: رَبِّ أَرِنِيٓ أَنْظُرْ إِلَيْكَ۔

مگر تاب نہ لا سکے۔ حالانکہ جنت یعنی عالم آخرت میں سب مومنین کو حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ (تفصیل کے لئے عاجز کی کتاب دیدار الٰہی کا شوق کا مطالعہ کریں)

تینوں عالموں کی موت وحیات میں فرق

(۱) عالم دنیا میں موت وحیات دونوں ہیں۔ جو ہم مشاہدہ کرتے ہیں دیکھتے ہیں۔

حیات: عالم دنیا میں حیات۔ إِدْخَالُ الرُّوحِ فِي الْجَسَدِ۔

دنیا میں حیات نام ہے روح کا داخل کرنا جسم میں۔

موت: عالم دنیا میں موت۔ إِخْرَاجُ الرُّوحِ مِنَ الْجَسَدِ۔

دنیا میں موت نام ہے روح کا نکالنا جسم سے۔

(۲) عالم برزخ میں موت وحیات دونوں ہیں۔

برزخی حیات: عالم برزخ میں حیات۔ تَعَلُّقُ الرُّوْحِ بِالْجَسَدِ أَوْ بِأَجْزَاءِ الْجَسَدِ۔ روح کا تعلق جسم سے ہو یا جسم کے اجزاء سے ہو۔ یعنی روح جسم میں ہو یا جسم سے باہر ہو مگر جسم سے تعلق رکھتی ہو۔ اگر اجزاء منتشر ہیں تو بھی روح کا تعلق اجزاء سے ہوتا ہے۔

برزخی موت: عالم برزخ کی موت کے متعلق دو قول ہیں؛

(۱) قبر میں سوال و جواب کے وقت روح کا تعلق جسم سے شدید اور قوی و مضبوط ہوتا ہے۔ بعد میں اتنا تعلق رہتا ہے کہ ثواب و عذاب کا احساس ہو سکے مگر پہلے کی نسبت یہ تعلق ضعیف ہوتا ہے اور یہی ضعف اور کمزور تعلق وہاں کی موت ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ (زمر ۶۸) یعنی صَعِقَ أَيْ مَاتَ۔

ترجمہ: اور پھونکا جائے صور میں پھر بے ہوش ہو جائے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ (شیخ الہند)

محققین کے نزدیک کل دو مرتبہ نفخ ہوگا۔ (یعنی صور پھونکا جائے)

پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پھر زندے تو مردہ ہو جائیں گے۔ اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی، بعدہ دوسرا نفخہ ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آ جائیں گی، اور بیہوش کو افاقہ ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

اس آیت میں ارواح کی بے ہوشی کو موت کہا گیا ہے یعنی برزخ کی موت، مگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برزخ کی موت نہیں ہے اور حیات ہی حیات ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت فرما دی ہے اور حیات کو ثابت کیا

ہے۔

قبر کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں

مَقَرُّ الْجِسْمِ فَهُوَ قَبْرُهُ۔ جسم جہاں ہے وہیں اس کی قبر ہے، خواہ جسم اس جگہ بحالہ قرار پکڑے یا اس کے اجزاء ہوں۔ یا بالا جزاء۔ ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔ یعنی اجزاء عام ہیں انسانی شکل میں ہوں یا راکھ وغیرہ کی شکل میں ہوں۔ اس لئے کائنات عالم میں کوئی انسان ایسا نہیں جس کو قبر نہ ملے ہر ایک کو قبر ملتی ہے کسی کے لئے مدفن قبر ہے اور کسی کے لئے مقر الا جزاء قبر ہے۔ دلیل

(۱) وَلا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ (مَرْجَعُ الضَّمِيْرِ الإِنْسَانِ)

(۲) وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ۔

(۳) وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ۔

(۴) ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ (مَرْجَعُ الضَّمِيْرِ الإِنْسَانِ)

(۵) إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ۔

کیونکہ قیامت کے دن منتشر اجزاء اپنی اپنی جگہوں سے اٹھیں گے لہذا وہ مقر الا جزاء، قبر ہے۔

جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

سوال: رَبِّ أَرِنِىْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتىٰ۔ اب یہاں سوال میں موتیٰ

ہے۔

جواب: جواب میں فرمایا جارہا ہے۔ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ۔

ترجمہ: اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو پال کر اپنے لئے ہلا لو پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو اور پھر ان سب کو بلاؤ اور دیکھو تمہارے پاس دوڑ

کے چلے آویں گے۔ (بقرہ ۲۶۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مَوْتٰی منتشر الاجزاء بھی ہوتا ہے، دوسرے ان منتشر اجزاء سے روح کا تعلق بھی ہوتا ہے۔ وگرنہ فَصُرْهُنَّ اور ادْعُهُن کے کیا معنی۔

(۱) إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِيْ قَبْرِهِ۔

(۲)۔ لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ۔

(۳)۔ عَنْ عُمَرَ ابْنِ حَزْمٍ قَالَ رَآنِي النَّبِيُّ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ۔ (مشکوۃ)

(۴)۔ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ۔

(۵) مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ۔ (مشکوۃ)

ان تمام مقامات پر قبر سے مراد زمینی قبر ہے۔ اور برزخ بھی قبر کا ایک حصہ ہے خارج نہیں یہ یاد رکھیں۔

اور قبر بھی برزخ ہی کا ایک حصہ ہے دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی موت کا عقیدہ حق ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے ہر ذی روح کے لیے موت رکھا ہے دنیا میں کسی کو بھی دوام وبقا نہیں ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ کے مطابق ہر ایک کو یہاں سے اللہ تعالی کے پاس جانا ہے اور اس قانون الٰہی سے کوئی ولی و نبی خارج نہیں۔ اور خود اللہ تعالی نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی فرمایا: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ۔ (الزمر ۳۰) ترجمہ: بلاشبہ

آپ کو بھی موت آنی ہے اوران کو بھی موت آنی ہے۔

چنانچہ اس ارشاد کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ و السلام کا وصال حق ہوا۔اور صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ چن لیا، منتخب فرمالیا۔قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر فرمایا: أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَلِدُونَ (پھر اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ رہ جائیں گے)(الانبیاء۳۰)

قرآن مجید میں آل عمران میں ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللهُ الشَّاكِرِيْنَ۔ (آل عمران ۱۴۴)

ترجمہ: اور محمد خالص رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں اگر آپ کا انتقال ہوجائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔

ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام کی وفات اور وصال حق ایک قطعی اور حتمی امر ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔اور قرآن مجید میں قبل از وقت وصال کی خبر دے دی گئی تھی۔ اور متعدد صحیح اوصریح روایات میں بھی ملتا ہے۔مثلاً:

قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔۔ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور امام بخاری نے تو باب بھی قائم کیا ہے: باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

اسی وفات کے نتیجے میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت خاتم

النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کی تجہیز و تکفین اور دفن اور قبر وغیرہ کا انتظام فرمایا، اپنے ہاتھوں سے لحد مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتار کر دفن کیا یہ ایک حقیقت ہے، ثابت شدہ، جو قرآن و حدیث اور امت مسلمہ کے اتفاق اور اجماع سے ثابت ہے، جس کا کوئی شخص منکر نہیں ہے۔

عام لوگوں کی موت سے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کا فرق

پچھلے اوراق میں موت کے معنی إِخرَاجُ الرُّوْحِ عَنِ الْجَسَدِ۔ یا إِنْفِكَاكُ الرُّوْحِ عَنِ الْجَسَدِ، سے کیا گیا تھا اور عرف میں بھی موت جان نکل جانے کا نام ہے۔ علماء نے بھی موت کے معنی کیا ہے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے۔

ایک ضروری انتباہ

قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت روح نکالی جاتی ہے، اور آسمانوں پر لے جائی جاتی ہے، پھر اپنی جگہ پر جو مقرر ہے رکھی جاتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کی قبر کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اور قرآن و حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ روح جسم سے نکالنے کے بعد بھی حس وشعور، یعنی روح کا تعلق جسم سے باقی ہے۔ تبھی تو عذاب و ثواب کا معاملہ محسوس کرتا ہے۔ اور نیند میں روح جسم میں نہیں ہوتی مگر بندہ زندہ ہوتا ہے۔

روح کا تعلق جسم سے یا منقطع ہونا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے

تو اب ایک بات کھل کر سامنے آگئی کہ یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہماری سمجھ سے اور ادراک سے بہت ہی بالاتر ہے، وہ یہ کہ جب تک ہم روح کی حقیقت نہ جان

لیں اور یہ نہ سمجھ جائیں کہ جسم میں وہ داخل ہونے سے تعلق رکھنے کی کیفیت کیا ہے۔ ہم اس کے نکل جانے اور تعلق ہونے کا مطلب بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، اور جب ہمیں روح کی حقیقت معلوم ہی نہیں ہے تو اس کی صفات وافعال کا ادراک عقل نارسا سے کیسے کیا جاسکتا ہے۔

روح کا سوال حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام سے ہوا تھا تو اللہ تعالی نے بس اتنا بتلایا: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ۔

روح اللہ تعالی کا ایک امر ہے

اب امر الٰہی کو سمجھنے کی کس میں صلاحیت ہے۔ اور کون دعویٰ کر سکتا ہے۔ پھر جسم نہیں تھا تو روح تھی اور عالم ارواح میں تھی جیسا کہ حدیث میں ہے۔

اَلْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ۔

ارواح آپس میں ایک دوسرے سے متعارف رہتی ہیں اسی لیے مناسبت یا عدم مناسبت دنیا میں ہوتی ہے۔ تو امر الٰہی سے جسم میں آئی اور جسم سے تعلق ہو گیا اور یہ تعلق حالت نیند میں بھی رہتا ہے جب کہ نیند موت کی بہن ہے۔

حالت نیند میں جسم سے روح کا تعلق رہتا ہے اور روح جسم میں نہیں ہوتی

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں حیات انبیاء کو سمجھانے کے لیے حضرات انبیاء کی موت جو نص قطعی سے ثابت ہے۔ مگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی موت عام انسانوں کی موت کی طرح نہیں ذیل کی آیت سے بات آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔ پھر انشاء اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کا مفہوم بیان کیا جائے گا آیئے پہلے آیت کا مفہوم ذہن نشین کر لیجئے۔

اللّٰہُ یَتَوَفَّی الْأَنفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْأُخْرٰی إِلٰی أَجَلٍ مُّسَمًّی۔ (الزمر ۴۲)

ترجمہ: اللہ ہی قبض کرتا ہے ان روحوں کو ان کی موت کے وقت، اور ان روحوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت۔ پھر ان روحوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی روحوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ نے تصریح فرمادی اور بات واضح ہوگئی کہ روح جیسے موت کے وقت قبض ہوتی ہے اسی طرح نیند کی حالت میں بھی قبض ہوتی ہے۔ پھر موت والی روک دی جاتی ہے، اور نیند والی چھوڑ دی جاتی ہے۔ گویا وہ نیند میں بھی قبض ہوتی ہے۔ مگر باوجود اس کے سونے والا سانس لیتا ہے، اور زندہ سمجھا جاتا ہے، اور روح اس کے اندر موجود سمجھی جاتی ہے۔

حالانکہ قرآن کا ظاہر یہ ہے کہ پہلے روح قبض کی جاتی ہے بعد میں چھوڑ دی جاتی ہے۔ روح کا جسم سے تعلق اور اتصال سب امور متشابہات میں سے ہیں ان کی صحیح کیفیت کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہمارا کام ہے تمام اہل سنت کے اجماعی عقیدہ حیات انبیاء کا عقیدہ رکھیں۔ خواہ ہماری سمجھ دانی میں بات نہ آئے۔ مگر حیات انبیاء کا عقیدہ وایمان ہاتھ آجائے۔ اسی میں عافیت ومغفرت کی ضمانت ہے۔

سونے کی حالت میں موت

بخاری شریف میں حضرت حذیفہ ابن الیمان سے ۶۳۱۲ نمبر اور اور حضرت

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ٦٣٢٥ نمبر روایت موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بستر پر آرام فرماتے تو بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ أَحْيىٰ وَأَمُوْتُ سے بارگاہ حضورِ حق میں حاضری دیتے۔ اللہ آپ کے نام سے میں زندہ تھا اور مروں گا یعنی سوؤ نگا۔ اور یہ روایت امام مسلم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے رقم ٢٧١١۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِيْ وَأَنْتَ تَوَفَّاهَا لَکَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَإِنْ أَمَتَّهاَ فَاغْفِرْ لَهَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ الْعَافِيَةَ۔ (مسلم: ٢٧١٢)

جب سو کے اٹھتے تو پڑھتے: **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔**

ترجمہ: تمام تعریف صرف اللہ رب العزت کی جس نے ہمیں زندہ کیا مرنے کے بعد اور اسی کی طرف ہمیں اٹھایا جانا ہے۔

ان دعاؤں کو پڑھا جائے اس میں حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے نیند کی حالت میں روح کے قبض ہونے اور موت کا اقرار کیا ہے۔ جبکہ سونے والے کو کوئی مردہ نہیں کہا کرتا ہے، نہ ہی مردہ جانتا ہے، نہ ہی اس کی میراث تقسیم ہوتی ہے، نہ اس کی بیوی بیوہ بنتی ہے، نہ ہی اس پر عدت لازم ہے، نہ ہی بچے یتیم شمار ہوتے ہیں۔

نیند کی حالت میں قبض روح کے بعد حیات مشاہدہ ہے

بخاری شریف میں ہی۔ نمبر ٦٣١٢ و ٦٣٢٥ پر روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر مناجات فرماتے، اور اعلان کرتے کہ اللہ آپ نے ہی موت یا نیند کے بعد حیات بخشی اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ

روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے جیسا کہ اوپر حوالہ میں لکھ دیا گیا ہے۔
معلوم ہوا کہ حیات اور موت دونوں سے انسان روزانہ ہی گزرتا ہے۔

حیات اور موت سے کیا مراد ہے

قرآن مجید کی آیت۔ اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى۔ اور سوتے وقت کی دعا اور بیدار ہونے کی دعا۔

ان تمام سے ایک اہم بات ذہن میں واضح ہوتی ہے کہ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ حیات اور موت کا مفہوم اور اس سے کیا مراد ہے۔ پھر اگر ذرا بھی ایمانی ذوق ہے تو حیات النبی بہت کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔

(۱) حالت نیند میں شعور اور حرکت اختیاری ممکن نہیں۔ اس لیے اس کو موت اور قبض سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۲) امام طیبی نے بہت ہی خوبصورت بات فرمائی ہے:

حیات اور زندگی سے مقصود اور مطلوب اللہ تعالی کی رضا والے اعمال کا حصول ہے اور عذاب و عقاب والے افعال و اعمال سے امن و امان حاصل کرنا۔ جب کہ نیند کے ذریعے ان اعمال کا حاصل کرنا، ناممکن اور محال ہے۔

تو گویا آسان لفظ میں حیات و زندگی کا جو فائدہ تھا وہ نیند میں حاصل نہیں ہو پاتا۔ اس لیے اس کو موت کہا جاتا ہے یا روح کا قبض ہونا کہا گیا ہے۔

(۳) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بندہ نیند کی حالت میں ہو یا موت کی حالت میں روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے۔ کبھی ظاہری جیسے نیند میں اسی لئے تو کہتے ہیں نیند موت کی بہن ہے۔ اور باطنی طور پر جیسے موت۔ کہ ظاہری اور باطنی دونوں تعلق روح کا منقطع ہو گیا ہے۔ تاہم وہ احساس و ادراک رکھتا ہے

اور سوال بھی سمجھتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ حیات برزخ میں ہے۔

یہ ساری تفصیل تمام لوگوں کے درمیان ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے مابین

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے مگر حالت نیند میں ظاہری اعمال موقوف ہیں باطنی اعمال مسلسل اور پیہم جاری ہوتے ہیں۔ مثلاً قلوب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جس طرح حالت بیداری میں حق تعالیٰ کی جناب سے اخذ شریعت اور حاضر باش ہوتے ہیں، بعینہ اسی طرح حالت نیند میں بھی مائل بحق اور حضور حق میں ہوتے ہیں، نیند میں صرف نفاذ حکم نہیں ہوسکتا بس یہی نیند ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِیْ وَ سَنَدِیْ وَفُؤَادِ قَلْبِیْ وَرُوْحِیْ فِدَاهُ أَبِیْ وَأُمِّیْ مَحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ کُلَّ یَوْمٍ بَعَدَدِ کُلِّ ذَرَّةٍ۔ آمین

اسی کو حدیث میں۔ تَنَامُ عَیْنَایَ وَ لَا یَنَامُ قَلْبِيْ۔ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (فیض القدیر رقم ۳۳۶۷)

اب بات واضح ہوگئی کہ عام انسان کی نیند اور بیداری سے حضرات انبیاء کی ہر شان بہت ہی اعلی و بلند ہے۔ ہم نیند میں مکمل غفلت اور اعمال و افعال سے اکثر منقطع اور کٹ جاتے ہیں۔

جب کہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی نفوس کاملہ، قدسیہ کو آنکھ کے سونے یا جسم اطہر کے استراحت سے کسی بھی طرح ادنی ادراک اور شعور و آگہی میں ضعف نہیں محسوس ہوتا۔ کیونکہ تمام انبیاء علیھم السلام کی ارواح قدسیہ کو ملاء اعلی سے انتہائی گہرا اور مضبوط و مستحکم تعلق رہتا ہے۔ اسی لئے حالت نوم میں بھی ان کو بیدار نہیں کیا جاتا کہ نیند میں بھی وہ بیدار ہی ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم

علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم نیند میں ہی ملا تھا۔

إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ۔

خود حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ۔ (الفتح ۲۷)

بے شک اللہ تعالی نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع ہے۔
تھانوی

انبیاء علیہم السلام کا نیند میں امر الہی کو اخذ کرنا حیات کی دلیل

تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ (ابو داود۔ رقم ۲۰۲۰۔ احمد ۱۹۱۲)

تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ (بخاری ۳۵۶۹)

إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ (بخاری: ۲۰۱۳ مسلم: ۷۳۸، ترمذی ۴۳۹)

اوپر کی آیت اور مذکورہ احادیث سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کی آنکھ سو جاتی تھی اور قلب اطہر بیدار رہتا تھا جب کہ نیند میں قبض روح آیت سے واضح ہے۔ پھر حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شان کتنی بلند اور ہماری سوچ سے بلند ہے کہ نیند میں بھی بیداری ہوتی ہے اور اخذ حکم الہی اس کی کھلی دلیل ہے جب کہ تمام انسان نیند میں بے شعور ہوتا ہے اور حضرات انبیاء بیدار ہوتے ہیں۔

اور حیات والے اعمال یعنی امر الہی کو قبول کرنا اور اعمال میں مشغول رہنا ہی حیات کی دلیل ہے۔

بہر حال موت سے روح کا تعلق جسم سے منقطع ہوتا ہے یعنی جسم میں تصرفات نہیں کر سکتی، لیکن یہ انقطاع تعلق کیسے ہوتا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ جسم سے نکل جاتی ہے حقیقت اس کی اللہ کو معلوم ہے۔ یہ عام لوگوں کے حق میں ہے نہ

کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں۔ انبیاء علیہم السلام کی روح قلب میں سمٹ جاتی ہے یا لوگوں کی نگاہ سے چھپا دی جاتی ہے۔ یہی ان کے حق میں ہوتا ہے۔

موت کا صحیح مفہوم حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت

انبیاء علیہم السلام کی موت کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانئ دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: حیات انبیاء علیہم السلام کی ذاتی صفت ہے اوروں کی عارضی۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام سے حیات کا انقطاع نہیں ہوتا، اور نہ روح نکلتی ہے۔ بلکہ جسم سے سمٹ کر دل میں مرکوز ہو جاتی ہے اس طرح اس کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ جسم میں عام دنیوی زندگی کی طرح تصرفات نہیں کرتی نہ دنیوی امور میں مشغول اور نہ مکلف ہوتی ہے۔ روح کے سمٹ جانے سے جسمانی حواس معطل ہو جاتے ہیں، یہی انبیاء علیہم السلام کی موت ہے۔

جس کے بعد وہ اوروں کی طرح دنیا سے منقطع ہو کر اوروں کی طرح قبروں میں دفن کر دیے جاتے ہیں، اسی روح سے ان کے مبارک اجسام میں ادراک و احساس موجود ہوتا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا، فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى۔

اس آیت سے حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ کی بصیرت افروز توجیہ کی تائید وتقویت ہوتی ہے۔

اس تحقیق پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نانوتوی کو داد تحسین دی تھی کہ آیت سے نانوتوی کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔ نیز حضرت نانوتوی کے ارشاد کے مطابق اگر وہ سمٹ کر جسم کے اندر تصرفات سے علیحدہ ہو جائے جس سے سارے حواس معطل ہو جائیں اور اسی کو انقطاع تعلق یا قبض روح سمجھا جائے تو اس میں کون سا اشکال لازم آتا ہے؟

سکتہ کی بیماری میں بسا اوقات سانس تک نہیں چلتا نہ نبض چلتی ہے نہ دل کی حرکت محسوس ہوتی ہے پھر بھی بیمار زندہ ہوتا ہے اور روح اس کے اندر سمجھی جاتی ہے۔

تاہم موت تعطل حواس یا انقطاع تعلق کی صورت کیا ہوتی ہے؟

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ روح نکل جائے۔

ایک یہ کہ روح قلب میں سمٹ جائے۔ جیسے ایک کمرے میں چراغ جل رہا ہے اس پر برتن اوندھا کر کے رکھ دیا جائے، یا اس کو صندوق میں بند کر کے رکھ دیا۔ بس اس کا تعلق کمرے سے منقطع ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں چراغ روشن ہے ہماری نگاہوں سے اوجھل کر دیا گیا ہے۔ بس حیات انبیاء کو یوں ہی سمجھو۔

عام لوگوں کی قبر کی زندگی سے انبیاء علیہم السلام کی قبر کی زندگی کا فرق

اہل اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں بعضوں کو عذاب بعضوں کو راحت ہوتی ہے، نیز عذاب قبر کا ماننا تواتر کی وجہ سے ضروری ہے۔

اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ راحت وتکلیف کا احساس وادراک ہوتا ہے۔

مگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں خود خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھا کرتے ہیں، قریب سے درود وسلام سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیا کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل قدرے آرہی ہے انشاء اللہ۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت اقدس محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بارے میں اکابر علماء دیوبند کا مسلک اور عقیدہ یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں۔ اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شریعت کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود وسلام پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنہ والجماعت کا مسلک ہے۔

نیز خوب ذہن نشین کرلیں کہ قبر اور برزخ میں جو حیات انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے وہ حق اور صحیح ہے، اس میں رتی بھر شک نہیں ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور یہ آیات کسی نص قطعی کے مخالف نہیں جس نے اس کو مخالف سمجھا ہے وہ کوتاہ فہمی کا شکار ہے۔

مسئلہ حیات النبی پر گفتگو کرنے کا طریقہ

چار بنیادی الگ الگ اور جدا جدا عقیدہ ہے، جن کو خلط ملط اور مخلوط اور گڈ مڈ کر کے آسان اور سہل چیزوں کو الجھا دیا جاتا ہے۔

جبکہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجماعی مسئلہ ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں ضروری حوالہ جات کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کردیا جائے گا انشاءاللہ۔

(۱)۔مَوْتُ الدُّنْیَوِیَّۃِ:

دنیاوی موت میں کوئی نزاع اوراختلاف نہیں وہ بالاتفاق حضور خاتم النبیین علیہ السلام پرواقع ہوئی۔جیسا کہ اوپر بیان کردیا گیا۔اور یہ بھی واضح اورصاف کردیا گیا کہ عام لوگوں کی موت اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی موت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔اور یہ بھی آپ کو بتادیا گیا تھا کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب میں سے قبض کرلیتے ہیں اورسوان کے اوروں کی ارواح کو خارج کردیتے ہیں۔(جمال قاسمی:۱۵)

بالجملہ موت انبیاء علیہم السلام اورموت عوام میں زمین وآسمان کا فرق ہے، وہاں استتار حیات زیر پردہ موت ہےاور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے۔(آب حیات ۱۶۸)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اولا وبالذات حیات دنیا میں انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتی ہےاوردوسروں کو بالعرض۔یعنی عارضی طورپر۔

توحضرات انبیاء علیہم السلام کی موت کا مطلب یہ ہوا کہ روح مبارک کو جسد اطہر کے تمام اطراف وجوانب سے سمیٹ کر مثلادل پراکٹھا کردیا گیااوراعضاء پرموت طاری ہوئی اوروہ بے حس وحرکت ہوگئے،لیکن دل مبارک کی بھی بظاہر حرکت باقی نہ رہی،جس طرح کے بعض اوقات سکتہ کہ آدمی زندہ ہوتا ہے مگر حرکت نہیں۔واللہ اعلم

دنیوی موت کی آیات کو بعد الموت حیات کی رد میں پیش کرنا دھوکہ ہے

لہذا دنیوی موت کی آیات کو حضرات انبیاء کی بعد الموت جو حیات اجماعی ہے اس پر پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہی دھوکہ منکرین حیات کو لگ گیا ہے اور علمی چوک اور دھوکہ لگ گیا ہے کہ دنیا کی موت کی آیت کو بعد الموت کی حیات کے انکار میں پیش کر دیتے ہیں۔ جبکہ دنیوی موت کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ اور ہمارا دعوی دنیا کی موت کے بعد حیات کا عقیدہ ہے اور بعد موت حیات کی ہم دلیل پیش کریں گے۔ جب کہ مخالفین کے پاس بعد الموت کی حیات نہ ہونے پر ایک بھی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ پھر ذیل کی آیات دلیل میں پیش کرنا سراسر دھوکہ دہی اور غلط ہے۔ مثلاً

(۱)۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ ۔ وَمَنْ يَّنقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللهَ شَيْئًا، وَسَيَجْزِى اللهُ الشَّاكِرِيْنَ۔ (آل عمران)

(۲)۔ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ۔

(۳)۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔

(۴)۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۔

(۵)۔ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ۔

(۶)۔ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۔

(۷)۔ اللهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى۔

ان تمام آیات میں دنیوی موت کا ذکر ہے نہ کہ بعد الموت حیات کا رد و انکار۔ خوب یاد رکھیں، دھوکہ نہ کھائیں، منکرین حیات اِن آیتوں کو پیش کر کے دھوکا دیتے ہیں۔

(۲) حَیاۃُ الرُّوۡحِ:

روح کی زندگی پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کی روح اعلی علیین میں ہے اور جسد مبارک کے ساتھ حیات حاصل ہے، تبھی تو نماز پڑھتے ہیں اور قریب سے درود وسلام پڑھنے والے کا درود وسلام سنتے ہیں۔ تفصیل آرہی ہے۔

(۳) جَسَدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْفُوْظٌ فِيْ الرَّوْضَةِ الْمُبَارَكَةِ۔

خاتم النبیین علیہ الصلاۃ و السلام کا جسد أَطْهَرُ، أَنْوَرُ، أَزْكىٰ، أَطْيَبُ، أَحْسَنُ، أَجْمَلُ، أَعْيَنُ، أَحْلىٰ، أَلَذُّ، أَبْقىٰ۔ اَلْآن كَمَا كَانَ۔ ابھی بھی اسی طرح ہے جس طرح تر وتازہ دنیا میں تھا، باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل سچ اور حق فرمایا:

وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ جَسَدَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ الْأَرْضِ طَرِىٌّ مَطْرًا

(الروح: ۱۱۱)

یہ بات یقین محکم کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کا جسد مبارک اسی طرح تر وتازہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِكَ وَمِدَادَ

كَلِمَاتِکَ وَزِنَةَ عَرْشِکَ وَرِضَا نَفْسِکَ وَبِعَدَدِ صَلَّيْتَ أَنْتَ وَمَلَائِكَتُکَ وَمَخْلُوقَاتُکَ وَبِعَدَدِ يُصَلِّيْ أَنْتَ وَمَلَائِكَتُکَ وَخَلَائِقُکَ عَلٰى سَيِّدِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَإِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ وَصَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْحَوْضِ وَالْكَوْثَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً۔

کیونکہ خود خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمادیا صحابہ کے سوال پر کہ ہمارا درود وسلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور کس طرح پیش ہوگا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت ہی ایمان پرور ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ (نسائی رقم ۱۳۷۴۔ ابو داؤد ۱۰۴۰۔ ابن ماجہ ۱۰۸۵۔ احمد۔ وھو حدیث صحیح)

اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو فنا کر دے، کھائے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا جسم مبارک اپنے روضہ میں ہر قسم کی حفاظت میں ہے اور حیات ہے اور حیات والی چیز کو زمین نہیں کھاتی۔

مذکورہ پہلی تینوں باتوں میں تمام امت کا اتفاق واجماع ہے

(۴) حَيَاةُ جَسَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّوْضَةِ الْمُبَارَكَةِ اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارک اپنی زمینی قبور میں زندہ سلامت ہیں، تب ہی تو درود وسلام سن کر جواب دیتے ہیں اور بہت ہی مشہور حدیث صحیح ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔ (ابو یعلیٰ رقم ۳۴۲۵.

مجمع الزوائد ۸/۲۱۱۔ ابن حجر، فتح الباری ۶/۴۸۶۔ حیات الانبیاء للبیھقی ۱۔ شفاء السقام ۱۳۴۔ مدارج النبوۃ ۲/۴۴۷)

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز کا پڑھنا یہ حیات کا عمل ہے اور زندہ ہی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور یہ عمل بھی جسم و جسد کا ہے نہ کہ روح کا۔ دلائل کے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تفصیلی آئے گا۔ جبکہ غیر مقلدین اور بدعقل و کم فہم اور غیر مقلدین میں بھی بعض بے شعور اور ہٹ دھرم لوگ اس حیات کو ماننے سے کتراتے ہیں۔

اور استغفر اللہ ان کے نزدیک بے حس، بے جان، بے شعور، بے علم، اور تمام کمالات حیات سے خالی جسم و جسد مراد ہے۔ العیاذ باللہ۔ معاذ اللہ۔

اس مختصر رسالے میں اب دلائل اس بات پر پیش کیا جائے گا کہ ہماری آنکھ کے نور، دل کے سرور، حضور پرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین اپنے روضہ اقدس میں اپنے اصلی دنیوی جسم مبارک کے ساتھ زندہ سلامت ہیں اور روضہ اقدس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد مبارک صفت حیات والے اعمال بھی ادا کرتے ہیں، جیسے نماز، سلام کا جواب وغیرہ، جیسا کہ آئندہ اوراق میں آرہا ہے۔

خصوصیات بعد از وفات سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری غسل پہلے سے پہنے ہوئے کپڑوں میں ہی دیا گیا اور کرتا تک جسد اطہر سے نہ اتارا گیا۔ کیونکہ زندہ کا کپڑا نہیں اتارا جاتا۔

(۲)۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ عام اموات مسلمین کی طرح نہیں

پڑھی گئی بلکہ معروف نماز جنازہ کی بجائے۔ صرف صلوۃ وسلام عرض کیا گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کے اعتراف کے ساتھ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کی گئی۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ دَائِماً وَ أَبَداً وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً۔

(الف) نیز صرف اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرشتوں کی جماعت کے ساتھ غسل دینا۔

(ب) بعد از غسل تمام اہل بیت کا حجرہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالی کر کے باہر چلا جانا۔

(ج) پہلے جبریل علیہ السلام پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت کا فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ داخل ہو کر رحمت کے نزول کی دعا کرنا اور صلاۃ وسلام پیش کرنا۔

(د) پھر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرشتوں کی جماعت کے ساتھ صلاۃ و سلام پڑھنا۔ (تفصیل دیکھئے ترجمان السنہ ۲/ ۲۶۳۔ خصائص کبریٰ ۲/ ۲۷۶)

بعد الوفات امت کا صلاۃ وسلام فرداً فرداً حیات کی دلیل ہے

(و) علامہ سہیلی نے فرمایا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً۔

اس آیت میں ہر مسلمان کو فرداً فرداً صلاۃ وسلام کا حکم ہے اور یہ حکم آپ کی دنیوی حیات میں جس طرح تھا وفات کے بعد بھی بغیر امام کے فردا فردا امت پر

فرض ہے۔ لہذا ملائکہ، اہل بیت اور صحابہ نے بغیر امام کے اس فریضہ کو تنہا تنہا ادا کیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَبَارِکْ عَلیٰ خَاتَمِ النَّبِیِّینَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

چنانچہ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوئے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر یہ پڑھا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ: أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ مَا أُنْزِلَ إِلَیْهِ، وَنَصَحَ لِأُمَّتِهٖ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی أَعَزَّ اللّٰهُ وَتَمَّتْ کَلِمَتُهُ فَاجْعَلْنَا یَا إِلٰهَنَا مِمَّنْ یَّتَّبِعُ الْقَوْلَ لِلَّذِیْ أُنْزِلَ مَعَهُ وَاجْمَعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُ حَتّٰی یَعْرِفَنَا وَنَعْرِفَهُ فَإِنَّهُ کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفاً رَّحِیْماً، لَا نَبْتَغِیْ بِالْإِیْمَانِ بَدَلاً وَلَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَناً۔

ترجمہ: سلام ہو آپ پر، اے اللہ کے نبی اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ پہنچا دیا جو اس پر اتارا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی خیر خواہی کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کیا، اور اس کا بول بالا ہوا، اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے بنا جنہوں نے آپ کی وحی کا اتباع کیا، اور ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمع کر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں پر بڑے مہربان تھے۔ ہم اپنے ایمان کا کوئی معاوضہ اور قیمت نہیں چاہتے۔ (دیکھیں عاجز کی کتاب سچے اور جھوٹے نبی کا فرق نمبر ۹)

مذکورہ تمام شہادتیں ان دلائل کو مضبوط کرتی ہیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ

ہیں اور جس طرح زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کیا گیا۔ روح کے قلب اطہر میں سمٹ جانے کے بعد بھی صحابہ نے زندہ ہی جانا اور معروف نماز جنازہ اور جنازہ کی دعا نہیں پڑھی۔ بلکہ فرداً فرداً یعنی تنہا تنہا، اکیلے اکیلے، حضرات صحابہ نے ہمارے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کیا۔

(۳) حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں بھی عام مردوں کی طرح جلدی نہیں کی گئی اور تقریباً پونے دو دن گزر جانے کے بعد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا اور اس غیر معمولی تاخیر میں کوئی حرج نہیں سمجھا گیا، نہ ہی کوئی اندیشہ محسوس کیا گیا، نہ ہی کسی ایک صحابی نے اس معاملے میں جلدی کرنے کا تقاضہ کیا۔ (جبکہ عام میت اور مردوں کو جلد سے جلد دفن کرنے کا حکم شریعت میں تاکیدی ہے) یہ اختصاصات ہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سب میں پوشیدہ آپ کی حیات ہے۔

سچے نبی کی روح جہاں وہ دفن ہونا چاہتے ہیں قبض کی جاتی ہے

(۴) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیاوی زندگی کے عزیز اور ہر دلعزیز مسکن و مقام اور اسی مکان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت تک کے لیے قیام گاہ بنایا گیا۔ کیونکہ ترمذی میں نمبر ۱۰۰۲ حدیث ہے اماں عائشہ رضی اللہ عنہ سے کہ دفن کے مسئلہ میں صحابہ میں آپس میں مشورہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

سَمِعۡتُ مِنۡ رَسُوۡلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ شَيۡئاً مَّا نَسِيۡتُهُ قَالَ: مَا قَبَضَ اللهُ نَبِيّاً إِلَّا فِي الۡمَوۡضِعِ الَّذِيۡ يُحِبُّ أَنۡ يُدۡفَنَ فِيۡهِ، فَدَفَنُوۡهُ فِيۡ مَوۡضِعِ فِرَاشِهٖ۔ (ترجمان السنة ۲۶۵/۳)

میں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ سنا ہے جس کو بھولا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی نبی کی روح قبض نہیں کرتے مگر

اس جگہ جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتا ہے۔ پس صحابہ نے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے بستر کی جگہ میں دفن کیا۔

بات بہت ہی سہل و آسان ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی جس طرح حیات ممتاز ہوتی ہے ان کی وفات میں بھی امتیاز ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مبارک اجسام زندوں کی طرح زمین کی تخریبی اثرات سے محفوظ رہتے ہیں، کیونکہ وہ زندہ ہیں، اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ وہ ہر جگہ دفن نہیں ہوتے ہیں، وہ وہیں دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی تمنا ہوتی ہے۔

بحالتِ بیداری نبی کی آرام گاہ بدلی نہیں جاتی ہے

میرا ذاتی ذوق یہ ہے کہ وہ جس جگہ دنیا میں آرام فرما رہے تھے اور رفیق اعلی کے پاس تشریف لے گئے، وہی جگہ تا قیامت آرام گاہ رہے گی ان کی آرام گاہ سے کسی کو ہرگز اختیار نہیں کہ ان کی جگہ بدل دے۔ پھر جب کہ وہ زندہ ہیں تو زندہ پھر نبی اور آخر النبی اور یُحِبُّ أَنْ یُدْفَنَ فِیهِ۔ اس جملے میں خواہش نبی اور آرزوئے نبی اور تمنائے نبی بھی واضح ہوگئی۔ زندہ نبی کی خواہش کو ابوبکر و عمر اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خوب سمجھا اور عمل کیا۔ جزاھم اللہ خیرا۔ گویا ہر دو حیات والی زندگی نبی کی آرام گاہ ایک ہی ہوتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِيْ وَسَنَدِيْ وَقُرَّةِ عَیْنِیْ وَفُؤَادِ قَلْبِيْ وَ فِدَاهُ أَبِيْ وَأُمِّيْ أَلْفَ أَلْفَ صَلَاةٍ وَّ سَلَاماً أَبَداً۔

زندہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ کو کیسے کوئی بدل سکتا ہے جس طرح جگہ بدلی نہ گئی حیات میں بھی تبدیلی نہ آئی۔ اور پہلے سے قوی حیات اور اکمل و اعلی حیات ہے اور اس پر قرآن کی شہادت موجود ہے۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى۔ (سورۃ الضحیٰ: ۴)

یعنی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری آرام گاہ باغِ جنت ہے

(۵)۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات کے درمیان ایک خصوصیت کی بھی حامل ہے۔ جبکہ حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے۔ مگر یہ خصوصیت صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے۔

مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔ (صحیح بخاری کتاب التہجد، باب فضل ما بین القبر والمنبر رقم ۱۱۹۵)

اس حدیث سے واضح طور پر کھل کر بات سامنے آگئی اور حقیقت نکھر گئی کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری آرام گاہ اور قبر مبارک جنت کے اندر ہی ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر خود ہی باغ جنت ہے۔ اور یہ بھی ظاہر و باہر ہے کہ اس حصے کو جنت کی کیاری یا باغ ہونے کا شرف حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے ملا ہے اور یہ بھی بدیہی طور پر ثابت شدہ امر ہے کہ جنت کی ہر چیز کو حیات ابدی، دائمی، سرمدی حاصل ہے۔ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات اس کرہ زمین کے جنت کے اندر ہے تو کیا جنت میں بھی حیات کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ اور یہ جنت منبر نبوی اور روضہ کے درمیان ہے۔ اس حقیقت سے انکار دانائی نہیں۔ اور یہ شرف صرف اور صرف ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین کو ہے کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے جنت میں حیات جسمانی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ اگر کسی کو نظر نہیں آئے تو وہ اس کی ایمانی بصیرت کا قصور ہے، ذوق قرآن وحدیث کی فہم وفراست کا

فتور ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے اجساد جنت کی مٹی سے پیدا کیے جاتے ہیں

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا وَقَدْ ذُرَّ عَلَيْهِ مِنْ تُرَابِ حُفْرَتِهِ۔ (الجامع لأحكام القرآن، تفسير القرطبى، ج: ۱۱، ص: ۲۱۰، ط: دار الكتاب المصرية القاهره، مصر)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس جگہ بندہ کی قبر بنتی ہے اسی جگہ سے اس بندے کی مٹی اٹھا کر کے اسے پیدا کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف کی روایت سے حجرہ مبارک کا جسے اب روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمادیا تھا کہ میرے گھر (جو دراصل حجرہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہے) اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے، اور یہیں اب قیامت تک حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرامگاہ ہے، اور اسی جنت کے ٹکڑے کی تربت سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اطہر وانور بنا ہے اور وہ آج بھی جنت میں ہے۔ اور ہماری نگاہوں کا نور وسرور اور ہزار مسرت وسکون کا باعث ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ تُنْبَتُ أَجْسَادُنَا عَلَى أَرْوَاحِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (الخصائص الكبرى، باب: الآية فى حفظه صلى الله عليه وآله وسلم من الاحتلام، ج: ۱، ص: ۱۲۰، ط: دار الكتاب العلمية بيروت لبنان)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ جنت والی پاکیزہ

مٹی سے پیدا کیے جاتے ہیں۔

لیجیئے اللہ جزائے خیر دے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو خوب بات صاف اور واضح ہوگئی کہ تمام ہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد و اجسام جنت کی پاکیزہ تربت و مٹی سے پیدا کیے جاتے ہیں۔

ایک اور بھی مسئلہ حل ہوگیا

یہاں یہ بات بھی اب کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حدیث شریف میں جو یہ آیا ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجَسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ (ابن ماجه)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ سو اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں اور رزق دیا جاتا ہے۔

جب انبیاء علیہم السلام کے اجساد جنت کی مٹی سے بنے ہوئے ہوتے ہیں تو ان کو دنیاوی مٹی کیسے کھا سکتی ہے۔ پھر نکتہ کی بات بھی یاد رکھنی ہے۔

نکتہ کی بات یاد رکھیں

جنت کی ہر چیز کو دائمی اور دوامی حیات کا عقیدہ تمام اہل اسلام کا ہے۔ اس نکتہ سے حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ کی بات بہت ہی قابل صواب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیات سلب نہیں ہوئی۔ حیات ہماری نگاہوں سے ساتر ہوگئی چھپ گئی۔ جیسے خود جنت کا وجود ہے، مگر وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل اور چھپی ہوئی ہے اور یہاں تو معاملہ بہت ہی قابل صد ہزار افتخار ہے کہ:

رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔

تو ہماری اور پوری امت کے سامنے ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمارے درمیان، قرآن مجید کی شہادت: وَأَنْتَ فِيهِمْ کے رو سے موجود ہیں۔ اور حیات ہی کو تو ذہن نشین کرنے کے لئے ارشاد ثبت ہوا کہ دنیاوی مٹی انبیاء علیہم السلام کے طاہر و مطہر اجساد کو کھا ہی نہیں سکتی اور پھر حیات کو خوب مؤکد کرنے کے لئے ارشاد ہوا:

فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔

اب اتنی کھلی ہوئی وضاحت اور صراحت کے بعد بھی کسی کی عقل نبوی ارشاد کو سمجھنے سے قاصر ہو تو ہم پڑھیں گے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کا جسد اطہر جنت کی تربت سے بنا ہوا تھا تو پھر اس کی حیات دائمی اور سرمدی ہوئی اور قاسم الخیرات قدس سرہ کی الہامی تحقیق کہ حیات قلب اطہر میں سمٹ گئی اور یہی ہوا جنتی جسم اطہر کے ساتھ چونکہ سلام سننا اور جواب عطا کرنا اس کو اور بھی مؤکد کر دیتا ہے۔ واللہ اعلم

حضرات شیخین کو بھی مل گیا ختم الرسل کے ساتھ باغ جنت

انسان کی قبر بھی وہیں بنتی ہے جہاں کی مٹی سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے۔ حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بھی بارگاہ رب العزت سے شرف قبولیت کا اندازہ لگایئے کہ باغ جنت کی ہی تربت و مٹی سے ان کی تخلیق ہوئی کیونکہ دونوں ہی روضة من رياض الجنة میں ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ آج بھی موجود اور باغ جنت میں مقیم و مکین ہیں۔

معلوم ہوا کہ خلاق عالم نے جس تربت سے ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا، اسی تربت کے جوار کی تربت سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی وجود بخشا۔

اس لیے حضرات شیخین دنیا میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہی بنے رہے اور ریاض الجنۃ میں آج بھی ہمراہی ہیں، یہ شرف محض اللہ تعالی کی عطا ہے۔ ابو بکر و عمر سے دل کو صاف شفاف رکھنا اعلی ایمان کی دلیل ہے جبکہ ان سے کدورت اور غل و غش رکھنا نفاق سے بھی زیادہ خطرناک عمل ہے۔ درمیان میں یہ بات آ گئی جو جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔

علمائے دیوبند حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کو جنت کا ٹکڑا مان کر اعلی حیات کے قائل ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالی نے جنت الفردوس کو بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا ہے، جنت الفردوس کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آ جانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک میں اعلی حیات پر دلیل ہے اور اللہ تعالی کے حکم سے روضہ اقدس کی زمین کو قیامت میں جنت کے اندر منتقل کر دیا جائے گا۔ (فتح الملہم۔ کتاب الحج۔ باب فضل ما بین قبرہ رقم الحدیث: ۳۳۰۰)

(٦)۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو ہدایت کر دی تھی کہ نبی وراثت نہیں چھوڑتا اور نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ سیدھی بات ہے زندہ آدمی کا وارث یا وراثت نہیں ہوتا۔ بخاری و مسلم میں روایت ہے۔

لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔

بزرگوں کا قول ہے۔ اَلْأَنْبِيَاءُ لَا يَشْهَدُوْنَ مِلْكاً مَعَ اللهِ۔

یعنی انبیاء علیہم السلام اللہ تعالی کے سامنے کسی کی ملکیت کو نہیں دیکھتے۔ عوام کے سامنے یہ ملکیت پوشیدہ ہے اس لئے وہ مجازی مالک بنتے ہیں۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام چیزوں کی ملکیت حق تعالیٰ کی جانتے ہیں

اور حق تعالیٰ کی جانب سے متولّی اور منتفع اور مستفید ہونے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اور نہ وفات کے بعد میں وراثت اور وصیت جاری ہوتی ہے اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ میں ان کا جو مصرف تھا اور جس نظام کے تحت ازواج مطہرات کا نان ونفقہ دیا جاتا تھا وہ چیزیں خلافت کی تولیت میں رہیں اور مصرف پر خرچ کیا گیا۔ گویا کہ حضور حیات سے ہیں ان کو نان ونفقہ بدستور ملتا رہا۔

کیونکہ صاحب حیات ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تھی تو کیسے کسی کو دیا جاتا، وراثت تو ملکیت کے ختم ہونے سے ہوتی ہے وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تولیت میں تھی خلفاء محض نگراں تھے۔

(۷) حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کا یہ حق سمجھا گیا کہ وہ اپنے مسکونہ حجرات کو پوری زندگی اپنے استعمال میں رکھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین جن مد سے ان کو نفقہ دیتے تھے وہ اپنا نفقہ تا حیات حاصل کرتی رہیں۔ جیسا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ میں ان کے سامنے امہات المومنین رضی اللہ عنھن کو یہ دونوں حق حاصل تھا۔

حجرہ مسکونہ میں تاحیات قیام اور نفقہ بدستور ملتا رہا یہ حیات النبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی واضح دلیل ہے۔ ورنہ یہ ایک مدت تک ہی ملتا۔ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے تاحیات ملتا رہا۔ کیونکہ عام مسلمانوں کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کے یہ حقوق صرف عدت کی مختصر مدت تک ہی رہتے ہیں۔

مگر امہات المومنین کو شریعت نے بیوہ کی فہرست میں نہیں رکھا کہ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کا رشتہ نکاح حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عقیدے کے تحت قائم ودائم قیامت تک ابدی وباقی ہے اس

لیے قرآن حکیم نے: وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا (احزاب ۵۳) کہہ کر حکم نازل فرمایا۔

یعنی اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور نہ جائز ہے کہ تم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ آخر ایسا کیوں؟ ابدی حیات النبی کے عقیدہ کے تحت امہات المومنین کا رشتہ بدستور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے باقی ہے اور زندہ کی ازواج سے شادی نہیں کی جاتی۔ تفصیل گزر گئی ہے۔

اور حیات کا اصل مقصد ہوتا ہے اعمال ظاہرہ، وہ بھی انبیاء علیہم السلام کو مکمل حاصل ہے، نیز حیات ایک امر الٰہی ہے وہ بھی حضرات انبیاء کو مکمل بدستور ملی ہوئی ہے، پھر لوگوں کو شک کیوں ہے؟ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ تَنَامُ أَعْيُنُنَا وَ لَا تَنَامُ قُلُوْبُنَا (خصائص)

ہم لوگ جو انبیاء علیہم السلام ہیں ہماری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سویا کرتے ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ عَيْنَاهُمْ وَ لَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ۔ (بخاری)

انبیاء کرام کی صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں؛

عَدَمُ نَقْضِ الْوُضُوْءِ بِالنَّوْمِ مِنْ خَصَائِصِ الْأَنْبِيَاءِ۔ (العرف الشذی ۵۰۔)

نیند میں وضو کا نہ ٹوٹنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ادراک اور مکمل شعور بیدار رہتا ہے۔

اس لیے حالت نیند میں بھی جو ادراکات ہوتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی وحی

سمجھے جاتے ہیں اوراس پر خود شاہد ہے، امام ترمذی نقل کرتے ہیں۔

رُؤْیَا الْأَنْبِیَاءِ وَحْيٌ ۔ ترمذی

اس لئے انبیاء علیہم السلام کی نیند اور دوسروں کی نیند میں بہت فرق ہوتا ہے، اور زندگی کے ہر مقام پر زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے منامی یعنی خواب کے ادراکات بھی وحی کا مقام رکھتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا لَا نُوْقِظُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهِ إِذَا نَامَ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ (صحیح مسلم ۱/۲۴ رقم ۶۸۲)

ہم حضرت خاتم النبیین ﷺ کو نیند سے کبھی نہ جگاتے تھے جب تک کہ نبی ﷺ خود بیدار نہ ہو جاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب امر الٰہی سے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ان کے ساتھ تھے جب عین منزل مقصود پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھ لگ گئی۔ تو حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا:

لَا أُوْقِظُهُ۔ (بخاری جلد ۳ ص ۶۸۹)

آپ کو نیند سے بیدار نہیں کروں گا۔

انبیاء علیہم السلام کو خواب استراحت سے اس لیے نہیں اٹھایا جاتا کہ معلوم نہیں اُن پر کیا اسرار الٰہی منکشف ہو رہے ہوں۔

صاحب ترجمان السنہ کی رائے

جب ان کی نیند آنکھوں تک محدود ہوتی ہے تو اس سے ان کی موت کا کوئی اندازہ بھی کر لینا چاہیے؛ کیونکہ اَلنَّوْمُ أَخُو الْمَوْتِ مشہور ہے وہ بھی نیند کی طرح

ان پر طاری ضرور ہوتی ہے مگر عام بشر کی موت کی طرح نہیں۔ یہاں بھی ان کو بڑا امتیاز حاصل ہوتا ہے حتی کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان پر زندہ کا اطلاق آیا ہے۔(ترجمان السنہ ۳/ ۴۵۸)

ایک اہم خصوصیت جس سے سارے شکوک وشبہات ختم ہوجاتے ہیں

حضرت خاتم النبیین ﷺ جب رفیق اعلی میں تشریف لے گئے تو اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق مقام سخ میں تھے جب تشریف لائے تو حضرت خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ انور سے چادر مبارک ہٹائی و اٹھائی، اور خاتم النبیین ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ لیا اور بے اختیار آہ وبکا طاری ہوگیا، دھاڑیں مار کر رونے لگے اور خاتم النبیین ﷺ کو مخاطب فرما کر خطاب کیا، عرض کیا اور کہا۔

بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ طِبْتَ حَيّاً وَّمَيِّتاً، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يُذِيْقُکَ اللهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَداً۔ (بخاری: ۱/۵۱۰)

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ حیات اور موت دونوں حالتوں، کیفیتوں میں نہایت پاکیزہ ہیں۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالی آپ ﷺ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔ جو موت مقدر تھی اللہ تبارک و تعالی کی جانب سے آپ ﷺ کے لئے وہ آپ ﷺ پر وارد ہو چکی ہے۔

اور ایک دوسری روایت سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے تھے تو راستے میں آتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن لی تھی کہ حضور ﷺ پر جو صورت حال وارد ہے، پیش ہے وہ موت نہیں ہے۔

کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا تھا:

مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے:

وَاللّٰہِ مَا کَانَ یَقَعُ فِیْ نَفْسِیْ إِلَّا ذَاکَ۔

یعنی اللہ کی قسم میرے ضمیر کا یہی فیصلہ تھا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو کیفیت وارد ہے وہ موت ہرگز نہیں۔

جب خیر امت رسول اللہ تشریف لے آئے تو:

فَکَشَفَ عَنْ وَجْھِہٖ ثُمَّ أَکَبَّ عَلَیْہِ فَقَبَّلَہٗ وَبَکٰی ثُمَّ قَالَ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ، وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ، أَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِيْ کُتِبَتْ عَلَیْکَ فَقَدْ مِتَّھَا۔ (بخاری کتاب المغازی ۳/۶۴۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ انور واطہر سے کپڑا اٹھایا۔ اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جھک پڑے، بوسہ دیا اور رو پڑے پھر فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ جو موت کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کا ذائقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چکھ چکے۔

پچھلے اوراق میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے کہ **کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ** کے تحت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موت کا تذکرہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی کر رہے ہیں۔ اور اس کا کوئی انکار کر بھی نہیں سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوسری موت نہیں

دوسری بات جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاف اور واضح کردی وہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو موت نہیں ہوگی، اور جو قدرت کی جانب سے ہر نفس کیلئے

مقدر ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہوئی مگر عام لوگون کی طرح نہیں اپنے نبوی اور خاتمیت کے نمایاں اور غیر معمولی امتیاز کے ساتھ اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قبر شریف میں پھر ایسی حیات دائمہ، مستمرہ، ابدیہ، سرمدیہ، خالدیہ، حاصل ہو چکی ہے کہ اَب اس کے بعد پھر کبھی ورودِ موت نہ ہوگا، اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

یاد رکھنے کی بات وعقیدۂ اہل سنت

یہ دونوں موتیں (ایک اسی دنیا میں دوسری قبر میں) انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی ہر انسان پر وارد ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو دوسری موت نہیں ہے۔ یہ ان کے خصوصیات وامتیازات میں ہے۔ عام لوگوں کی فہرست میں انبیاء علیہم السلام کو شمار کرنا محض غلطی اور نادانی وکم فہمی ہے۔

اور یہ عقیدہ پورے اہل سنت والجماعت کا ہے جس کا انکار کرنا اہل سنت والجماعت سے خروج ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ شارح بخاری لکھتے ہیں:

وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّ فِي الْقَبْرِ حَيَاةً وَمَوْتاً فَلَا بُدَّ مِنْ ذَوْقِ الْمَوْتَتَيْنِ لِكُلِّ أَحَدٍ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ (ج ۷ ص ۲۰۰)

> پورے اہل سنت والجماعت کا مذہب یہی ہے قبر میں زندگی اور موت دونوں ہیں۔ لہذا ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں۔ ہاں انبیاء کرام علیہم السلام پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔

فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ بَلْ هُمْ أَحْيَاءٌ وَأَمَّا سَائِرُ الْخَلْقِ فَهُمْ يَمُوْتُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ ثُمَّ يُحْيَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۰)

حضراتِ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں ہاں دوسرے تمام لوگوں کے (حساب وکتاب کے بعد) وہ قبروں میں وفات پا جاتے ہیں اور پھر قیامت کے دن وہ زندہ ہوں گے، یہ اس پر مبنی ہے کہ قبر میں نکیرین کے سوال کے وقت مردوں کو زندہ کیا جاتا ہے پھر اس کو وفات دی جاتی ہے۔ (تفصیل کا یہ رسالہ متحمل نہیں ہے)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ لَا يَعْقُبُهَا مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيّاً وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

عقیدۂ حیات النبی پر قرآنی دلائل

قرآن سے پہلی دلیل

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ (سورہ بقرہ آیت ۵۴)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائیں تم انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

قرآن سے دوسری دلیل

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ

عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ آل عمران ۱۶۹

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

فَلَيْسَ الشَّهِيْدُ بِأَوْلىٰ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ فِيْ قَبْرِهٖ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۹۲)

ترجمہ: خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ شہداء سے بہت زیادہ اعلی و بلند ہے بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا احمد سعید دھلوی لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام شہیدوں سے بڑے درجے والے ہیں تو وہ بھی زندہ ہیں ان کی زندگی اتنی مظبوط ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی بیوی سے نکاح نہیں ہوتا، اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم ہوتی ہے بلکہ قبر پر جا کر کوئی سلام کہے تو اس کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ (تفسیر کشف الرحمن ج ۱ ص ۵۹۲)

تمام اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبر و برزخ میں حیات شہداء کی حیات سے اعلی وارفع اور غیر معمولی بلند ہے اور انبیاء علیہم السلام جو شہداء سے افضل ہیں تو لامحالہ ہر حال میں انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی شہداء کی حیات سے افضل و برتر اور بلند تر ہوگی۔

امام ابن حجر حیاتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر لکھتے ہیں:

وَإِذَا ثَبَتَ أَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ مِنْ حَيْثُ النَّقْلِ فَإِنَّهُ يُقَوِّيهِ مِنْ حَيْثُ النَّظَرِ كَوْنُ الشُّهَدَاءِ أَحْيَاءً بِنَصِّ الْقُرْآنِ وَالْأَنْبِيَاءُ أَفْضَلُ مِنَ الشُّهَدَاءِ۔ (فتح الباری: ۳۷۹/۶)

اور جب نقل کے اعتبار سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو دلیل عقلی اور قیاس بھی اس کی تاکید کرتا ہے کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام تو شہداء سے اعلی اور افضل ہیں۔ (تو بطریقِ اولی ان کو حیات حاصل ہوگی)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ثَنَاءُهُ رَدَّ إِلَى الْأَنْبِيَاءِ أَرْوَاحَهُمْ فَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَاءِ۔ (حیاۃ الانبیاء ص ۱۴، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۶، زرقانی شرح مواهب ج ۵ ص ۳۳۲)

بے شک اللہ تعالی نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ارواح ان کی طرف لوٹا دیتے ہیں سو وہ اپنے رب کے پاس شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ سمھودیؒ فرماتے ہیں:

لَا شَكَّ فِي حَيَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَكَذَا سَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ حَيَاةً أَكْمَلَ مِنْ حَيَاةِ الشُّهَدَاءِ الَّتِي أَخْبَرَ اللّٰهُ بِهَا فِي كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۵)

وفات کے بعد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ

تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے بڑھ کر ہے۔

اوپر کی عبارت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کا ذکر ہے کیونکہ ان کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ کامل اور اعلیٰ درجہ پر ہے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کا درجہ شہداء سے بلند ہے اسی طرح قبر میں ان کی زندگی بھی شہداء کی زندگی سے عمدہ اور اعلیٰ وارفع ہے۔ اور پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہے

وَأَمَّا أَدِلَّةُ حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ فَمُقْتَضٰهَا حَيَاةُ الْأَبْدَانِ كَحَالَةِ الدُّنْيَا مَعَ الْإِسْتِغْنَاءِ عَنِ الْغِذَاءِ۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۷)

بہرکیف حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دلائل اس بات کے مقتضی ہیں کہ یہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی۔ مگر خوراک سے وہ مستغنی اور بے نیاز ہیں۔

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ حیات روحانی اور برزخی نہیں بلکہ جسمانی بھی ہے۔ مگر جس طرح دنیا میں جسم خوراک کے محتاج ہوتے ہیں قبر میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو خوراک کی حاجت نہیں اور وہ خوراک سے بے نیاز ہیں۔ اللہ اَکْبَرُ کَبِیْراً۔

خاتم النبیین نبی و شہید دونوں ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شہداء کی حیات کا اعلان اللہ تعالیٰ نے کر دیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور انبیاء علیہم السلام کو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع حیات حاصل ہے یہ بھی آپ نے دلائل کی روشنی میں پڑھ لیا۔ اور ہمارے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نبی کے ساتھ شہید بھی ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ

شہادت بھی عطا فرمائی اور دو حیات جمع ہوگئی اور دونوں یعنی حیاتِ نبوت اور حیاتِ شہادت خصوصیت کے ساتھ ہمارے خاتم النبیین ﷺ کی شانِ امتیازی بن گئی۔

خاتم النبیین ﷺ کی شہادت کا واقعہ

تفصیل تو شمائل وسیر میں دیکھئے۔ یہاں مختصر سن لیجئے:

سنہ ۷ ہجری میں خیبر فتح ہوا۔ یہودیوں نے انتقام لینے کی سوچی تو مشہور یہودی سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت الحارث نے دعوت کر کے بکری کے گوشت میں زہر ہلاہل ڈال کر خاتم النبیین ﷺ کو شہید کرنا چاہا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بھی وہ کھانا ایک ایک دو دو لقمے کھایا۔ اور حضرت خاتم النبیین ﷺ نے ایک لقمہ منہ مبارک میں ڈالا۔ اور اس کا لعاب حلق مبارک سے نیچے پیٹ میں چلا گیا، گوشت کی بوٹی نے بول کر کہا۔

حضرت خاتم النبیین ﷺ مت کھائیے میں زہر آلود ہوں۔ خاتم النبیین ﷺ نے فوراً منع کیا۔ مگر ایک صحابی بشر بن براء بن معرور اس سے شہید ہو گئے۔ اور ہمارے حضرت ﷺ کو اس زہر سے کافی تکلیف ہوئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وفات سے چند لمحات پہلے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ! مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ اِنْقِطَاعَ اَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ۔ (رواہ البخاری ج ۳ ص ۷ ۶۳، مستدرک ج ۳ ص ۵۸)

اے عائشہؓ! میں برابر اس کھانے کے زہر کا اثر پا رہا ہوں، جو خیبر میں، میں نے کھایا تھا سو اس وقت میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ میری رگِ جان کٹ رہی ہے۔ (بخاری)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت اس زہر کا خاصا اثر تھا اور عالمِ اسباب میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا سبب وہ زہر ہلاہل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید بھی ہوئے۔ اور شہید کی حیات پر قرآن کی شہادت ہے۔کیا ابھی بھی کوئی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں شک کرے گا؟

عبداللہ بن مسعودؓ کا اعلان شہادت سنئے

لَأَنْ أَحْلِفَ تِسعاً أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتلاً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً أَنَّهُ لَمْ يُقْتَلْ، وَذٰلِکَ أَنَّ اللهَ اتَّخَذَهُ نَبِيًّا وَاتَّخَذَهُ شَهِيْدًا۔ (مستدرک ج۳ ص ۵۸، قال الحاکم والذهبي صحيح على شرطهما، ومسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱)

عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نو دفعہ قسم اٹھاؤں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوئے، مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک دفعہ یہ قسم اٹھاؤں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

مذکورہ روایت سے واضح ہوگیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے شہادت کا بلند مقام بھی مرحمت فرمایا ہے، اور شہداء کی حیات تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور ان کو مردہ کہنے سے اللہ تعالی نے منع کیا ہے۔لہذا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں کیونکہ اوپر کی روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت بھی منصوص ہے اور نص قرآنی سے شہداء کی حیات بھی منصوص وثابت ہے۔اب تو ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وزندگی مان لوگے شک نہ کروگے۔

قرآن مجید سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔ (شیخ الہند)

آیت سے ایک بات بخوبی روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہوتی ہے کہ جو شخص حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت ومعیت اور ان کے مقدس مجلس وجگہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور ہمارے حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کے لیے دعا مغفرت کریں تو اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی۔

روضہ پر حاضرین کی درخواست سننا اور دعائے مغفرت کردینا حیات کی دلیل ہے

اور یہ بھی ضرور یاد رکھیں کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہوتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری ایسی ہی ہے جیسے پہلے تھی کہ آج بھی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات سے ہیں، اور جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے حضور رحمت

للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی سائل کو واپس نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی شان کریمی سے ایسی توقع ہے، اس موضوع پر کتابوں میں بے شمار واقعات ہیں جن سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تقویت اور تائیدی شواہد ملتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اسی دنیوی جسد اُطْهَرُ، أَنْوَرُ، أَزْكىٰ، أَجْلىٰ، أَحْلىٰ، أَلَذُّ، أَطْيَبُ۔ کے ساتھ زندہ سلامت ہیں، اور جو امتی ان کی جناب میں حاضر ہو کر اللہ سے خود اور حضرت سے دعائے مغفرت کی درخواست کر دیتا ہے۔ ہمارے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کے لیے دعائے مغفرت کر دیتے ہیں اور اللہ تعالی اس کی مغفرت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب پر کر دیتا ہے۔ تو امت کی مغفرت کی درخواست سننا اللہ سے مغفرت طلب کرنا یہی تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح دلیل ہے۔ حیات میں اعمال کا وجود ہوتا ہے۔

ایک عاشق رسول کا واقعہ حیات النبی کی تائید

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا، اور قبر شریف کے پاس آ کر گڑگڑا کر، زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

اس لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے دعائے مغفرت کر دیں۔ اس وقت جو لوگ روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر تھے، ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ آواز آئی۔ قَدْ غُفِرَ لَكَ۔ تیری مغفرت کر دی گئی۔ (بحر محیط۔ معارف

القرآن ج ۲ ص ۴۶۰)

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو اعرابی کے لئے

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربت کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ!

میں نے قرآن کریم کی یہ آیت: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا (النساء ۶۴) سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کا استغفار کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت طلب کروں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ

فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَکَمُ

نَفْسِیْ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاکِنُهُ

فِیْهِ الْعَفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

ترجمہ: جن جن کی ہڈیاں میدانوں میں دفن کی گئی ہیں اور ان کی خوشبو سے وہ میدان اور ٹیلے مہک اٹھے ہیں، اے ان تمام میں سے بہترین ہستی، میری جان اس قبر پر صدقے ہو جس کا ساکن تو ہے جس میں پارسائی اور سخاوت اور کرم ہے۔

پھر اعرابی و دیہاتی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ

گویا حضور خاتم النبیین ﷺ مجھ سے فرما رہے ہیں جا اس اعرابی کو خوشخبری سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے۔(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۳)

آیت مذکورہ اور واقعہ سے یہ بات بہت کھل کر واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ جس طرح حضرت ﷺ کی حیات دنیوی میں اہل ایمان معافی اور مغفرت کی دعا کرانے آتے تھے تو اسی طرح آج بھی روضۂ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر حاضری دے کر معافی اور مغفرت طلب کریں گے، تو ہمارے رؤوف الرحیم خاتم النبیین ﷺ دعا فرمائیں گے اور فرماتے ہیں، کیونکہ آیت میں کہیں بھی حیات دنیوی اور بعد از وفات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اس کا سبب بھی حیات النبی ﷺ کی کھلی دلیل ہے۔

حیات النبی ﷺ کی قرآن سے چوتھی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔ (الانفال ۳۳)

اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ انہیں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔ (تھانوی)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ عذاب سے دو چیزیں رکاوٹ ہیں یعنی عذاب کے نزول سے مانع ہیں ایک حضور خاتم النبیین ﷺ کا وجود مسعود موجود ہونا۔ الحمد للہ۔ دوسرے امت کا استغفار کرتے رہنا۔

پہلی نعمت جو امت کو ملی ہوئی ہے وہ حضور خاتم النبیین ﷺ کا وجود باجود کہ اس کی برکت سے اس امت پر ایسا عذاب کہ امت کے وجود کو مٹا دے ناممکن

ہے۔امت دعوت پر حضور خاتم النبیین ﷺ کی عمومی رحمت و برکت کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹانے والا عذاب نہیں آتا تو امت اجابت پر کیسے آئے گا۔اگر وقتی طور پر کسی جگہ کوئی عذاب آجاتا ہے تو اس کی اس میں نفی نہیں ہے عمومی ہلاکت کی نفی ہے۔(دیکھیے تفسیر عثمانی)

مفتی شفیع صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ ﷺ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لیے یہ امت قیامت تک عذاب سے مامون رہے گی۔(معارف القرآن)

اور آنحضرت ﷺ کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لیے ہیں نیز آنحضرت ﷺ اس وقت بھی زندہ ہیں۔ گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے۔(معارف القرآن ج ۴ ص ۲۲۵)

بہر حال آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جس بستی میں لوگ استغفار کرتے ہوں اللہ کا دستور یہ ہے کہ اس پر عذاب نازل نہیں کرتے۔

دوسرے یہ کہ خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے آپ کی امت خواہ مسلم ہوں یا کافر عذاب نہیں آئے گا۔الحمد للہ رحمۃ للعالمین ﷺ آج بھی عالم کو اپنی رحمت عمومی کے آغوش میں لیے ہوئے ہیں۔اور زندہ ہیں۔

وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ۔قرآن حکیم کا ربانی ارشاد بہت ہی حیات النبی کا معنی خیز جامع اور ہمہ گیر حقیقت کو واضح کرتا ہے۔سوچیے اللہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے امت پر عمومی عذاب نہ ہوگا، اور وَأَنْتَ فِيهِمْ کب، اور کس حقیقت کو سمجھانے کے لئے بولا جاتا ہے کبھی آپ نے غور کیا ہے؟ اگر حضور ﷺ کی حیاتِ نبوت ہمارے دمیان نہ ہوتی تو حق تعالیٰ اتنا عمیق اور

جامع ترین ارشاد **وأنت فیھم** کیوں فرماتے؟ یہ حیات النبی ﷺ کی کھلی دلیل ہے کیونکہ آج بھی ہمارے نبی ہمارے درمیان اسی عالم میں زندہ سلامت موجود ہیں، سلام کہنے والے کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں، دور سے سلام پیش کرنے والے کا فرشتے پہنچاتے ہیں۔ ہر نماز میں مسلمان **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ** سے آپ ﷺ کو سلام کا تحفہ بھیجتا ہے۔ مومنوں اپنے زندہ نبی پر درود پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَدَدَ خَلْقِکَ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِکَ وَ زِنَۃَ عَرْشِکَ وَ رِضَا نَفْسِکَ

حیات النبی ﷺ پر قرآن مجید سے پانچویں دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللّٰهِ عَظِيمًا۔ (احزاب ۵۳)

ترجمہ: اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم نبی ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔

بیہقیٔ وقت مفسر و محدث اور فقیہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

قُلْتُ وَجَازَ أَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ لِأَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِہٖ لِذٰلِکَ لَمْ یُوْرِثْ وَلَمْ یُتَئِمْ أَزْوَاجُہٗ۔ (تفسیر مظہری عربی ج ۷ ص ۴۰۸۔ اردو ج ۹ ص ۴۱۶)

ترجمہ: امہات المومنین رضی اللہ عنھن سے نکاح نہ ہونے کی یہی

وجہ ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اس لیے حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مال مبارک کا کوئی وارث قرار نہیں پاتا اور حضور پاک کی وفات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں بیوہ نہ ہوئیں۔

صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن سے نکاح حرام ہے وہ بنص قرآن مؤمنوں کی مائیں ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسے کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو اسی لئے آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی، اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے۔(معارف القرآن:۷/ ۲۰۳)

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی آبِ حیات

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت محققانہ، بصیرت وفقاہت اور ثقاہت کے ساتھ الہامی دلائل سے بھرپور قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا نا قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ کے کتاب آب حیات اس فن کی نادرالوجود ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آب حیات میں واضح طور پر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر میں زندہ مانا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضہ اقدس میں زندہ ہیں اور جو شخص روضہ اقدس پر سلام پیش کرتا ہے خود سنتے ہیں اور جواب بھی ضرور دیتے ہیں۔ اور اس کو اہل سنت و جماعت کا عقیدہ صحیح بتلایا ہے۔ تفصیل

کے لیے یہ کتاب ضرور سمجھ کر پڑھیے۔ عقل کھل جائے گی۔ ایمان وبصیرت کی روشنی مل جائیگی۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید سے چھٹی دلیل:

وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (سورۃ النحل ۸۹)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم) ہم تمہیں ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے کے لئے لائیں گے۔

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

حدیث پاک میں ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر کو دیکھ کر اللہ کا شکر اور بداعمالیوں پر مطلع ہوکر نالائقوں کے لیے استغفار فرماتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں:

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا وَتُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتُهُ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِأَسْمَاءِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ فَلِذٰلِکَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ، يَقُوْلُ اللهُ تَعَالىٰ: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (النساء ۴۱۔تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۶)

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کوئی صبح شام ایسی نہیں کہ امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نہ پیش کیا جاتا ہے۔(یعنی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں)

لہذا حضور اپنی امت کے تمام لوگوں کو ان کے نام اور ان کے اعمال سے بخوبی پہچانتے ہیں اسی وجہ سے ان کی شہادت بروز قیامت دیں گے اور آیت میں جس کا تذکرہ ہے۔

حاصل یہ ہوا کے امت کے اعمال کا پیش ہونا صبح وشام یہ حیات کی دلیل ہے اور امتی کی شناخت ان کے نام اور اعمال سے اور بروز قیامت شہادت پیش کرنا یہ مکمل حیات کی دلیل ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید سے ساتویں دلیل:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا۔

(الاحزاب ۴۵)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔تھانوی

حضرت مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں فرماتے ہیں؛

تمام انبیاء کرام علیہم السلام خصوصا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق وممتاز ہوتی ہے۔جس کی حقیقت اللہ تعالی ہی جانتے ہیں۔

بہرحال اس حیات کی وجہ سے قیامت تک مومنین کے قلوب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک سے استفاضہ نور کرتے رہیں گے اور جو جتنی محبت و تعظیم اور درود شریف کا زیادہ اہتمام کرے گا اس نور کا حصہ زیادہ پائے گا۔(معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۱)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قبر مبارک میں امت کے اعمال پیش ہونا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوں دلیل بنتی ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک

میں زندہ ہیں اسی لیے وہاں امت کے اعمال پیش ہو رہے ہیں۔(حاشیہ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، تفریع ابواب الجمعۃ ج ۱ ص ۱۵۸)

ابھی آپ چھٹی دلیل میں پڑھ چکے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اس آیت مبارکہ میں حضور خاتم النبیین ﷺ کو گواہی دینے والا بتلایا گیا ہے۔ گویا یہ آیت مبارکہ پچھلی آیت کی تشریح کر رہی ہے۔

قبر مبارک میں امت کے اعمال پیش ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے امت کی گواہی دیں گے۔ انشاء اللہ

وہ خوش نصیب حضرات جن کے اجسام قبر میں محفوظ رہتے ہیں

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح الصدور میں صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹ باب فتن اللمیت و بلاء اور شیخ عبدالوہاب شعرانی نے مختصر تذکرہ قرطبی باب لا تأکل الأرض أجساد الأنبیاء میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کچھ اور بھی حضرات کو شمار کیا ہے جن کے اجسام قبر میں محفوظ رہتے ہیں اور مٹی ان کو نہیں کھاتی۔

۱۔ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے جسم کو کھائے۔

۲۔ إِنَّمَا لَمْ تَأْكُلِ الْأَرْضُ أَجْسَادَ الشُّهَدَاءِ لِكَوْنِهِمْ أَحْيَاءً عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

یقیناً شہداء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی اس لیے کہ وہ زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس، ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

۳۔ اَلْمُؤَذِّنُ الْمُحْتَسِبُ لَا تَأْكُلُهُ الْأَرْضُ۔

مؤذن جو پابندی سے ثواب کی امید پر اذان دیتا ہے اس کو زمین نہیں کھاتی۔

۴۔ إِذَا مَاتَ حَامِلُ الْقُرْآنِ أَوْحَى اللّٰهُ اِلَى الْأَرْضِ أَنْ لَا تَأْكُلَ لَحْمَهُ فَتَقُوْلَ الْأَرْضُ: أَيْ رَبِّ! كَيْفَ آكُلُ لَحْمَهُ وَ كَلَامُكَ فِيْ جَوْفِهِ!؟

جب پکا حافظ قرآن (حافظ قرآن جو عامل قرآن ہو تو نور علی نور ہے) مرجاتا ہے تو حق جل مجدہ زمین کو وحی کرتے ہیں کہ حامل قرآن کے جسم کو نہ کھائے؟ تو زمین عرض کرتی ہے میں حافظ وحامل قرآن کے جسم کو کیسے کھا سکتی ہوں جبکہ اس کے اندر ہے آپ کا کلام ہے۔

۵۔ اَلْأَرْضُ لَا تُسَلَّطُ عَلَى الْجَسَدِ الَّذِيْ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيْئَةً۔

زمین کو اس جسم پر مسلط کیا جاتا جس سے گناہ نہ ہوا ہو۔یعنی جو آدمی گناہ سے پاک وصاف ہوتا ہے اس کو بھی زمین نہیں کھاتی۔ (فتاوی محمودیہ ج۱ ص۸ ۵۳)

۶۔وہ انسان خوش نصیب ہے جس کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور فرماویں اس لئے کہ اس انسان کو بھی مٹی نہ کھا سکے گی (رحمت کائنات : ۳۰۳،جمع الوسائل:۲/ ۲۹۸)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں امت کے امام ہیں

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: هُوَ إِمَامُكُمْ حَيًّا وَمَيِّتًا فَلَا يَقُوْمُ عَلَيْهِ أَحَدٌ(الحدیث رواہ ابن سعد۔ زرقانی ص ۲۹۲۔ ج ۸، احسن الفتاوی ص ۲۲۷ ج ۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ یعنی رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے امام ہیں زندگی میں اور وصال کے بعد۔ لہذا کسی کو ان کا امام نہ بنایا گیا۔

یعنی رفیق اعلی میں تشریف لے جانے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت حیات کی طرح بعد الممات بھی خود امام ہیں۔ یہ حیات کی دلیل ہے۔ کیونکہ انبیاء کی حیات وزندگی میں جس طرح کوئی امام نہیں ہوتا بعد الوصال بھی ان کا کوئی امام نہیں ہوتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں بعد الوصال بھی وہ امام ہیں۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسد اطہر واقدس پر میت کے آثار نہ تھے

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق اعلیٰ میں تشریف لے جانے کے بعد بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر وانور پر وہ آثار وعلامت نہ تھی جو عام طور پر میت میں دیکھی جاتی ہے اور محسوس کی جاتی ہے۔ یہ بھی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور حیات کی دلیل ہے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے:

لَمْ يُرَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْئٍ مِمَّا يُرَى مِنَ الْمَيِّتِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی جو میت میں دیکھی جاتی ہے۔ **صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَسَدِهِ فِي الْأَجْسَادِ۔**

پھر سیرت ابن ہشام میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیتے جاتے تھے اور یہ الفاظ کہے جاتے تھے۔

وَعَلِيٌّ يَقُوْلُ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ، مَا أَطْيَبَکَ حَيًّا وَمَيِّتًا!

میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کتنے پاک وصاف ہیں زندہ اور رفیق اعلیٰ میں چلے جانے کے بعد۔

اوراس سے زیادہ واضح رویات ابن ماجہ میں

باب ماجاء في غسل النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے:

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا غَسَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَلْتَمِسُ مِنْهُ مَا يَلْتَمِسُ مِنَ الْمَيِّتِ, فَلَمْ يَجِدْهُ, فَقَالَ بِأَبِيْ, اَلطَّيِّبُ, طِبْتَ حَيًّا وَ طِبْتَ مَيِّتًا۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا گیا تو جو چیزیں میت میں ہوتی ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ میرے والد آپ پر فدا ہوں، پاک ہیں پاک زندگی گزاری اور وصال کے بعد بھی پاک ہیں۔(بوادر النوادر ص ۴۵۲)

حیات النبی صلی اللہ علیہ پر قرآن مجید سے آٹھویں دلیل:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا۔ (الکھف ۱۱)

ہم نے ان کے کانوں کو تھپکی دے کر کئی سال تک ان کو غار میں سلائے رکھا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پہلی امتوں کے یہ لوگ اصحاب کہف ہیں ان بزرگوں کی کرامت تھی کہ ۳۰۹ سال سونے کے بعد بھی صحیح سلامت رہے اور اس کا تذکرہ خود قرآن میں

ہے۔ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا۔ (الکھف ۲۵)

تین سونو برس غار وکہف میں رہے۔ ہماری امت میں بھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جن سے اس قسم کے واقعات کا ظہور رہوا۔ مثلاً

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول میں ابدی قیام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے یوں وصیت فرمائی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو حضور خاتم النبیین ﷺ سے اجازت لینا کہ میری قبر حضور خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ان کے روضہ اقدس میں بنائی جائے یا نہیں؟

اگر اجازت مل جائے تو مجھے وہیں دفن کر دینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں میری قبر بنا دینا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ حضور پاک خاتم النبیین کے روضہ مبارکہ کے دروازے پر رکھ کر صحابہ نے حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کیا پھر عرض کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دروازے پر موجود ہیں، تو روضہ مبارکہ کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور اندر سے آواز آئی کہ دوست کو دوست تک پہنچا دو۔ (مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۳۳)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی حیات النبی کا عقیدہ راسخ تھا جبھی تو وصیت کی تھی کہ حضور خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں ان کو مخاطب کر کے میری تدفین کی اجازت لینا اور اجازت نہ ملے تو عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ صحابہ باب النبی پر کھڑے ہو کر پہلے ادب و احترام بجا لائے

صلاۃ وسلام عرض کیا اور پھر اجازت طلب فرمائی۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آرام گاہ حجرہ اماں عائشہ جو جنت کا باغ ہے، کا دروازہ کھول دیا اور آواز آئی کہ دوست کو دوست تک پہنچا دو۔تو کیا یہ سب بغیر حیات کے ہوا۔صلوۃ وسلام تو آپ سنتے ہی ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، صلاۃ وسلام پیش کر کے جو عرض ومعروض کی جائے اسے بھی آپ سنتے ہیں اس پر ہزاروں نہیں لاکھوں واقعات اگر جمع کیا جائے تو دفتروں میں جمع کیا جاسکتا ہے۔اور ہر عہد وزمانہ میں قیامت تک امت کی وہ سنیں گے اور آج بھی سنتے ہیں۔ایمان چاہیے، یقین چاہیے۔حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ راسخ چاہئے۔اگر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نہ ہوتے (معاذ اللہ) تو دروازہ کیسے کھلتا؟ صحابہ نے تو مخاطب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی کیا تھا، نہ کہ کسی اور کو؟ معلوم ہوا ہمارے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور اسی جسم اطہر کے ساتھ اپنے روضہ میں جس کو اللہ تعالی نے جنت کا ٹکڑا بنا دیا ہے موجود ہیں۔اللہ تعالی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیات طیبہ سے اخذ فیض کی ہمیں توفیق بخشے اور ان کے فیض نبوت ورحمت سے ہمارے قلوب کو منور فرمادے۔آمین

حاصل کلام ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں رکھنا چاہیے، نہ ہی شک کرنا چاہیے۔یہی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت رسالت ونبوت کی ابدیت وحتمیت اور قطعیت کا حق ہے اور اسی عقیدہ حیات کے تحت میرا ایمان ہے قیامت میں شفاعت ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید سے نویں دلیل

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔ (الحجرات ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو، اپنی آوازیں نبی (خاتم النبیین ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل حیات النبی کا احترام

بخاری شریف میں کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت في المسجد میں ہے:

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ صَوْتَ رَجُلَيْنِ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَجَاءَ، فَقَالَ أَتَدْرِيَانِ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ ثُمَّ قَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَ: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ۔ فَقَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَأَوْجَعْتُكُمَا ضَرْباً۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۷۴۳)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روز مسجد نبوی ﷺ میں دو آدمی کی بلند آواز سنی تو ان کے پاس آئے اور پوچھا تم کو کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کس محترم و مکرم جگہ میں ہو؟ پھر تم دونوں کہاں کے ہو؟ ان دونوں نے جواب میں عرض کیا ہم طائف کے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مدینہ منورہ کے باسی و رہائشی ہوتے تو میں تم کو مار کر سزا دیتا۔ افسوس اور صد افسوس کہ تم مسجد نبوی میں حضور اقدس ﷺ کی موجودگی میں اپنے آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آیت سے حیات النبی پر استدلال

اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ جیسے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تھا اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۴۸۷)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم قسم ہے کہ مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں اس طرح بولوں گا جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ (درمنثور من بیہقی۔ معارف)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ (معارف)

قاضی ابوبکر ابن عربیؒ نے فرمایا:

قاضی ابوبکر ابن عربی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور ادب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا دنیوی حیات میں تھا۔ اسی لیے علماء نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب واحترام کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام زندہ ہیں اور ان کے سامنے آواز بلند کرنا آیت کی وعید میں داخل ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید سے دسویں دلیل:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (سورۃ الاحزاب ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو، تم بھی ان پر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پڑھو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

آیت مذکورہ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، اللہ رب العزت اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، کیا اللہ تعالی اور اس کے فرشتے کسی غیر حیاتی پر درود بھیجتے ہیں۔ استغفر اللہ۔

ہر مسلمان اپنی نماز کی التحیات میں '' اَلسَّلَامُ عَلَیکَ أَیُّهَا النَّبِی '' کے ذریعہ اعلان کرتا ہے کہ زندہ امت کا حالت نماز کا سلام نبی اعظم واکرم جن کو اعلی واکمل حیات حاصل ہے پیش کرتا ہے۔

علامہ سخاویؒ اور صاحب فتح الملہمؒ کی حیات پر دلیل

القول البدیع میں علامہ سخاوی اور فتح الملہم میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے اور المھند میں اکابر علماء دیوبند نے حضرت خاتم النبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کو تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ عقیدہ بتلایا ہے اور کھول کر واضح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر شریف میں زندہ مانا ہے۔ اور اس کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ قبر شریف کے قریب جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اور اسی کو عقیدہ اہل السنت والجماعت کا بتایا گیا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ہمارا عقیدہ ہے۔

نَبِيُّ اللهِ حَيٌّ۔

اللہ تعالی کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج بھی زندہ ہیں۔ اسی لئے امت اپنا ربط وتعلق درود وسلام کے ذریعے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رکھے ہوئے ہے۔ اور امت کو

درود شریف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم جب میرے قریب پڑھو گے تو میں خود سنوں گا اور اس کا جواب دوں گا اور دور سے پڑھو گے تو مجھے فوراً پہنچا دیا جائے گا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ دنیا میں رونق افروز ہیں تو ہم قرب سے مشرف ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں، مگر وہ جو دور ہیں، یا جب آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو پھر یہ مبارک اور ضروری ربط وتعلق اور جوڑ کس طرح رہ سکے گا؟

خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

میری روح کی طرح میرا جسم و بدن بھی قبر میں سلامت رہے گا۔ تمہارا صلاۃ وسلام نہ صرف میری روح سنے گی بلکہ یہ مبارک کان بھی سنیں گے اور جس طرح تم اس دنیا میں میرے جواب کا شرف حاصل کرتے ہو میرے اس دنیا سے بہترین زندگی کی طرف چلے جانے کے بعد بھی سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہو گے۔

چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہ چودہ سوا کتالیس سال سے یہ سلسلہ ربط وتعلق اور سعادت مندا امت کا قائم ہے اور قائم و دائم رہے گا، جس پر امت کا عمل تواتر وتوارث کے ساتھ قائم ہے یہ سب حیات اور پختہ حیات کی دلیل ہے۔

حیات النبی ﷺ پر احادیث مبارکہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا:

(۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَيْتُ وَفِيْ رِوَايَةِ هَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيَ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ۔ (صحیح مسلم کتاب

الفضائل موسی علیہ السلام۔ ج ۲ ص ۲۶۸ مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے معراج کا سفر کرایا گیا تو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سلام کو سرخ ٹیلے کے قریب ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

فائدہ: اس صحیح حدیث سے حیات انبیاء علیہم السلام پر واضح دلیل فراہم ہوتی ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور حالت نماز میں کھڑا ہونے سے بدن اور حیات دونوں کا ثبوت ملتا ہے، تنہا روح کے لیے کھڑا ہونا بیٹھنا نہیں ہو سکتا، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جسم و بدن کے ساتھ حیات ہیں، جبھی تو حیات والے اعمال میں مشغول ہیں۔

حضرت ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا:

(۲) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ رَأَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوْسىٰ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَإِذَا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ يَشْبُهُهَا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيُّ وَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَائِمٌ، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهُ۔ (اکمال شرح مسلم ج ۶ ص ۱۶۸)

ترجمہ: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہ وسلم کی ایک جماعت میں دیکھا، اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے

دیکھا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام بھی نماز پڑھ رہے ہیں، آپ شکل و شباہت میں عروہ ابن مسعود ثقفی صحابی کے مشابہ ہیں۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا کہ وہ بھی کھڑے ہیں اور میرے مشابہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں فرمایا گیا ہے:

أَمَّا الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَحْيَاءٌ بِالْحَيٰوةِ الْحَقِيْقِيَّةِ بِدَلِيْلِ صَلَاةِ مُوْسىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ قَبْرِهٖ وَصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ فِيْ لَيْلَةِ الْإِسْرَاءِ أَوْ لِقَاءِهٖ بِهِمْ وَنَصَّ عَلىٰ حَيَاتِهِمْ ابن عطيه والقضاعي۔ (اكمال شرح مسلم ج ٦ ص ١٦٨ بحواله رحمت كائنات قاضى محمد زاهد الحسينى رحمة الله عليه)

انبیاء علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں جس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اور خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو شب معراج نماز پڑھانا، اور ان کے ساتھ ملاقات فرمانا ہے، ابن عطیہ اور قضاعی نے بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح فرمائی ہے۔

حضرت یونس و موسیٰ علیہما السلام کو دیکھا:

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ، فَقَالَ: أَيُّ وَادٍ هٰذَا؟ قَالُوْا وَادِي الْأَزْرَقِ، قَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى مُوْسىٰ فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَشَعْرِهٖ شَيْئًا وَاضِعًا إِصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ لَهٗ جُؤَارٌ إِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ، قَالَ: ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ، قَالَ: أَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذَا؟ قَالُوْا هَرْشىٰ أَوْ لِفْتٌ، فَقَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى يُوْنُسَ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ وَخِطَامُ

نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِیْ مُلَبِّيًا۔ (رواہ مسلم۔ ترجمان السنۃ ج۳ ص ۳۰۳)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کررہے تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اس وادی کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ وادی ازرق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گویا میں اپنی آنکھوں سے یہاں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ فرما کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا رنگ اور بالوں کا کچھ نقشہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دیے ہوئے ہیں اور اپنے رب کے نام کا تلبیہ زور زور سے پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے پھر ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ایک گھاٹی اور آئی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اس گھاٹی کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ ''ھرشیٰ'' ہے، یا ''لفت'' کہا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گویا میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ یونس علیہ السلام ایک سُرخ اونٹنی پر ہیں ان کا جُبّہ اُون کا ہے اور اس اونٹنی کی مہار درخت کی چھال کی ہے۔ وہ تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ مسلم

عَنِ ابْنِ عَبّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَجَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ، فَلَمَّا أَتىٰ وَادِی عُسْفَانَ، قَالَ: يَا أَبَابَكْرٍ أَیُّ وَادٍ هَذَا؟ قَالَ هَذَا وَادِي عُسْفَانَ، قَالَ لَقَدْ مَرَّ بِهَذَا الْوَادِيْ نُوْحٌ هُوْدٌ وَإِبْرَاهِيْمُ عَلىَ

بَكَرَاتٍ لَهُمْ حُمْرٍ خَطْمُهُمْ اللِّيفُ، أُزُرُهُمْ الْعَبَاءُ، وَأَرْدِيَتُهُمْ النِّمَارُ يَحُجُّوْنَ الْبَيْتَ الْعَتِيْقَ۔ (ترجمان السنة ج۳ ص ۳۰۴، ابویعلی۔ مسند احمد، طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا جب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی عُسفان میں پہنچے تو فرمایا ابوبکر اس وادی کا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اس وادی کا نام وادی عُسفان ہے، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وادی سے حضرت نوح، ھود، اور حضرت ابراھیم علیہم الصلوۃ والسلام گزرے جو سرخ اونٹوں پر سوار تھے اور ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی، ان کی لنگیاں، اَعباء، اور ان کی چادریں اون کی تھیں، اللہ تعالیٰ کے قدیم بیت کا طواف کرنے جارہے تھے۔

حضرت مولانا بدرعالم مہاجر مدنیؒ لکھتے ہیں:

ان احادیثِ صحیحہ سے یہ اندازہ کرلینا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی شانِ رفیع کیا ہوتی ہے، ان کی موت کیا عام بشر ہی کی موت کی طرح ہے، یا جس طرح وہ بحالتِ حیات حج ونماز میں مشغول رہا کرتے تھے، اسی طرح وہ اپنی وفات کے بعد بھی ان میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر یہ ظاہر ہے کہ یہ بالکل بیداری کا ایک مشاہدہ تھا۔ اور اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مبارک ہستیوں کو دیکھا تھا۔

لہذا یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا بحالتِ بیداری بھی مشاہدہ ہوسکتا

ہے اس بناء پر اگر اولیاء کرام اپنی بیداری کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ نقل کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کا انکار کردیں۔(ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۳)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیات انبیاء کا مشاہدہ بیان فرمایا

(۱) حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت نوح، ابراھیم، موسیٰ، یونس، ھود، صالح علیہم الصلوٰۃ والسلام کا چشم دید مشاہدہ ہوا۔

(۲) اور حالتِ بیداری کا یہ سب مشاہدہ ہے خواب یا دوسری چیز نہیں۔

(۳) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشاہدہ میں ان مقدس حضرات میں سے اُن کا رنگ وروپ اور بال مبارک کی بھی کیفیت سے باخبر کیا اور مزید یہ بھی آگاہ کردیا کہ وہ اپنی انگلیوں کو کان میں دیئے ہوئے تھے اور زبان مبارک سے تلبیہ گنگنارہے تھے اور جس اونٹنی پر سوار تھے اس کا رنگ سُرخ تھا۔ اور اُن کے جسم پر اُون کا جُبّہ تھا اور اونٹنی کی مہار درخت کی چھال کی ہے۔ یہ تمام کی تمام صفات حیات اور زندگی کی ہیں۔

روح کو نہ سواری درکار ہے نہ ہی اونی لباس چاہیئے نہ ہی وادی سے گزرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی سواری کو مہار لگانے کی حاجت۔ اتنی واضح روایت ہے حیات انبیاء کی پھر بھی نہ معلوم لوگوں کو شک وشبہہ کیوں ہوتا ہے۔

اگر ان حضرات انبیاء کی حیات جسم کے ساتھ نہ ہوتی تو جسم مبارک پر جُبّہ اور اونی جُبّہ اور عبا یا کی کیا ضرورت تھی زیب تن کرنے کی۔ کیونکہ لباس روح کو تقوی کی ملے گی۔ معلوم ہوا حیات انبیاء برحق اور حق ہی حق ہے جیسا کہ روایت سے بخوبی واضح ہے۔

(۴) گویا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء کو انہیں جسد اطہر کے

ساتھ دیکھا جو دنیا میں تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حیات سے مطلوب و مقصور جو اعمالِ تقرب الی اللہ ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انہیں اعمال میں مشغول ومنہمک بھی ہیں۔ جس کا مشاہدہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرایا گیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہ علیہم اجمعین کے سامنے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کر کے حیات انبیاء کا مشاہداتی نقشہ پیش فرما دیا۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی انیق تحقیق

محدث کبیر حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان احادیث میں صرف روح کی حیات بتانا مقصود نہیں ہے کہ اس کو سبھی جانتے ہیں، بلکہ افعال حیات کو ثابت کرنا ہے کہ اجساد انبیاء برزخ میں بھی عبادات و اعمال صالحہ میں مشغول رہتے ہیں، جس طرح وہ اپنی حیات میں روزہ، حج وغیرہ میں مشغول رہتے تھے۔

(انوار الباری ج ۱۸ ص ۳۰۲۔ عقیدۃ الاسلام ۲۱)

حضرت ہارون وادریس علیہما السلام سے ملاقات

(۴) وَفِي الصَّحِيحِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمُرْسَلِيْنَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنَّهُ سَلَّمَ عَلٰى هَارُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَعَا لَهُ بِالرَّحْمَةِ وَلِأُمَّتِهِ، وَأَنَّهُ سَلَّمَ عَلٰى إِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَعَا لَهُ بِالرَّحْمَةِ وَلِأُمَّتِهِ۔ (الدررة الفاخرة از امام سیوطی ۱۶، بحوالہ رحمت کائنات ص ۲۱۴)

صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب اسراء (بیت المقدس میں) سب انبیاء علیہم السلام کو دو رکعت نماز پڑھائی اور حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلام کیا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے

اور آپ صلی اللہ وسلم کی امت کے لیے رحمت کی دعا کی۔ رحمت کائنات ص ۲۱۴

انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں

(۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۳۴۲۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ نے حدیث کی شرح کی:

فَإِنَّ حَقِيْقَةَ الصَّلٰوةِ وَهِيَ الْإِتْيَانُ بِالْأَفْعَالِ الْمُخْتَلِفَةِ إِنَّمَا تَكُوْنُ لِلْأَشْبَاحِ لَا لِلْأَرْوَاحِ۔ (مرقاۃ المفاتح۔ کتاب الفضائل۔ باب فی المعراج رقم ۵۸۶۶)

ترجمہ: نماز کی حقیقت یعنی حقیقی طور پر نماز کے اندر مختلف افعال کو بجالانا ہے اور یہ روح کا عمل نہیں بلکہ یہ کام نمازی کے جسم کے ساتھ خاص ہیں۔

ہمارے حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہونے کے ساتھ امام الانبیاء بھی ہیں نہ کہ امام روح الانبیاء۔ شب معراج حضور علیہ الصلاۃ والسلام تمام انبیاء علیھم السلام کے روح اور جسم دونوں کے امام بنے تھے جبھی تو آپ ﷺ کو امام الانبیاء کی خصوصیت کا مقام عطا ہوا، ایسا نہیں ہے کہ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السالم کی فقط ارواح نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اقتداء میں نماز ادا کی تھی بلکہ تمام

انبیاء علیہم السلام روح مع الجسد موجود تھے اور بنفس نفیس تمام انبیاء علیہم السلام نے نماز اپنی ارواح واجساد کے ساتھ ادا کیں۔

اسی لئے حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد اول صفحہ ۲۶۷ پر لکھتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز واکرام کے لئے انبیاء کرام کو مع اجساد عنصریہ کے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ (سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب پنجم فصل دوم صفحہ ۲۶۷)

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ وَرُوْحُهُ لَا تُفَارِقُهُ لِمَا صَحَّ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸ تسکین۔ص ۲۲۱)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيْثِ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔ (رواہ المنذی وصححہ بیھقی۔ نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

بلاشبہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَبْرِهِ لَا يَعْقُبُهَا مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيّاً

وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔ (فتح الباری ج۷ ص ۲۲)

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے؛ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (فتح الباری)

اسی عبارت میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی قبروں میں زندگی وحیات صریح اور کھلے الفاظ میں بیان کر دی ہے اور یہ بھی کھول کر واضح کر دیا کہ قبر میں انبیاء علیہم السلام کی زندگی دائمی اور ابدی ہے جس پر موت طاری اور وارد نہیں ہوتی اور یہ برزخی حیات دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہے۔

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

فَمِنَ الْمُعْتَقَدِ الْمُعْتَمَدِ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ كَسَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَأَنَّ لِأَرْوَاحِهِمْ تَعَلُّقاً بِالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ وَالسُّفْلِيِّ كَمَا كَانُوْا فِي الْحَالِ الدُّنْيَوِيِّ فَهُمْ بِحَسَبِ الْقَلْبِ عَرْشِيُّوْنَ وَبِاِعْتِبَارِ الْقَالَبِ فَرْشِيُّوْنَ۔ (شرح الشفاء ج ۲ ص ۱۴۲)

ترجمہ: قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، اوران کی ارواح کا عالم علوی اور سفلی دونوں سے تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا۔ سو وہ قلب کے لحاظ سے عرشی ہیں اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔

علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں حیات انبیاء علیہم السلام کو قابل اعتماد عقیدہ قرار دیا ہے اور یہ بھی تصریح و وضاحت کر دی ہے کہ ان

کے ارواحِ طیبہ کا تعلق جنت، اور ملأ اعلیٰ، رفیق اعلی اور علیین سے بھی قائم رہتا ہے، اور عالم سفلی یعنی قبور میں ان کے اجسام مبارکہ سے بھی جس طرح کہ دنیا میں تھا۔ کہ وہ قلب کے اعتبار سے عرشی اور قالب کے لحاظ سے فرشی تھے۔

امام علی بن عبد الکافی السبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا حَيَاةُ الْأَنْبِيَاءِ أَعْلىٰ وَ أَكْمَلُ وَأَتَمُّ مِنَ الْجَمِيْعِ لِأَنَّهَا لِلرُّوْحِ وَالْجَسَدِ عَلَى الدَّوَامِ عَلىٰ مَا كَانَ فِي الدُّنْيَا۔ (شفاء السقام ص ۱۵۴)

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات تو تمام سے اعلی، اکمل اور اتم ہے، کیونکہ ان کی حیات جسم اور روح دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح دنیا میں تھی۔ (تسکین الصدور ۲۳۲)

اس سلسلے میں بہت ہی سیدھی اور صاف شفاف بات ہے کہ۔

اَلْمَيِّتُ لَا يُصَلِّيْ۔

میت نماز نہیں پڑھتی۔

جب روایت خود ہی وضاحت کر رہی ہے کہ:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو پھر شک اور تردد کی ضرورت ہی نہیں باقی رہ جاتی ہے۔

علامہ سبکی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الصَّلَاةَ تَسْتَدْعِيْ جَسَدًا حَيًّا وَكَذٰلِكَ الصِّفَاتُ الْمَذْكُوْرَةُ فِي الْأَنْبِيَاءِ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ كُلُّهَا صِفَاتُ الْأَجْسَادِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهَا حَيَاةً حَقِيْقِيَّةً أَنْ يَّكُوْنَ الْأَبْدَانُ مَعَهَا كَمَا كَانَتْ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْإِحْتِيَاجِ إِلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَالْإِمْتِنَاعِ عَنِ النُّفُوْذِ فِي الْحِجَابِ الْكَثِيْفِ وَغَيْرِ

ذٰلِکَ مِنْ صِفَاتِ الْأَجْسَامِ الَّتِیْ نُشَاهِدُهَا بَلْ یَکُوْنُ لَهَا حُکْمٌ آخَرُ، فَلَیْسَ فِي الْعَقْلِ مَا یَمْنَعُ مِنْ إِثْبَاتِ الْحَیَاةِ الْحَقِیْقِیَّةِ لَهُمْ، وَأَمَّا الْإِدْرَاکَاتُ کَالْعِلْمِ وَالسِّمَاعِ فَلَا شَکَّ أَنَّ ذٰلِکَ ثَابِتٌ وَسَنَذْکُرُ ثُبُوْتَهُ لِسَائِرِ الْمَوْتیٰ فَکَیْفَ بِالْأَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔ (شفاء السقام ۱۴۳)

ترجمہ: نماز جسم کو چاہتی ہے اور اسی طرح معراج کی رات حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جتنی صفات کا ذکر ہے۔ وہ تمام کی تمام اجسام کی صفات ہیں اور اس حیات کے حقیقی حیات ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حیات کے ساتھ ابدان کو کھانے پینے کی ایسی ہی ضرورت و حاجت ہو جیسے دنیا میں تھی، یا یہ کہ وہ کثیف پردہ میں نفوذ نہ کر سکیں۔ اور اسی طرح انسان کی دیگر صفات جن کا ہم دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ ان ابدان کا حکم دنیوی ابدان سے جدا اور الگ ہو، عقلا اس میں کوئی امتناع نہیں، کہ ان کے لئے حقیقی حیات ثابت ہو، رہے ادراکات مثلاً علم اور سماع وغیرہ تو اس کے ثبوت میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں، یہ تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔ پھر بھلا حضرات انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ثابت نہ ہوں گے۔ (تسکین الصدور ۲۳۳)

مذکورہ عبارت سے حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی حقیقی اور جسمانی حیات پر روز روشن کی طرح بات واضح اور صاف ہو کر سامنے آتی ہے اور یہ بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جسمانی حیات کو جس طرح دنیا میں کھانے پینے کی حاجت ہوتی ہے اس طرح قبر میں نہیں ہوتی۔ مگر حیات اکمل حاصل ہونے کی وجہ سے دنیاوی

حیات کے مقابلے میں حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو اعلی ادراک اور علم و شعور حاصل ہے۔ اور انہیں امور کی وجہ سے ان کو دنیوی اور جسمانی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علامہ سمہودی کے حوالے سے پہلے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں:

وَأَمَّا أَدِلَّةُ حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ فَمُقْتَضَاهَا حَيَاةُ الْأَبْدَانِ كَحَالَةِ الدُّنْيَا مَعَ الْإِسْتِغْنَاءِ عَنِ الْغِذَاءِ۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۷)

بہرکیف حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دلائل کا مقتضی یہ ہے کہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی، مگر خوراک سے وہ مستغنی اور بے نیاز ہیں اس کی حاجت نہیں۔

امام علی بن عبد الکافی کے فرزند ارجمند تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ، فَإِذَا ثَبَتَ أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ، فَالْحَيُّ لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ إِمَّا عَالِمًا أَوْ جَاهِلًا، وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاهِلًا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۶ ص ۲۸۱۔ تسکین الصدور ۲۳۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں تو زندگی کیلئے لازم ہے کہ یا تو وہ عالم و باخبر ہو یا بے علم و بے خبر ہو اور یہ بات کسی بھی اعتبار سے ہرگز جائز نہیں کہ ہمارے حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) بے علم و بے خبر ہوں۔ (معاذ اللہ) تو ضروری اور یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم اور باخبر ہوں۔ (الطبقات الشافعیۃ الکبری)

حاصل یہ ہوا کہ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ اور صفت علم و آگہی سے متصف ہیں۔ اور اس کی شہادت تعداد و شمار سے زائد ہے اور آئندہ اوراق میں انشاء اللہ آئے گی۔

ایک دوسرے مقام پر تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لِأَنَّ عِنْدَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُّحِسُّ وَيَعْلَمُ وَتُعْرَضُ عَلَيْهِ أَعْمَالُ الْأُمَّةِ وَيُبَلَّغُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلٰى مَا بَيَّنَّا۔ (طبقات الشافعية الكبرى ج ٦ ص ٢٨٢)

ہمارے نزدیک رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں، حس وعلم سے موصوف ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (دور سے پڑھنے والے کا) صلاۃ وسلام پہنچائے جاتے ہیں۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

امت کے اعمال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ، وَفَاتِيْ خَيْرٌ لَكُمْ، تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ۔ (رواه البزار ورجاله رجال الصحيح۔ مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٤۔ وفاء الوفاء ج ٢ ص ٤٠٦، السبكی فی شفاء السقام ٣٤۔ والعلامة داؤد بن سليمان البغدادی فی المنهة الوهبية ١٥)

امت کے اعمال ہر روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو پیش کیے جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعمال خیر کو دیکھ کر اللہ کا شکرادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ (علامہ عثمانی)

مولانا سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عقیدہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس کسی کو چاہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف کر دیوے اور ملائکہ درود وسلام پہنچاتے ہیں اور اعمال امت کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں تو درست ہے۔ (البراھین القاطعہ ص ۲۱۶، ۲۱۷)

اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالی چلتے پھرتے ہیں، اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آ سکتے ہیں۔ اور صلوۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں، اور اعمال امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں، اس میں کوئی مخالف نہیں۔

مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود ہیں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت ونداء اور عرض وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں، بدون اعلام حق کے اس کو تسلیم نہیں کرتے، اور یہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ جس قدر دیا جاتا ہے، اس قدر جانتے ہیں اور بس۔ (البراھین القاطعہ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

علامہ سید نور الدین علی بن احمد السمہودی الشافعی لکھتے ہیں:

إِنَّا لَا نُسَلِّمُ أَنَّهُ لَا يَسْتَغْفِرُ بَعْدَ الْمَوْتِ لِمَا سَبَقَ مِنْ حَيَاتِهِ وَمِنْ اِسْتِغْفَارِ لِأُمَّتِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ عِنْدَ عَرْضِ أَعْمَالِهِمْ عَلَيْهِ۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۱۴۱)

بے شک ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے بعد استغفار نہیں کرتے، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں، اور جب امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

اس عبارت میں حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امت کے اعمال پیش ہونے اور پھر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت کے لیے استغفار کرنے کی وضاحت ہے۔

علامہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُحَقِّقِيْنَ إِلىٰ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے بعد زندہ کیے گئے ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی لکھتے ہیں:

وَالْحَاصِلُ أَنَّ حَيَاةَ الْأَنْبِيَاءِ ثَابِتَةٌ بِالْإِجْمَاعِ۔ (المهنة الوهبية ۶)

حاصل یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بالاجماع ثابت ہے۔ (تسکین الصدور ۲۴۱)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

حَيَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَبْرِهٖ هُوَ وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ مَعْلُوْمَةٌ عِنْدَنَا عِلْمًا قَطْعِيًّا لِمَا قَامَ عِنْدَنَا مِنَ الْأَدِلَّةِ فِيْ ذٰلِكَ، وَتَوَاتَرَتْ بِهٖ

الْأَخْبَارُ الدَّالَّةُ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (انباہ الاذکیاء ص ۲۔ فتاوی سیوطی ج ۲ ص ۱۴۷)

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات اپنی قبر شریف میں اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے، کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں، اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔ (انباہ الاذکیاء)

کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں رہا اور اس پر حدیث سے بھی صحیح ثبوت موجود ہے اور امت کے تمام طبقات میں اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لیے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تواتر کا دعوی کیا ہے۔ اور ایک مقام پر لکھتے ہیں:

إِنَّ مِنْ جُمْلَةِ مَا تَوَاتَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاةَ الْأَنْبِيَاءِ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔ (النظم المتناثر من الحديث المتواتر، كذا فى شرح البوسنوی ص ۴، تسکین الصدور ص ۲۴۳)

یعنی جو چیزیں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

امت کے اعمال کی پیشی اجمالی ہوتی ہے نہ کہ تفصیلی

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں امت کے اعمال اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں نہ کے تفصیلی۔ تاکہ بخاری شریف کی صحیح اور صریح حدیث کی مخالفت نہ ہو جس میں ہے کہ قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا جائے گا:

اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ وسلم کے رفیق اعلی میں آنے کے بعد ان بدعتیوں نے کیا کیا باتیں گھڑی ہیں۔ اس لئے امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں جیسے درود شریف وغیرہ مگر اجمالی ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إِنَّهُ عَرْضٌ كَعَرْضِ الأَسْمَاءِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ، لَا عِلْمَ مُحِيطٍ إِلَى أَنْ قَالَ فَعَلَيْهِ، إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ مَعَ عَرْضِ الْأَعْمَالِ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱۱، تسکین الصدور ص ۲۳۶)

یہ عرض (صرف اجمالی ہے) جس طرح کہ چیزوں کے نام فرشتوں پر پیش کیے گئے تھے۔ اس سے علم محیط مراد نہیں۔ (پھر آگے لکھتے ہیں) سو اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان بدعتیوں نے کیا کیا بدعات گھڑی ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعمال پیش ہوتے رہے۔

اس مذکورہ عبارت سے بخوبی یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں نہ کہ تفصیلی۔ تا کہ بخاری کی صحیح اور صریح روایت اور مذکورہ روایت کا مفہوم واضح ہو جائے اور دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے۔ اور اسی بات کو دوسرے لوگوں نے بھی کہا ہے۔

امام تاج الدین ابو نصر عبدالوہاب سبکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۱ھ فرماتے ہیں:

لِأَنَّ عِنْدَنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُحِسُّ وَيَعْلَمُ وَتُعْرَضُ عَلَيْهِ أَعْمَالُ الْأُمَّةِ وَيُبَلَّغُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ۔ (طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۲

ص ۲۸۲)

یقیناً ہمارے نزدیک حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں، حس رکھتے ہیں اور جانتے ہیں اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور صلوۃ وسلام خاتم النبیین صلی اللہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے۔(تسکین الصدور ص ۲۳۷)

امت کے طاعات سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسرت ہوتی ہے

اور یہ بات بھی علامہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آگاہ رہنی چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے اعمال صالحہ سے مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ إِلىٰ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۴۶)

محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے بعد زندہ کیے گئے ہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔نیل الاوطار

الغرض امت کے اعمال حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور یہ ایک قابل تسلیم حقیقت ہے اہل سنت والجماعت کے یہاں جیسا کہ اوپر کے بیان سے واضح اور ثابت ہو گیا ہے۔

عام مُردوں پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں

یہ بھی اہل حق کے نزدیک تسلیم کیا گیا ہے کہ جملہ اموات پر بھی بعض اعمال

پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ اعمال اچھے ہوں تو اس پر مردے خوش ہوتے ہیں، برے ہوں تو ان کو رنج ہوتا ہے۔ اور برائی تو ہے ہی رنج کی چیز۔ اور پھر وہ شخص جو عالم آخرت کی پہلی منزل برزخ میں پہنچ چکا ہے اپنے اولاد کے برے اعمال سے اس کو رنجیدہ ہونا ہی چاہیے۔ اللہ ہماری اولاد کو زمرہ صلحاء میں داخل فرمائے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بدرالدین بعلی کی بھی یہی رائے ہے۔

امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۵۰۵ھ نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: أَلَا فَإِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مِثْلَ الذُّبَابِ يَمُوْرُ فِيْ جَوِّهَا، فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ إِخْوَانِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ فَإِنَّ أَعْمَالَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيْهِمْ۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَفْضَحُوْا أَمْوَاتَكُمْ بِسَيِّئَاتِ أَعْمَالِكُمْ فَإِنَّهَا تُعْرَضُ عَلَى أَوْلِيَاءِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ۔ (إحياء العلوم ج ۴ ص ۴۱۲۔ تسکین الصدور ص ۲۳۹)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے منبر پر رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خبردار دنیا اتنی ہی باقی ہے جتنی (تھوڑی دیر) تک فضا میں مکھی حرکت کرتی ہے سو تم قبر میں دفن ہونے والے اپنے بھائیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے برے اعمال سے اپنے

مردوں کو رسوا مت کرو، تمہارے اعمال تمہارے رشتے داروں پر قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۲۔ تسکین الصدور ص ۲۳۹

اس سے یہ بات بہت ہی صاف اور واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ زندوں کے برے اعمال سے ان کے اعزہ و اقارب اور رشتہ دار مردوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

اب ذرا غور کریں کہ جب زندہ رشتے داروں کے برے اعمال سے مردوں کو تکلیف ہوتی ہے تو پھر ہمارے اور عالم کے ہادی رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی، جبکہ آپ شاہد ہیں نص قطعی سے۔ اور فرشتے امت کے اجمالی اعمال پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رشد و ہدایت پر استقامت عطا کرے۔ حضرت ﷺ کی مسرت و طمانیت اور ہر طرح کی آنکھ کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

سید الطائفہ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد السہر وردی المتوفی ۶۳۲ھ تحریر فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَرَدَ فِي الْخَبَرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ عَلَى اللهِ وَتُعْرَضُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَالْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْهُهُمْ بَيَاضًا وَإِشْرَاقًا فَاتَّقُوْا اللهَ وَلَا تُوْذُوْا أَمْوَاتَكُمْ۔ وَفِيْ خَبَرٍ آخَرَ:

إِنَّ أَعْمَالَكُمْ تُعْرَضُ عَلَى عَشَائِرِكُمْ وَأَقَارِبِكُمْ مِنَ الْمَوْتٰى فَإِنْ كَانَ حَسَنًا اِسْتَبْشَرُوْا، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُمْ حَتّٰى تَهْدِيَهُمْ كَمَا هَدَيْتَنَا۔ الخ۔ (عوارف المعارف علی ہامش الإحیاء ج ۴ ص ۱۵۳)

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث وارد ہوئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پیر اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے روز حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور باپ داداؤں اور ماؤں پر پیش کئے جاتے ہیں، وہ نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں، اور ان کے چہرے سفید اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اپنے مردوں کو اذیت مت دو۔

اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں اور اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں، اگر وہ عمل اچھے ہوتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ اعمال برے ہوتے ہیں تو وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو ان کو ہماری طرح ہدایت نہ دے دے۔ (عوارف المعارف علی ہامش الاحیاء ج ۴ ص ۱۵۳)

یہ روایت قدرے اختلاف کے ساتھ فیض القدیر ج ۳ ص ۳۳۰ رقم ۳۳۱۶۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۱۶۵۔ زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۷۔ حکیم ترمذی کے حوالے سے شرح الصدور ص ۱۱۰۔ مائۃ مسائل ص ۳۸۔ مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۸۔ ابو داؤد الطیالسی ص ۲۴۸۔ فیض القدیر رقم ۲۲۰۸، ۲۲۰۹ اور فتاویٰ محمودیہ جلد ۹ میں تفصیل کے ساتھ تمام شکوک وشبہات کا جواب دیا گیا ہے، اہل ذوق مراجعت کرلیں ورنہ بقدر ضرورت پر کفایت کرلیں۔ مزید علمی سیرابی کے لئے۔ شرح الصدور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اور کتاب الروح علامہ ابن قیم تلمیذ خاص امام ابن تیمیہ کی اور التذکرۃ امام قرطبی کی، بہت ہی اہم اور نادر معلومات کا مجموعہ ہے۔ واللہ اعلم

تواتر کے اقسام

اہل علم جانتے ہیں کہ تواتر کے کئی اقسام ہیں؛ تواتر لفظی، تواتر معنوی، تواتر طبقہ اورتواتر توارث وغیرہ۔ گواس حدیث کے الفاظ اور اسناد متواتر نہیں، لیکن تواتر طبقہ اورتواتر توارث کا درجہ اس کو حاصل ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی المتوفیٰ ۹۷۳ھ تحریر فرماتے ہیں:

قَدْ صَحَّتِ الْأَحَادِيْثُ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ يُصَلِّيْ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ۔ (منح المنة ۹۲)

محدث علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْأَعْمَالِ قَدْ ثَبَتَتْ فِي الْقُبُوْرِ كَالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ عِنْدَ الدَّارِمِيِّ وَقِرَأَةُ الْقُرْآنِ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳)

قبروں میں بہت سے اعمال کا ثبوت ملتا ہے جیسے اذان و اقامت کا ثبوت دارمی کی روایت میں قرأت قرآن کا ترمذی کی روایت میں۔

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ كَمَا تَقَرَّرَ وَأَنَّهُ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهِ بِأَذَانٍ وَّإِقَامَةٍ۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

پہلے صحیح روایت سے واضح کیا جا چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور منفرد کی کامل نماز تو وہی ہوتی ہے جو اذان و اقامت سے ہو، لہذا اذان و اقامت خود نماز میں شامل ہیں، کتب فقہ میں منفرد کے لئے بھی اذان و اقامت کا ثبوت موجود ہے۔

علامہ ابوالوفاء علی بن محمد ابن عقیل الحنبلی المتوفیٰ ۵۱۳ھ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عُقَيْلٍ مِّنَ الْحَنَابِلَةِ: وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ

يُصَلِّيْ۔ (الروضة البهمية ص ۱۴)

علامہ ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفیؒ لکھتے ہیں:

وَ مِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ مُمَتَّعٌ بِجَمِيْعِ الْمَلَاذِّ وَالْعِبَادَاتِ غَيْرَ أَنَّهُ حُجِبَ عَنْ أَبْصَارِ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ شَرِيْفِ الْمَقَامَاتِ۔ (نور الایضاح ص ۱۷۷)

محققین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رزق دیا جاتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لذتوں اور عبادتوں سے متمتع ہیں، مگر ان نگاہوں سے اوجھل ہیں جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ و بلند مقامات تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ (نور الایضاح ص ۱۷۷)

اس عبارت میں محققین کا مسلک بتلایا گیا ہے کہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں، رزق دیا جاتا ہے، اور عبادات کے ذریعے لذت حاصل کرتے ہیں، مگر یہ رزق دنیوی نہیں بلکہ عالم غیب کا جیسا کہ اس عالم کے مناسب بھی ہے، اور اس پر پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ہر عالم کا رزق الگ الگ ہے اور احوال بھی جدا جدا۔ ہر چیز کو دنیاوی چیزوں سے مقابلہ نہ کریں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُحَقِّقِيْنَ إِلٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۴۶)

محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۲۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی لکھتے ہیں:

نَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ فِيْ قَبْرِهِ وَأَنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيْفَ لَا تَأْكُلُهُ الْأَرْضُ وَالْإِجْمَاعُ عَلٰى هٰذَا۔ (القول البدیع ص ۱۲۵)

ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رزق ملتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی، اور اسی پر اجماع منعقد ہے۔

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری تحریر فرماتے ہیں:

وَالْأَحْسَنُ أَنْ يُّقَالَ: إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْقَبُهَا مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيًّا، وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔ (ہوامش بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے، اور باقی انبیاء علیھم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

حیات النبی پر چھٹی حدیث سے دلیل:

(٦) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحِدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيَ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔ (سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور ج ۱ ص ۲۷۹۔ مسند أحمد ج ۲ ص ۵۲۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا نہیں کہ کوئی شخص جو مجھ کو سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

سعید ابن مسیب کا واقعہ

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْتُوْنَكَ أَيْ لِلزِّيَارَةِ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلَيْكَ أَتَفْقَهُ سَلَامَهُمْ؟ أَيْ أَتَعْرِفُ كَلَامَهُمْ وَتَدْرِيْ مَرَامَهُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ وَأَرُدُّ عَلَيْهِمْ، أَيْ سَلَامَهُمْ وَأَقْضِيْ مَرَامَهُمْ۔ (شرح الشفاء ملا علی قاری ج ۲ ص ۱۴۵۔ ابن أبی الدنیا و البیھقی فی حیاۃ الأنبیاء و فی شعب الإیمان)

میں نے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں کی ایک جماعت حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں زیارت کی غرض سے آتی ہے، اور وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے ہیں، آپ لوگوں کے سلام کو سمجھتے ہیں اور سنتے ہیں؟ یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس نے سلام کیا ہے؟ اور سلام کرنے والے کی غرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب سے

سلامتی لینا ہے؟ تو آقا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشفی بخش جواب عنایت فرمایا۔ ہاں ضرور میں سلام کا جواب ان کو دیتا ہوں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کے نزدیک، اللہ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے، کا معنی کیا ہے؟

جب کوئی شخص حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پہلے سے حیات نہ تھی اور درود شریف پڑھنے پر قبر مبارک میں آپ کو زندگی دی گئی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ کی توجہ ملأ اعلی اور حضرتِ ربوبیت کی طرف تھی، جب کسی نے درود شریف پڑھا ادھر سے توجہ مبارکہ ادھر ہوگئی، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں حالتوں میں حیات سے مشرف رہتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کسی وقت بھی تعطل نہیں ہے، پھر حیات کے مراتب لامحدود ہیں، اور سب سے اعلی واتم، واکمل حیات نبویہ ہے۔ عَلَى صَاحِبِهَا أَلْفَ أَلْفَ تَحِيَّاتٍ مبارَكَةٍ۔ ان سے کم درجہ کی حیات صحابہ کرام کی ہے اور ان سے کم حیات اولیاء وصالحین وعام مؤمنین کی ہے۔ (انوار الباری ج ۱۹ ص ۳۰۳)

ردّ روح کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حیات میں شبہ نہ کیا جائے، کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی۔ جس طرح دنیا میں نزول وحی کے وقت کی کیفیت ہوتی تھی۔ اس سے افاقہ ہوکر سلام کی طرف متوجہ ہوجاتا ہوں اسی کو رد روح سے تعبیر فرمایا۔ (نشر الطیب ۲۱۱ و ۲۱۲)

شیخ الاسلام وقطب الارشاد حضرت سید حسین احمد مدنی تحریر فرماتے ہیں:
حاضریٔ روضۂ مبارک کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح کو وہاں جلوہ افروز سننے والی جاننے والی غایت جمال وجلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جائے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ رکھا جائے۔(مکتوبات شیخ الاسلام ج۱ ص ۳۱۲)

اور نیز فرماتے ہیں کہ آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین و شہداء کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی ہے۔اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانے میں کیا جاتا تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے۔محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ذریعے اور وسیلہ سے ہو سکتی ہے۔اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج کے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے نعمت قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔مکتوبات ج۱ ص ۱۲۰

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مَا مِنْ أَحَدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ۔

کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے، اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں۔لیکن اتنی صحیح بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح

سے خالی رہتا ہے، اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لیے روح ڈال دیتا ہے۔

اسی بنا پر اکثر شارحین نے ردِّ روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالی کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے، اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔ پھر جب کوئی امتی سلام پیش کرتا ہے اور وہ فرشتے کے ذریعے یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ کے اذن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اس طرف متوجہ ہوتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اسی روحانی توجہ والتفات کو ردّ روح سے تعبیر کیا گیا۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۷۳)

اشکالات کے جواب

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

ہر سلام کرنے والے کے سلام کے موقع پر ردّ روح اور عود روح یعنی روح کا لوٹانا علمی طور پر خاصا اشکال وارد ہوتا ہے کہ بار بار نزع روح اور عود روح تو اچھا، بھلا سوھان روح ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ ان تمام اشکال کا جواب لکھتے ہیں:

اس میں اشکال کی وجہ یہ ہے کہ روح کا جسم کی طرف عود اس کو چاہتا ہے کہ پہلے روح جسم سے الگ ہو اور یہی موت ہے۔ (حالانکہ آپ قبر مبارک میں مستمر طور پر زندہ ہیں)۔ علماء نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کے بعد ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اللہ تعالی نے لوٹا دی ہے، یہ نہیں کہ لوٹائی جاتی ہے پھر نکالی جاتی ہے پھر لوٹائی جاتی ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ ایسا ہی ہے لیکن یہ نزع موت کا سا نہیں بلکہ اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جس کے سپرد یہ (درود شریف پہنچانے کا) کام ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ روح سے مراد مجازی طور پر نطق ہے اس کو اس طریقہ پر اس لیے تعبیر کیا تاکہ ہم سمجھ سکیں۔

(۵) پانچواں جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملأ اعلی کے معاملات میں مستغرق رہتے ہیں، سو جب بھی کوئی شخص سلام کہتا ہے آپ کی توجہ اور فہم آپ کی طرف لوٹ آتا ہے، تاکہ آپ صلی اللہ وسلم کہنے والے کے سلام کا جواب دے سکیں۔ اور اس حدیث میں ایک اور وجہ سے بھی اشکال وارد ہوا ہے وہ یہ کہ اس سے لازم آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سارا وقت سلام کا جواب لوٹانے میں ہی صرف ہو جائے گا، کیونکہ زمین کے بیشتر اطراف سے صلاۃ وسلام اس کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچتا ہے جو احصاء وشمار سے باہر ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آخرت کے معاملات عقل سے نہیں پہچانے جا سکتے اور برزخ کے معاملات احوال آخرت سے مشابہ ہیں۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲۔ فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

(۱) وَأَجَابَ الْبَيْهَقِيُّ بِمَا حَاصِلُهُ أَنَّ الْمَعْنىَ إِلَّا وَقَدْ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي يَعْنِيْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْبَ مَا دُفِنَ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رُوْحَهُ لِأَجْلِ سَلَامِ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ، اِسْتَمَرَّتْ فِيْ جَسَدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَنَّهَا تُعَادُ ثُمَّ تُنْزَعُ ثُمَّ تُعَادُ۔

امام بیہقی نے جو جواب دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت ﷺ پر دفن کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کی طرف لوٹا دی ہے، تا کہ آپ ﷺ سلام کہنے والوں کے سلام کا جواب دیں، اور پھر وہ روح آپ ﷺ کے جسد اطہر میں مستمر ہے نہ یہ کہ لوٹائی جاتی ہے پھر نکالی جاتی ہے اور پھر لوٹائی جاتی ہے۔

دوسرا جواب امام فاکہانیؒ نے دیا:

قَالَ الْفَاكِهَانِيُّ وَغَيْرُهُ أَنْ نَقُوْلَ الْمُرَادُ بِالرُّوْحِ النُّطْقُ مَجَازًا فَكَأَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَّا رَدَّ اللهُ إِلَيَّ نُطْقِيْ وَهُوَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ، لٰكِنْ لَا يَلْزَمُ مِنْ حَيَاتِهِ النُّطْقُ فَاللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى يَرُدُّ عَلَيْهِ النُّطْقَ عِنْدَ سَلَامِ كُلِّ مُسَلِّمٍ عَلَيْهِ۔

امام فاکہانیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ روح سے مجازاً نطق مراد ہے پس گویا کہ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری طرف میرا نطق لوٹا دیتا ہے۔ اور حضور خاتم النبیین ﷺ اگرچہ دوامی طور پر زندہ ہیں لیکن حیات سے نطق لازم نہیں آتا، سو اللہ تعالیٰ ہر سلام کہنے والے کے سلام کے وقت نطق کی طاقت آپ ﷺ کو عطا کر دیتا ہے۔

یعنی روح کے ردّ سے ردِّ معنوی مراد ہے بایں طور کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک اِس جہان سے بے نیاز ہو کر درگاہِ الٰہی اور ملاء اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے سو جب بھی کوئی شخص آپ ﷺ پر سلام کہتا ہے تو آپ ﷺ کی روح مبارک اِس جہان کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تا کہ سلام کہنے والے کے سلام کا ادراک کر کے اس کا جواب دے سکیں۔

تیسرا جواب امام سبکیؒ نے دیا:

وَأَجَابَ السُّبُكِيُّ الْكَبِيْرُ بِجَوابٍ آخَرَ حَسَنٍ جِدًّا، فَقَالَ: يَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ رَدًّا مَعْنَوِيًّا وَأَنْ تَكُوْنَ رُوْحُهُ الشَّرِيْفَةُ مُشْتَغِلَةً بِشُهُوْدِ الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ وَالْمَلَإِ الْأَعْلىٰ عَنْ هَذَا الْعَالَمِ، فَإِذَا سُلِّمَ عَلَيْهِ أَقْبَلَتْ رُوْحُهُ الشَّرِيْفَةُ عَلَى هَذَا الْعَالَمِ لِيُدْرِكَ سَلَامَ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَيَرُدَّ عَلَيْهِ۔ (القول البديع ص ۱۲۷)

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جواب دیا ہے جو بہت عمدہ ہے، وہ یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ روح کے رد سے رد معنوی مراد ہے بایں طور کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک اس جہاں سے بے نیاز ہو کر درگاہ الٰہی اور ملاءِ اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے، سو جب بھی کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کہتا ہے آپ کی روح مبارک اس جہاں کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تا کہ سلام کہنے والے کے سلام کا ادراک کر کے اس کا جواب دے سکے۔

حافظ ابن الملقن تحریر فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِرَدِّ الرُّوْحِ النُّطْقُ: لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ وَرُوْحُهُ لَا تُفَارِقُهُ لِمَا صَحَّ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔ (تحفة الذاكرين ص ۲۸ للشوكاني و دليل الطالب ص ۸۴۳ لنواب صديق حسن خان)

رد روح سے مراد نطق ہے کیونکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح روایت میں آتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں

میں زندہ ہیں۔

علامہ عزیزی لکھتے ہیں:

إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي أَيْ رَدَّ عَلَيَّ نُطْقِيْ لِأَنَّهُ حَيٌّ دَائِمًا وَرُوْحُهُ لَا تُفَارِقُهُ، لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔ (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸)

رد روح یعنی روح کے لوٹانے سے مراد نطق ہے، کیونکہ آپ دوامی طور پر زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ نہیں ہوتی، کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (السراج المنیر)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ جوابات دیے ہیں:

ایک جواب یہ ہے: **مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ قَبْلَ ذٰلِكَ وَأَرُدَّ عَلَيْهِ۔** (انباہ الاذکیاء ص ۱۰)

معنی حدیث یوں ہے کہ کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں کہتا مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح اس سے پہلے ہی لوٹا دی ہوتی ہے اور میں اس کے سلام کا جواب لوٹاتا ہوں۔

علامہ احمد بن محمد الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِيْهِ دِلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ حَيَاةً مُسْتَمِرَّةً، لِأَنَّ الْكَوْنَ لَا يَخْلُوْ مِنْ مُسَلِّمٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ لَحْظَةٍ، وَقَدْ ثَبَتَ بِالْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ أَحْيَاءٌ حَيَاةً حَقِيْقِيَّةً كَالشُّهَدَاءِ وَأَنْ كَانَ حَالُ الْبَرْزَخِ لَا يُقَاسُ عَلٰى حَالِ الدُّنْيَا۔ (نسیم الریاض ۴۹۹)

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوامی طور پر زندہ

ہیں، کیونکہ کوئی علاقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر لحظہ سلام کہنے والوں سے خالی نہیں، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی طرح باقی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہداء کی طرح حقیقی طور پر زندہ ہیں، اگرچہ برزخ کی حالت کو دنیا کی حالت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی اگر کسی شخص کو برزخ کی زندگی سمجھ میں نہیں آتی اور وہ اس کو محسوس نہیں کرسکتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زندگی ہی ثابت نہیں ہے، کیونکہ برزخ کا معاملہ دنیا کے معاملہ سے الگ ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۰۵)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقْتَ حُضُوْرِهِ لِلزِّيَارَةِ، إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ، قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: نُطْقِيْ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ أَيْ أَقُوْلُ وَعَلَيْکَ السَّلَامُ، قَالَ الْقَاضِيْ لَعَلَّ مَعْنَاهُ أَنَّ رُوْحَهُ الْمُقَدَّسَةُ فِيْ شَانٍ مَا فِي الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ، فَإِذَا بَلَغَهُ سَلَامُ أَحَدٍ مِّنَ الْأُمَّةِ رَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی رُوْحَهُ الْمُطَهَّرَةَ مِنْ تِلْکَ الْحَالَةِ إِلٰی رَدِّ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ۔ (بذل المجهود ج ۳ ص ۲۰۷، تسکین الصدور ص ۳۰۵)

اس سے مراد زیارت کے وقت قبر مبارک کے پاس سلام کہنا ہے، **إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ** کا معنی حافظ ابن حجر یہ لکھتے ہیں کہ مجھے قوت گویائی دی جاتی ہے اور **حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ** کا معنیٰ یہ ہے کہ میں کہوں گا: **وَعَلَيْکَ السَّلَامُ** قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید اس کا معنی یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس اللہ تعالیٰ کے جلال اور مشاہدہ کے نظارہ میں مشغول ہوتی ہے، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت میں سے کسی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کو اس طرف سے سلام کہنے والے کے سلام کے جواب دینے کی

طرف لوٹا دیتا ہے۔(بذل المجہود)

ایک شبہ اوراس کا جواب

ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ ہوسکتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی قبر میں حیات سے مراد روحانی حیات ہو۔یعنی روح کی حیات۔اوراسی طرح ردّ سلام بھی صرف روح کی وساطت سے ہو، اس لئے اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ اور مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ والی حدیثیں جسمانی حیات پر دلیل نہیں بن سکتی اور محل نزاع تو یہ حیات ہے۔(تسکین الصدور ص ۳۰۵)

جواب میں علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

وَلَعَلَّ الْمُرَادُ بِحَدِيْثِ: الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ أَنَّهُمْ اُبْقُوْا عَلىَ هٰذِهِ الْحَالَةِ وَلَمْ تُسْلَبْ عَنْهُمْ فَلَا يَرِدُ أَنَّ الرُّوْحَ بِنَفْسِهِ يَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ وَرَدَّ السَّلَامَ، فَكَيْفَ وُجِّهَ فِي الْحَدِيْثِ بَقَاءُ الْحَيَاةِ بِفِعْلِ الصَّلَاةِ وَكَذَا رَدُّ السَّلَامِ بِرَدِّ الرُّوْحِ وَاللهُ أَعْلَمُ بِهٰذِهِ الْحَقَاءِقِ۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اورشاید یہ کہ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ کی حدیث سے مراد یہ ہو کہ وہ اسی دنیوی حالت پر باقی رکھے گئے ہیں، اور یہ حالت ان سے سلب نہیں کی گئی، پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ روح خود بھی تو نماز پڑھنے اور سلام کا جواب دینے پر قادر ہے، سوحدیث میں نماز کی ادائیگی اوراسی طرح ردسلام کے لئے زندگی کو ردّ روح کے ساتھ کیوں وابستہ کیا گیا ہے؟ اوران حقائق کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔(تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر چہ نماز کا پڑھنا اور سلام کا سننا اور جواب دینا عقلی طور پر روح سے بھی متحقق ہوسکتا ہے، مگر الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ اور ردّ

سلام کی حدیثوں سے روح کی نماز اور روح کا ردّ سلام نہیں، بلکہ وہ حیات مراد ہے جو دنیا میں تھی، جس میں جسم و روح دونوں کا تعلق تھا، اور یہی حالت قبر میں بھی ہے۔اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں:

حیات سے مراد افعال واعمال کا صادر ہونا ہے نہ کہ صرف بقاء روح

وَالْأَحَادِيْثُ أَرَادَتْ أَفْعَالَ الْحَيَاةِ وَأَعْمَالَهَا لِإِبْقَاءِ الرُّوْحِ وَهُوَ قَوْلُهُ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ، وَأَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ، تُرَدُ فِيْ ذِكْرِ الْحَيَاةِ أَفْعَالِهَا لَا أَصْلِهَا أَوْ أَرَادَ مَعَ الْأَجْسَادِ فَإِنَّ أَجْسَادَهُمْ حُرِمَتْ عَلَى الْأَرْضِ۔ (تحیة الإسلام ٣٦)

اور یہ احادیث بتلاتی ہیں کہ حیات سے ایسی حیات مراد ہے جس سے زندگی کے افعال و اعمال صادر ہوں صرف بقاء روح ہی مراد نہیں ہے۔

اور اسی سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ اور یہ ارشاد بھی کہ **الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ**

یہ حدیثیں حیات کے افعال کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں، نفس حیات کے بیان کے لیے نہیں ذکر کی گئیں۔ یا یہ مراد ہو کہ حیات اجسام کے ساتھ ہے، کیونکہ ان کے اجسام زمین پر حرام کر دیے گئے ہیں۔یعنی حیات سے مراد بقاء روح کی حیات نہیں بلکہ اعمال وافعال والی اور اجسام والی حیات مراد ہے۔

حیات النبی پر حدیث سے ساتویں دلیل:

(٧) عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وِفِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ

مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ، قَالَ: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ (ابو داود کتاب الصلاۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ ج ۱ ص ۱۵۰، ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۳ و ۱۰۶۶)

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ترین ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کی وفات ہوئی۔ اسی دن قیامت کا پہلا صور اور اسی دن آخری صور پھونکا جائے گا۔ تو تم جمعہ کے دن میرے اوپر زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوت ہو جانے کے بعد ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسے پیش کیا جائے گا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریزہ ریزہ، مٹی مٹی ہو چکے ہوں گے؟ تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے زمین پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھا سکے۔ یعنی زمین پر پابندی ہے اور زمین کو انبیاء علیہم السلام کے اس اجساد مبارکہ کھانے کی قدرت ہی نہیں۔

اس حدیث صحیح سے چند امور بلا کسی تردد کے ایمان ویقین کا فائدہ دیتے ہیں:

(۱) حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس طرح زندگی میں درود

شریف پیش ہوتا رہا خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں کہ بروز جمعہ مجھ پر درود شریف پیش کر کے ربط و تعلق زندگی والا تم بحال کرو۔ اور درود شریف سے حیات والی برکت حاصل کرلو۔

(۲) اور جس طرح زندگی والا درود تمہارا پیش کیا جاتا تھا اسی طرح جمعہ کے دن کا درود شریف مجھ پر پیش ہوتا رہے گا دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔

(۳) نبی یا رسول کا لفظ جب بھی بولا جاتا ہے تو اس سے مراد نہ صرف روح ہوتی ہے بلکہ روح اور جسم مبارک و اطہر بھی مراد ہوتا ہے یعنی دونوں ہی ساتھ ساتھ درود و سلام میں یا تلاوت حدیث میں روایت میں یا جو بھی شریعت کا قانون حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے یا ان کی نسبت سے نقل کیا جائے اس سے ذات اقدس اطہر بھی مراد لی جاتی ہے۔ اس لئے حدیث میں صراحت کے ساتھ اور کھول کرامت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت دی کہ: **فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ** کہ تم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو؛ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

یہاں مجھ پر سے مراد ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل ہے نہ یہ کہ روح فقط، یا جسم فقط۔ جب بھی صلاۃ وسلام کہنے والا: **اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** کہتا ہے یا پڑھتا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل ذات روح مع الجسد مراد ہوتی ہے۔ کہیں کسی روایت میں نہیں ہے کہ صرف روح پر درود پیش کیا جاتا ہے بغیر جسم کے۔

حاصل یہ کہ درود شریف کا آغاز یعنی پیش ہونا جسم اطہر اور روح مبارک دونوں سے وابستہ اور مربوط ہے۔ نہ تنہا روح، لفظ نبی سے، اور نہ ہی فقط جسم بغیر

روح کے لفظ نبی سے امت میں بولا جاتا ہے، نہ ہی پہچانا جاتا ہے۔ اس کو خوب یادرکھیں۔

شب معراج اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ

یا قرآن میں ہے:

إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

کیا کوئی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ کہے کہ یہاں فقط روح نبی مراد ہے نہ کہ جسم نبی۔ سبھی جانتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں ذات اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مع الجسم مراد ہے اور رہے گی۔ اور یہی تو ہماری دلیل ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیات مع الجسد حاصل ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

اور اس عرض اور درود پیش کیے جانے میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کوئی تردد یا شک نہیں آیا، رہی کیفیت تو اس کو جناب رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اور ہم اس کے مکلف بھی نہیں اور ہماری ناقص سمجھ میں آجائے یہ بھی ضروری نہیں۔ بس اتنا ضروری ہے کہ اپنے رسول و نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین کرکے درود پیش کرتے رہیں، اور قوت ایمانی کو عرض درود سے یعنی درود پیش کرکے شرح صدر کی نعمت تک لے جائیں۔ یہاں تک کہ مشاہدہ اور فیض صلاۃ وسلام سے حجابات اٹھ جائیں۔ پھر کوئی سوال ہی باقی نہ رہے گا۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہی ہر سوال کا جواب ہے،
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلا شک وشبہہ مشکل حل ہوتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا الْمُشَاھَدَۃَ فَیْضَ الصَّلَاۃِ وَالسَّلَامِ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وزندگی میں تو درود شریف کا تعلق روح اور جسد اطہر دونوں سے تھا جس میں کسی شک وتردد کو قطعاً دخل نہیں ہے مگر صحابہ نے سوال کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے بعد ہمارا درود شریف کیا صرف روح پر پیش ہوگا؟ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قَدْ اَرِمْتَ؟ تو مٹی مٹی ہو چکے ہوں گے؟

قربان جائے صحابہ کے سوال پر اور، فِدَاہُ أَبِيْ وَأُمِّيْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین کے جواب پر کے بات صاف کردی کہ نہیں تمہارا درود جس طرح دنیا میں روح اور جسد اطہر دونوں پر پیش ہوتا تھا، جب میں تم سے اوجھل ہو کر رفیق اعلی میں آجاؤں گا تو بھی تمہارا صلاۃ وسلام روح اور جسد دونوں پر پیش ہوگا اور غور سے سنوں گا:

إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْأَرْضِ أَنْ تَأْکُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِیَاءَ۔

اللہ تعالی نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اجساد حرام کردیے ہیں۔ لہذا تمہارا درود میں بذاتِ خود سنوں گا، جواب دوں گا اور اسی جسدِ اطہر سے تمہارا درود وابستہ رہے گا کہ جسدِ اطہر محفوظ اور حیات سے متصف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کے نزدیک حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو بھی صلاۃ وسلام کا مرکزی اولین درجہ حاصل تھا۔

جبھی تو سوال کیا کہ ہمارا صلاۃ وسلام کیسے پیش ہوگا؟ جب کہ آپ تو مٹی مٹی ہو چکے ہوں گے؟

گویا کہ صحابہ بھی جانتے تھے کہ صلاۃ وسلام کا پیش ہونا تو جسد اطہر پر ہوگا نہ کہ تنہا روح پر، اور جسد اطہر پر کیسے ہوگا؟ تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صحابہ کی تائید فرمادی کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ درود جسم پر پیش ہوگا نہ کہ تنہا روح پر صحیح اور درست ہے۔ مگر سن لو انبیاء علیہم السلام کا جسد اطہر بوسیدہ یا کسی بھی طرح کی تخریب سے پاک ہوتا ہے۔ اور روح کے ساتھ جسد انبیاء علیہم السلام کو بھی بقاوحیات حاصل ہے۔ لہذا تم جس طرح دنیاوی زندگی میں درود پیش کرتے تھے اور وہ مجھ پر روح مع الجسد پیش ہوتا تھا اسی طرح پیش ہوتا رہے گا۔ اور تمہارا ربط وتعلق ہم سے درود کے ذریعہ رہے گا۔

بہرحال حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اور اسی نسبت وتعلق کی وجہ سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پیش کیا جاتا ہے اور اسی گہرے تعلق کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جواب دیتے ہیں، اور ضرور دیتے ہیں۔ جواب کا دینا حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح دلیل ہے۔

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

وَمَعْلُوم بِالضَّرُورَةِ أَن جسده (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فِي الأَرْض طَرِيٌّ مَطرا وَقد سَأَلَهُ الصَّحَابَة كَيفَ تعرض صَلَاتنا عَلَيْك وَقد أرمت فَقَالَ إِن الله حرم على الأَرْض أَن تَأْكُل أجساد الْأَنْبِيَاء وَلَوْ لَمْ يَكُنْ جَسَدُهُ فِي ضَرِيحِهِ لَمَا أَجَابَ بِهَذَا الْجَوَابِ۔ (كتاب الروح ۵۴)

اور بداہۃً معلوم ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک بالکل

تروتازہ زمین میں موجود ہے۔ اور صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے (معاذ اللہ)، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھائے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک قبر میں نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جواب ہرگز نہ دیتے۔

یعنی صلاۃ وسلام پیش کرنے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو سامنے رکھ کر ہی سلام پیش کرتے ہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جواب میں فرمایا کہ اجساد انبیاء روح کے ساتھ موجود ہیں اور جسم مبارک بالکل اسی طرح موجود ہے۔

شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ سَأَلُوْا بَيَانَ كَيْفِيَّةِ الْعَرْضِ بَعْدَ اِعْتِقَادِهِمْ بِأَنَّهُ كَاءِنٌ لَا مَحَالَةَ، يَقُوْلُ الصَّادِقُ رَفْعًا لِلْاِشْتِبَاهِ أَنَّ الْعَرْضَ هَلْ هُوَ عَلَى الرُّوْحِ الْمُجَرَّدِ أَوْ عَلَى الْمُتَّصِلِ بِالْجَسَدِ؟ حَسِبُوْا أَنَّ جَسَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَجَسَدِ كُلِّ أَحَدٍ فَكَفَى بِالْجَوَابِ مَا قَالَهُ عَلَى وَجْهِ الصَّوَابِ۔ (ابو داؤد هامش ج ۱ ص ۱۵۷)

صحابہ کرام نے اس یقین کے بعد کہ لامحالہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ محض اپنے شک کو دور کرنے کے لیے اس عرض صلوۃ کی کیفیّت دریافت کی کہ آیا وہ صرف روح مبارک پر پیش کیا جاتا ہے یا اس روح پر جو جسم سے متصل ہے۔ اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ ہم لوگوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو بھی مٹی کھا جائے گی۔ اس سوال کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا وہ معقول اور درست طریقہ سے ان کے شبہ کے ازالے

کے لیے کافی تھا۔

اس عبارت کا مطلب بھی واضح ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اور صلاۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے وہ جسم مبارک اور جسد اطہر دونوں پر پیش ہوتا ہے۔اسی لیے وضاحت کردی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جسد اطہر محفوظ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت کا ورود آنی تھا زمانی نہیں

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت کا ورود آنی تھا زمانی نہیں، یہ خیال نہ کیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات عام لوگوں کی طرح تھی، کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب ہی عالم برزخ میں دنیاوی حیات سے مشرف ہوتے ہیں اور ان کی حیات شہداء کی حیات سے بھی زیادہ اقوی واکمل ہے۔ان دونوں کے بعد درجہ اولیائے امت اور صالحین کا ہے۔اور یوں ارواح تو نہ صرف مومنین بلکہ کفار ومشرکین کی بھی زندہ رہتی ہیں ان کے لیے موت نہیں ہے۔

البتہ عام انسانوں کے اجسام محفوظ نہیں رہتے جب کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام محفوظ بھی رہتے ہیں، زمین ان میں کوئی تغیر نہیں کرسکتی:

إِنَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔

علمائے امت نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت کا ورود آنی تھا زمانی نہیں۔یعنی آن واحد کا وقفہ ہوا جو زمانے کا کم سے کم درجہ ہے اس کے بعد پھر حیات مستمرہ حاصل ہے۔جو دنیا کی حیات سے بھی کہیں زیادہ اقوی، اعلی اور اکمل ہے۔(انوار الباری ج ۱۹ ص ۳۰۲)

مولانا ابو عتیق عبد الہادی تحریر فرماتے ہیں:

ظَاهِرُهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ رُوْحَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْ الْجَسَدِ الْأَطْهَرِ بَلْ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ أَحَدٌ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقْتَ حُضُوْرِهِ لِلزِّيَارَةِ رَدَّ اللهُ رُوْحَهُ فِيْهِ وَهُوَ يُنَافِيْ حَيَاتَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَنَّهُمْ اِتَّفَقُوْا عَلَى حَيَاتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ بَلْ حَيَاةُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهَا لَا خِلَافَ لِأَحَدٍ فِيْهِ۔ فَقَالَ الْحَافِظُ: مَعْنَاهُ: رَدَّ اللهُ عَلَيَّ نُطْقِيْ۔ (أنوار المحمود ج ١ ص ٦١٠)

یہ حدیث بظاہر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک جسد اطہر میں نہیں ہوتی۔ بلکہ جب بھی کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہو کر قبر مبارک کے پاس سلام کہتا ہے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اور یہ مطلب تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے منافی ہے۔ حالانکہ سب کا اتفاق ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ بلکہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات ایک اتفاقی امر ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس اشکال کے جواب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ رد روح سے مراد رد نطق ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ أَيْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَيْ مَنَعَهَا، فِيْهِ مُبَالَغَةٌ لَطِيْفَةٌ أَجْسَامَ الْأَنْبِيَاءِ، أَيْ أَنْ تَأْكُلَهَا، فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ

فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَيُمْكِنُ لَهُمْ سِمَاعُ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۰۹)

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی اس کو روک دیا ہے اور اس میں لطیف مبالغہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو وہ کھائے، کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ پس جواب کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو ان کے لیے ممکن ہے کہ جو شخص بھی سلام عرض کرے وہ اس کو سنیں۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۰۹)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے جواب میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ لُحُوْمَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَخْبَرَ أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنَ الْقَرِيْبِ وَأَنَّهُ يُبَلَّغُ ذٰلِكَ مِنَ الْبَعِيْدِ۔ (مناسک الحج ص ۸۴۔ تسکین الصدور ص ۳۱۶)

بے شک اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا گوشت کھائے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب سے صلاۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے۔

ان تمام محدثین کبار کے اقتباسات سے بخوبی واضح ہو گیا اور صراحت سامنے آ گئی کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسد مبارک کے ساتھ قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور ان پر جو صلاۃ وسلام قریب سے پیش کیا جاتا ہے بنفس نفیس خود سنتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نطق مبارک سے جواب عنایت فرماتے

ہیں۔ محدثین میں سے ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق خوب سے خوب تر جواب دیا ہے۔

حاصل سب کا یہ ہے کہ ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم حیات مستمرہ کے ساتھ اپنے روضہ میں تشریف فرما ہیں، زندہ ہیں، سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ اور جو دور سے سلام عرض کرتا ہے وہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حدیث سے آٹھویں دلیل:

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثِرُوْا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَاءِكَةُ وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ، قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، قَالَ: وَ بَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ (سنن ابن ماجه کتاب الجنائز باب الذکر وفاته ودفنه ص ۱۱۸)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن میرے اوپر خوب درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، یہ فرشتوں کی حاضری کا دن ہے۔ تم میں سے جو آدمی بھی درود شریف پڑھے گا جیسے ہی پڑھنے سے فارغ ہوگا اس کا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا کیا وفات کے بعد بھی درود پہنچے گا؟ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جی ہاں وفات کے بعد بھی ضرور پہنچے گا؟ کیونکہ اللہ پاک نے زمین پر حرام

کر دیا کہ نبی کے جسم مبارک کو کھائے۔ اس لئے وفات کے بعد بھی نبی کو زندگی حاصل ہوتی ہے اور رزق ملتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۱۹ ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۱۰، حدیث نمبر ۱۰۷۲)

اس حدیث سے اور دوسری احادیث سے انبیاء علیہم السلام کو اہل جنت کی حیات حاصل ہے اور اس کا ثبوت ملتا ہے۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے بعد بھی دائمی عبادات اور نیک اعمال سے معطل نہیں رہتے۔

تیسرے امّت کے درود وسلام ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور وہ بنفس نفیس قریب سے پیش کرنے والوں کا سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ یہ سننا بھی گوش مبارک سے ہوتا ہے اور جواب بھی لسان مبارک سے دیتے ہیں۔ جس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ سننا اور جواب دینا کیا حیات کی دلیل نہیں ہے۔

چوتھے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجساد واجسام مبارک بھی محفوظ ہی نہیں تر وتازہ ہیں اور ان مقدس حضرات کے اجسام مبارک کو زمین نقصان نہیں پہنچاتی۔ یہی تو حیات کی دلیل ہے۔

پانچویں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالی کی جانب سے رزق بھی ملتا ہے۔

چھٹے ان کی موت بھی عام انسانوں جیسی نہیں، آنی ہے زمانی نہیں۔ ان کو حیات مستمرہ حاصل ہے، اسی لیے ان کے غسل، ان کے دفن، بعداز وفات ان پر درود وسلام کی صورت میں نماز، ان کے ترکہ کا صدقہ ہونا، ان کی بیویوں سے حرمت نکاح کا ہونا، ان تمام حیات کی خصوصیات کی وجہ سے امت کا عقیدہ ہے

کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں، اور ہمارے حضور کو جملہ صفات حیات حاصل ہیں، اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی سے جو مقصود اعمال قرب الٰہی ہیں اس میں ہمہ تن مشغول ہیں۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں: وَ نَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ (ہدایۃ الشیعۃ: ۳۶)

حکیم الامت حضرت تھانوی لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے، اور گو شہداء کے لیے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے، مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقوی ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۲۰)

ان تمام وضاحتوں سے بخوبی معلوم ہوا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں، اور یہی ہمارا اور جملہ اکابر علمائے دیوبند کا مسلک اور عقیدۂ راسخ ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حدیث سے نویں دلیل:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ أُمَّتِيْ السَّلَامَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی فرشتے مقرر کیے ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے متعین اور مقرر کیے گئے ہیں) جو زمین پر گھومتے ہیں (یعنی جن کی ذمہ داری ہے کہ) میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ (نسائی باب التسلیم علی النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۱ ص ۱۸۹، مسند أحمد ج ۱ ص ۴۴۱۔ ترجمان السنہ رقم ۱۰۷۴ ج ۳ ص ۳۰۲)

حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنہ میں لکھتے ہیں:

جو لوگ خود حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پیش کرتے ہیں وہ تو آپ بنفس نفیس خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود و سلام پڑھتے ہیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے متعین فرما دیے ہیں، وہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔

یہی طریقہ دنیا میں ہے اپنی موجودگی میں سلام کی سنت آپ خود ادا کرتے ہیں اور غائب ہو کر کسی دوسرے شخص کی معرفت اپنا سلام بھیجتے ہیں۔

کیونکہ وفات کے بعد یہ طریقہ قائم نہیں رہ سکتا اس لئے اللہ تعالی نے اپنی رحمت کاملہ سے اس خدمت کے لیے یہاں ملائکۃ اللہ مقرر فرما دیے ہیں جو اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام میں آثار حیات نہیں، تو پھر یہ کس لئے ہوتا ہے؟

اور اگر حضور وغیبت کا کچھ فرق نہیں تو پھر فرشتوں کا یہ تقرر کس لیے ہے؟ اس لیے نہ یہ صحیح ہے کہ ان کی حیات کو عام لوگوں کی حیات کے برابر سمجھا جائے اور نہ اس کو بڑھاتے بڑھاتے اتنے مبالغہ کی ضرورت ہے کہ العیاذ باللہ حاضر وناظر کی صفت ان کے لئے ثابت کر دی جائے، دین میں افراط وتفریط کی گنجائش کہیں نہیں۔ اعتدال کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ فَاتَّبِعُوْہُ۔ (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۰۳)

(۱) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ، وَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا

أُبْلِغْتُهُ۔(رواه البيهقي في شعب الإيمان۔ ترجمان السنة ج ۲ ص ۴۳۶ رقم ۸۰۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود بھیجتا ہے اسے تو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود بھیجتا ہے اسے فرشتے میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔(شعب الایمان)

یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی وفات عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی، وہ جس طرح اپنے بعض حیات کے احکام میں ممتاز ہوتے ہیں، اسی طرح بعض وفات کے احکام میں بھی ممتاز ہوتے ہیں۔ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہوتا ہے۔البتہ قریب و بعید کے سننے اور جاننے کا جو آئین ان کی حیات میں تھا وہی آئین ان کی وفات کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔یعنی جس طرح اپنی حیات میں وہ قریب کی بات خود سنا کرتے تھے اسی طرح وفات کے بعد قریب کی درود شریف بنفس نفیس خود سنتے ہیں، اور جس طرح دور کی باتوں کا علم ان کو کسی قاصد یا خطوط کی معرفت ہوا کرتا تھا اسی طرح درود شریف کے حق میں بھی وہی نظم و نسق قائم رہتا ہے۔(ترجمان السنہ ج ۲ ص ۴۳۶)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام احمد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ بے شک اللہ تعالی کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔(فتاوی عزیزی ج ۲ ص ۶۹۔تسکین الصدور ص ۳۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امت کا سلام پہنچنا تواتر سے ثابت ہے۔

امام سخاوی اور امام دار قطنی رحمہما اللہ روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَسِيحُوْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ صَلَاةَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ أُمَّتِيْ۔ (أخرجه الدار قطني۔ القول البديع ص ١٤٨۔ شفاء السقام ص ٣٤)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے ہیں۔ میری امت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ و درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔

روایت سے واضح ہو گیا کہ صلوٰۃ و درود اور سلام دونوں ہی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں پیش کیا جاتا ہے۔ امت کے لیے اس سے بڑی سعادت کیا ہوگی کہ ہم نالائقوں کا صلاۃ وسلام آقا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں پیش ہو۔ لوٹ لو سعادت جتنی چاہو۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں کہ جس طرح سلام آپ پر پیش کیا جاتا ہے اسی طرح صلوٰۃ اور درود بھی پیش کیا جاتا ہے۔ (السراج المنیر ج ١ ص ٥١٨)

علامہ شہاب الدین محمد بن احمد الاشبیہی روایت نقل کرتے ہیں:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِي الصَّلَاةَ عَلَيَّ مِنْ أُمَّتِيْ فَأَسْتَغْفِرُ لَهُمْ۔ (المستطرف فی کل فن مستظرف ج ٢ ص ٣١٧)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی کی طرف سے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے ہیں، میری امت کی طرف سے مجھے درود پہنچاتے ہیں، پس میں ان کے لئے استغفار کرتا ہوں۔ (المستطرف)

عَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَكْثِرُوْا الصَّلَاةَ عَلَيَّ فِي اللَّيْلَةِ الزَّهْرَاءِ وَالْيَوْمِ الْأَغَرِّ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ فَأَدْعُوْ لَكُمْ وَأَسْتَغْفِرُ۔ (القول البدیع ص ۱۵۴)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا شب جمعہ میں اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، پس تمہارے لئے میں دعا اور استغفار کرتا ہوں۔

ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسد اطہر اور روح مبارک دونوں کے مجموعہ کا نام ہے

فرشتے مجھے صلاۃ وسلام پہنچاتے ہیں اور کلمہ "نی" جو واحد متکلم کی ضمیر ہے ذات پر دلالت کرتی ہے۔ (علم نحو کا قاعدہ ہے کہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے) اور حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی نہ تو صرف جسد اطہر کا نام ہے اور نہ محض روح مبارک کا، بلکہ دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

اگر صرف روح مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا تو آپ فرما دیتے کہ میری روح پر اس کا عرض ہوتا ہے اور اگر محض بدن اطہر پر یہ عرض ہوتا تو صرف بدن اطہر کا ذکر فرما دیتے۔ مگر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنی ذات اقدس کا ذکر فرمایا ہے، جو روح اور جسم دونوں کے مرکب کا نام ہے۔ لہذا یہ روایت بھی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کی دلیل ہے۔

اور اس روایت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دور دراز سے جو لوگ درود وسلام پڑھتے ہیں وہ آپ تک بتوسط ملائکہ پہنچایا جاتا ہے، آپ خود اس کی سماعت نہیں

فرماتے۔جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان وخیال ہے۔

مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے۔لیکن اللہ تعالی جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچا دے اور وہاں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس سنتے ہیں۔اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔(معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۰)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حدیث سے دسویں دلیل:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهُ۔ (جلاء الافهام لحافظ ابن القيم ۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اس کو میں خود سنتا ہوں۔اور جو مجھ پر دور سے دور پڑھتا ہے تو وہ مجھے فرشتوں کے ذریعے بتلا دیا جاتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرات صحابہ کرام سے لے کر آج تک کوئی شخص اہل السنت والجماعت میں ایسا نہیں گزرا جو کہتا ہو کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند القبر صلاۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔تمام اہل السنت والجماعت کا حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سماع عند القبر پر اتفاق ہے،کوئی اس کا مخالف نہیں گزرا۔اور کتب اہل اسلام میں اس کے خلاف ایک بھی صریح حوالہ موجود نہیں

ہے۔(تسکین الصدور ا۳۴۳)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوٰی ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَالدَّارُقُطْنِيْ عَنْهُ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أُعْلِمْتُهُ، وَفِيْ إِسْنَادِهِ لِيْنٌ، لٰكِنْ لَهُ شَوَاهِدُ ثَابِتَةٌ، فَإِنَّ إِبْلَاغَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ مِنَ الْبُعْدِ۔ قد رواه اهل السنن من غير وجه۔ (فتاوى ابن تيمية ج ۴ ص ۱ ۳۶۱۔ طبع جديد ج ۲۷ ص ۱۱۶)

ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر میری قبر کے پاس صلاۃ وسلام کہا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اس کی سند کمزور ہے، لیکن اس کے کئی شواہد ثابت ہیں، کیونکہ دور سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صلاۃ وسلام پہنچانے کی روایت متعدد طرق سے اہل السنن نے بیان کی ہے۔

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ روضہ پر جو سلام عرض کرتا ہے خود اپنے گوش جسم سے سنتے ہیں اور لسان جسم سے جواب دیتے ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیات اقوی واکمل اور اعلی درجے کی حاصل ہے۔ سلام کا سننا اور جواب دینا، نماز ادا کرنا وغیرہ یہ تمام صفات حیات ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حدیث سے گیارھویں دلیل:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لَيَنْزِلَنَّ عِيْسىٰ بْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَ حُكْمًا عَدْلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ، وَ لَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ وَلَيُعْرَضَنَّ عَلَيْهِ الْمَالُ فَلَا يَقْبَلُهُ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِيْ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، لَأَجَبْتُهُ۔ (الصحيح البخاری باختصار، وابو يعلى ورجاله رجال الصحيح ، ترجمان السنة ج ۳ص ۲۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت بھی اسی معنی کی ہے:

لَيَهْبِطَنَّ بْنُ مَرْيَمَ حُكْمًا عَدْلًا وَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا، حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا، وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِيْ حَتَّى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَأَرُدَنَّ عَلَيْهِ۔ (مسلم ۸/ ۲۳۴)

البتہ ضرور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلاۃ والسلام نازل ہوں گے انصاف کرنے والے حاکم ہوکر اور امام عادل ہوکر اور البتہ وہ ضرور فج (جگہ کا نام ہے) کہ راستے پر حج یا عمرہ کے لیے جائیں گے، اور بلاشبہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ رواہ الحاکم ج ۲ ص ۵۹۵۔ احمد ج ۲ ص ۲۹۰۔ درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵

حیات عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

سب سے پہلی بات جو حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی حیات اور ان کو اللہ تعالی نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور وہ قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور یہود اور منکرین توحید و مشرکین سے جہاد کریں گے اور زمین پر قرآن و حدیث کے مطابق حکومت جاری فرمائیں گے۔ اور حضرت خاتم النبیین ، امام

الانبیاء، سید المرسلین ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دیں گے اور حضور ﷺ کو سلام پیش کریں گے اور حضور خاتم النبیین ﷺ سلام کا جواب دیں گے۔

اب آپ ذرا غور کریں کہ بات کتنی صاف ستھری اور خوب روشن ہے کہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ پر حضرت عیسی کے نزول اور روضہ پر حاضری کے بعد کوئی نئی حالت طاری نہیں ہوگی۔ بلکہ جو حالت آپ ﷺ کی ہے اور رفیق اعلی میں تشریف لے جانے کے بعد آج تک ہے، وہی اب بھی ہے کہ تمام سعادت مند لوگوں کا جو قبر مبارک پر حاضری دیتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں تو حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس جو روح اور جسد اطہر سے جانی پہچانی جاتی ہے، وہی ذات اقدس ﷺ کی سلام سنتی ہے اور جواب بھی دیتی ہے وہی بعینہ ذات اقدس حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھی جواب دے گی۔

اور اس عقیدۂ حیات النبی ﷺ کو لفظ عِندَ قَبرِيْ کہکر خوب مضبوط اور مستحکم خود ہمارے حضور ﷺ نے ہی مؤکد کر دیا، ورنہ عِندَ قَبرِيْ کیوں کہا جاتا ہے؟! بذات خود سننا اور جو جسم مع الروح ہے وہی تو قبر شریف میں موجود ہے اور اسی کو حیات اقوی و اکمل اور اعلی ترین حاصل ہے۔ اور وہی ذات اقدس جو جسم و روح سے جانی جاتی ہے سلام کا جواب بھی دیتی ہے۔

لہٰذا نہ تو ذات اقدس ﷺ تنہا روح کا نام ہے نہ ہی تنہا جسد اطہر کا نام ہے بلکہ ذات اقدس ﷺ سے مراد حضور خاتم النبیین ﷺ کی مکمل ذات جسد مع الروح ہی کا نام ہے اور وہ زندہ ہے، ان کی جناب قدسی میں جو سلام عرض کرتا ہے حاضر ہو کر جواب بذات خود حضرت ﷺ ہی دیتے ہیں۔ بلا شک و شبہ اور بنی اسرائیل کا آخری نبی کائنات عالم کے تمام نبیوں کے آخری نبی کی خدمت میں حاضری دیں گے اور سلام عرض کریں گے اور ہمارے حضرت ﷺ کو

مخاطب کر کے فرمائیں گے: یَا مُحَمَّدُ، تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

نکتہ اگر صحیح ہے تو الحمد للہ

اگر کوئی سلام عرض کرتا ہے مثلاً اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ تو اس کے اس سلام کے رد و واپسی میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنا ہی شریعت میں آیا ہے۔

اور اگر کوئی کسی کو مخاطب بنا کر نام مبارک لے کر جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرما دیا کہ وہ آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے کہ یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں ضرور جواب دوں گا۔ رد سلام اور جواب میں ذوقی لطیف فرق ہے، جو اہل ذوق ہیں ان پر مخفی نہیں۔ اسی کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَأُجِیبَنَّهُ سے واضح فرمایا کہ ایک بنی اسرائیل کے آخری نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے آواز دیں گے تو ان کے تخاطب کا جواب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور دیں گے۔

ایک زندہ نبی آسمان سے نازل ہونے کے بعد خاتم الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے روضہ پر حاضری دے کر یَا مُحَمَّدُ کہہ کر آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرمائے گا، تو ان کو جواب دے کر یہ ثابت کر دیا جائے گا کہ دونوں ہی کو حیات و زندگی حاصل ہے۔ اور جو حیات کے قائل نہیں ہیں ان کے اس فتنے کی تردید بھی ہو جائے گی۔ کہ ایک دنیوی زندگی والے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے ایک برزخی حیات و زندگی والے نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی قبر پر یَا مُحَمَّدُ کہہ کر مخاطب کیا تو جواب دے کر ثابت کر دیا گیا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی دونوں زندگی بھی حیات کے تمام شعبوں میں اقویٰ و اکمل اور اعلیٰ ترین حیات سے متصف حیات والی صفات سے ہی زندہ ہیں۔ تبھی تو اپنے مخاطب کا جواب دے رہی ہے۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی دونوں

زندگی یکساں ہیں حیات اور صفات حیات میں۔ خواہ وہ یہاں تھے تو وہاں ہیں تو وہ ہی حیات والی زندگی ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بہت ہی پر لطف اور مزیدار حلاوت بخش بات ہے کہ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرما دیا اور قسم کھا کر فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد مختلف امور انجام دیں گے جو منجانب اللہ ان کے سپرد ہیں۔ اور یہ بھی کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر بھی بلا شک وریب وہ حاضر ہوں گے۔

وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِيْ حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِ۔

''بلا شبہ وہ میری قبر پر آئیں گے حتی کہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور بلا شک میں ان کے سلام کا جواب دوں گا''

گویا کہ من جملہ امور کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا روضہ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری بھی ایک امر مہتم بالذات اور مقصود و مطلوب ہے۔

اور گویا کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کی آمد کے منتظر ہیں، کیونکہ ان کی آمد کے بعد دجالی و شیطانی تمام قوتوں کا خاتمہ ہو جائے گا، اور دجال کے قتل سے تمام طاغوتی طاقتوں کا فتنہ زمین سے مٹ کر اس کے ساتھ دفن ہو جائے گا۔ ان تمام جھمیلوں سے نمٹ کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہنا، یہ اطلاع ہوگی کہ زمین پر جو طاغوتی طاقتیں مرکز معصیت یا نفسانی و شہوانی اور شیطانی، جس مرکز سے مدد لیتی تھی اب اس کا صفایا ہو گیا ہے، شر کا مرکز اور دجال اور اس کے تمام تانے بانے مکڑی کے جالے کی طرح صاف کر دیئے گئے ہیں۔

اس لئے لوگوں کے دلوں سے بغض وعداوت، حسد و کینہ اور وہ تمام غل وغش

جو ایمان ویقین میں تذبذب کا سبب تھا یکسر ختم ہو جائے گا اور نور قرآن وسنت سے قلوب منور ہو کر انابت واطاعت اختیار کرلیں گے اور منیب ہو جائیں گے۔ لوگوں میں صلاح وتقوی اور ہر طرح کی فکر آخرت کی شان نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے گی، دنیا کی بے ثباتی اور مال سے اعراض جو اصل سبب ہے کدورت وحسد کا بُعد اور نفرت پیدا ہو جائے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ انبیاء علیھم السلام زندہ ہوتے ہیں خواہ ان کی دنیوی زندگی ہو یا برزخی، اس لیے وہ برزخی زندگی میں بھی اعمال میں مشغول ہوتے ہیں۔ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے ان پر موت تو آتی ہے مگر آنی ہوتی ہے یعنی لمحہ بھر کے لیے، زمانی نہیں ہوتی۔ اور مقصودِ حیات اعمال صالحہ میں مشغولیت بدرجۂ اتم ان کو حاصل ہے یہی حیات کی دلیل ہے۔

مگر ان کی حیات برزخی کا دنیوی لوگوں کو اتہ پتہ نہیں چلتا۔ اور جن لوگوں کو علماء اہل السنت والجماعت کے عقیدہ سے وابستگی ہے ان کو ذرہ شک بھی نہیں کہ خود حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو قبر پر سلام عرض کرتا ہے حضرت ﷺ خود بنفس نفیس سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور سننا خود حیات کی دلیل ہے۔

علامہ مناوی حدیث مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ کا مطلب لکھتے ہیں:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أَيْ بَعِيْدًا عَنِّى أُبْلِغْتُهُ، أَيْ أُخْبِرْتُ بِهٖ مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ لِرُوْحِهٖ تَعَلُّقًا بِمَقَرِّ بَدَنِهِ الشَّرِيْفِ وَحَرَامٌ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَحَالُهٗ كَحَالِ النَّائِمِ (فیض القدیر رقم ۸۸۱۲ ج ٦ ص ۲۲۰)

جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو وہ میرے پاس وہ پہنچایا جاتا ہے یعنی کسی فرشتے کے ذریعے مجھے اس کی خبر دی جاتی ہے۔ اور یہ اس لیے کہ آپ کی روح مبارک کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن شریف سے تعلق ہے۔ اور زمین پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک حرام کر دیے گئے ہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا کہ آرام فرما رہے ہیں۔ (اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی، دل بیدار اور باشعور ہوتا ہے)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ سِمَاعًا حَقِيْقِيًّا بِلَا وَاسِطَةٍ۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۰، شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۰۰)

جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود اس کو سنتا ہوں یعنی حقیقی طور پر، فرشتوں کے توسط کے بغیر میں خود سنتا ہوں۔ اس عبارت سے وضاحت کھل کر آ گئی کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر کے پاس سلام پیش کرنے والوں کا درود و سلام سننا حقیقی سماع ہے جو مکمل حیات اور زندگی کی روشن دلیل ہے۔

مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ لکھتے ہیں:

سَمَعًا حَقِيْقِيًّا بِلَا وَاسِطَةٍ۔ یعنی میں حقیقی طور پر، میری ذات گرامی ہی سنتی ہے۔ ذات گرامی روح مع الجسد کو کہتے ہیں نہ کہ فقط روح کو۔ اور عِنْدَ قَبْرِيْ سے جسم مبارک جس کو حیات حقیقی حاصل ہے وہی مراد ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ يَسْمَعُهَا أَيْ إِذَا كَانَتْ بِالْقُرْبِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُبَلَّغُ

إِلَيْهِ أَيْ يُبَلِّغُهَا الْمَلَكُ إِلَيْهِ إِذَا كَانَ الْمُصَلِّيْ بَعِيْدًا۔ (طحطاوی ص ۴۰۵)

بے شک رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود شریف سنتے ہیں جب کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پڑھا جائے، اور فرشتہ آپ کو پہنچاتا ہے جبکہ درود شریف پڑھنے والا دور سے پڑھتا ہے۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زائرین کی دعاء بھی سنتے ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات ہیں، لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۶)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعۂ ملائکہ اور سلام کا جواب دینا تو دائماً ثابت ہیں۔ (نشر الطیب ص ۲۱۲)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

حضرات انبیاء علیہم السلام سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، جو شخص اس کا منکر ہو وہ اجماع کا منکر ہے۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوت و رسالت جس طرح وفات کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتی حیات بھی دائمی طور پر مستمر رہتی ہے اور ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت تو قیامت اور مابعد قیامت محشر میں شفاعت تک جاری وساری ہے اور صاحب شفاعت کو حیات مستمرہ حاصل ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلیل وشہادت

(۱) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ: لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثاً وَلَمْ يُقَمْ، وَلَمْ يَبْرُحْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ، وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَّسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه الدارمي ج ا ص ۴۴)

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ حرہ کا واقعہ پیش آیا ہے تو تین دن تک آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں اذان نہیں دی گئی اور سعید بن مسیب ان ایام میں بھی مسجد سے نہیں نکلے اور نماز کے اوقات صرف ایک گنگناہٹ کی آواز سے پہچانا کرتے جو وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک سے سنا کرتے تھے۔

(۲) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَمْ اَزَلْ اَسْمَعُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ الْحَرَّةِ حَتّٰى عَادَ النَّاسُ۔ (كذا في الخصائص ج ا ص ۲۸۱، رواه ابن سعيد في الطبقات ج ۵ ص ۱۳۲، اللالكائي في كرامات الاولياء ج ا ص ۱۶۶، التأمل في حقيقة التوسل ص ۲۵۵)

ترجمہ: سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جنگ حرہ کے زمانے میں میں اذان اور اقامت ہمیشہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک سے سنا کرتا تھا یہاں تک کہ لوگ پھر جماعت میں آنے لگے تھے۔ (خصائص۔طبقات۔کرامات اولیاء۔التوسل)

(۳) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ، وَمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِيْ، وَمَا يَأْتِيْ وَقْتُ صَلَاةٍ إِلَّا سَمِعْتُ الْأَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ۔ (رواه ابو نعيم كذا في الخصائص ج ۲ ص ۲۸۰۔ ترجمان

السنة ج۳ ص ۳۰۴)

ترجمہ: سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ جنگ حرہ کے زمانے میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں میرے سوا اور کوئی نہ تھا جب نماز کا وقت آتا ہے تو میں ہر نماز کے لئے قبر مبارک سے اذان کی آواز سنا کرتا۔ ابو نعیم

جنگ حرہ کے موقع پر مسجد نبوی میں قیام اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذان کی آواز

جنگ حرہ کا واقعہ ایک تاریخی المناک واقعہ ہے کہ مدینۃ الرسول میں بھی نماز کے لئے آنے کی ہمت لوگوں کو نہ ہوسکی تھی، مگر ایسے وقت میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی مسجد نبوی سے جدا نہ ہوئے اور خیر البقا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی مقیم رہے اور نماز کے اوقات جاننے کا واقعہ وہ خود ہی بیان فرما رہے ہیں کہ۔ جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو وہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ سے اذان کی آواز سنا کرتے تھے اور اسی کے مطابق اپنی نماز ادا کرتے رہے اسی طرح کئی دن تک مسلسل ٹھیک وقت پر اذان سنتے تھے اور نماز پڑھا کرتے تھے اور جب حالات درست ہو گئے اہل مدینہ کی مسجد نبوی میں آمد و رفت شروع ہو گئی تو آواز اذان کی بند ہو گئی۔

اس واقعہ سے بخوبی عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زندگی والے اعمال بھی ثابت ہیں۔

شروع میں ہی حدیث شریف گزر چکی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ کہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اپنی

قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اذان کی آواز آنا روح مع الجسد کا عمل ہے

قبر و روضہ شریف سے اذان کی آواز آنا یہ روح کا عمل نہیں ہے پھر ایک مسجد میں مقیم شخص کو ایک وقت نہیں کئی دنوں تک مسلسل ہر نماز کے وقت اذان کی آواز سے وقت کی خبر دینا اور متنبہ کرنا اقامتِ نماز کے لیے یہ بھی روحانی عمل نہیں بلکہ صاحب قبر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل حیات اور اعمال حیات کی واضح بلا شک و ریب کھلی ہوئی غیر معمولی واضح ترین دلیل ہے۔

اور اس بات کی بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے افراد کے اعمال صالحہ اور نماز جیسے فریضے کی ادائیگی کے نگراں ہیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۔ (احزاب)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً شاہد، بشیر و نذیر، اور اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو ہر نماز کے وقت اذان کی سماعت کرا کر حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت ثبت ہوگئی، اور کتنا انوکھا طریقہ ہے کہ اذان سنوائی گئی جو حیات کی بھی دعوت تام کے ساتھ حیات تام کی بھی دلیل بن گئی۔ الحمد اللہ ہم تو پہلے سے ہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیات و زندہ یقین بالجزم کے ساتھ مانتے ہیں۔

ان جیسے واقعات سے قوت یقین میں رسوخ اور استحکام و استقلال کی طمانیت ثبت ہوتی ہے۔ لاکھ لاکھ صلاۃ و سلام ہو اس نبی امی خاتم النبیین پر جو اپنی امت کا فکر مند ہے۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر شفاعت کی درخواست درست ہے

ہمارے حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کا یقینی علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے آج تک تواتر سے امت کو معلوم ہے اور قبر شریف کی جگہ ثابت ہے۔ اس لیے قبر شریف کے پاس باادب، پوری یکسوئی اور جمع خاطر کے ساتھ حاضر ہو کر دعا کرنا یعنی یہ کہنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے دعا مغفرت کر دیں یا اللہ تعالیٰ سے میرے لیے مغفرت طلب کر دیں۔ میری شفاعت فرما دیں جائز اور بلا شک وریب درست ہے اور یہ بالکل بھی شرک نہیں جیسا کہ بعض کم فہم و کم علم لوگوں کا وہم و خیال ہے۔

علامہ سمہودی لکھتے ہیں:

وَقَدْ یَکُوْنُ التَّوَسُّلُ بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْوَفَاةِ بِمَعْنٰی طَلَبِ أَنْ یَّدْعُوَ کَمَا کَانَ فِیْ حَیَاتِهٖ وَذٰلِکَ فِیْمَا رَوَی الْبَیْهَقِيْ وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَیْبَةَ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۲۱۴)

اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفات کے بعد توسل (یعنی دعا کی درخواست کرنا) کبھی اس معنی میں ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا طلب کرے جیسا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں تھا۔ جیسا کہ امام بیہقی نے اور ابن ابی شیبہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ مالک الدار سے روایت کیا ہے۔

آداب حاضری بدرگاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

رَوٰی اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا أَنَّهٗ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَأْتِيَ قَبْرَ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ

بِوَجْهِکَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهُ۔

(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ۳۴۱۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۵۹۰۔ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۴)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ھے کہ انھوں نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ تم حضرت خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آؤ اور اپنا رخ قبر شریف کی طرف کرو اور پھر کہو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهُ۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا:

جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرنے جائے تو مسجد نبوی میں اپنی آواز بلند نہ کرے، اس لیے کہ اللہ تعالی نے ایک قوم کو یہ ادب سکھلایا کہ تم اپنی آوازوں کو حضرت خاتم النبیین ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو۔ (الآیۃ)

اور ایک قوم کی تعریف کی ہے کہ بلاشبہ جو لوگ جناب رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَکُمْ۔ (الآیة)

اور ایک قوم کی مذمت کی ہے سو فرمایا ہے کہ جو لوگ حضور ﷺ کو حجروں کے سامنے سے پکارتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِینَ یُنَادُونَکَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُونَ۔ (حجرات ۴)

جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے۔

بے شک وفات کے بعد بھی حضور خاتم النبیین ﷺ کی عزت وحرمت ایسی ہی ہے جیسا کہ زندگی میں تھی۔

امیر المومنین ابوجعفر نے امام مالک سے سوال کیا کہ اے ابوعبداللہ کیا میں قبلہ رخ ہوکر دعا کروں یا حضور خاتم النبیین ﷺ کی طرف رخ کروں؟

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو اپنا رخ حضرت خاتم النبیین ﷺ سے پھیرتا ہے حالانکہ حضور خاتم النبیین ﷺ ہی شفاعت کبریٰ کے ذریعے تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے دن اللہ تعالی کے یہاں وسیلہ ہوں گے اور آگے فرمایا:

بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَيُشَفِّعَهُ اللّٰهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ الآية۔ (الشفا ج ۲ ص ۳۳/۳۲۔ آیت النساء ۶۴)

بلکہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی طرف متوجہ ہو اور حضور خاتم النبیین ﷺ کو سفارشی بنا۔ اللہ تعالی خاتم النبیین ﷺ کی سفارش قبول فرمائے گا۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ" اگر جس وقت وہ اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے پھر اللہ تعالی سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالی سے معافی چاہتے تو ضرور وہ اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے"۔

حیات النبی پر قرآن مجید سے تیسری دلیل کے عنوان پر تفصیل سے ایک اعرابی یعنی دیہاتی کا واقعہ لکھ دیا گیا ہے اور یہ واضح کردیا گیا ہے کہ بعد از وفات بھی امت کی فریاد سن کر بارگاہ رب العزت میں مغفرت کی درخواست کو پیش کرنا اور اللہ تعالی سے اس کے لئے مغفرت طلب کرنا اور حق تعالیٰ کی جانب سے دعا کی

قبولیت کی بشارت کا بھی آنا: قَدْ غُفِرَ لَکَ سے آگاہ کر دینا۔ یہی تو حیات اور اعمال حیات کی دلیل ہے۔ تفصیل ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۳ اور معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰ میں دیکھ لیں۔ اور اس واقعہ کو شفاء السقام ص ۱۱۵ اور علامہ سمہودی وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۲ میں نقل کیا ہے اور سند کو جید کہا ہے۔

الغرض امام مالک رحمۃ اللہ علیہ استشفاء عند القبر کے قائل ہیں اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس طرح حیات دنیوی میں یہ درست اور حق اور صحیح تھا بعد از وصال و وفات بھی آیت: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مغفرت کی دعا کرانا ثابت ہے۔ اور مذکورہ آیت سے استدلال بالکل واضح اور حق ہے اس میں کوئی ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

صلوٰۃ وسلام اور دعا میں قبر شریف کی طرف ہی رخ رکھنا چاہیے

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَقَالَ الأَكْثَرُوْنَ كَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِمَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْرِ، وَهُوَ الَّذِيْ ذَكَرَهُ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ وَأَظُنُّهُ مَنْقُوْلاً عَنْهُ۔ (فتاوی ابن تيمية ج ۲۷ ص ۱۱۷ طبع جديد)

اکثر حضرات جیسے امام مالک اور امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر قبر مبارک کی طرف رخ کر کے سلام و دعا کرنا چاہیے اور اسی کو حضرات شوافع نے ذکر کیا ہے اور میرے خیال میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی منقول ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد الخفاجیؒ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ مَذْهَبَ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَالشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمْ اِسْتِحْبَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ فِي الصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ وَهُوَ مُسْتَطَرٌ فِيْ كُتُبِهِمْ۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۹۸)

بے شک امام مالک اور امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ سلام اور دعا کرتے وقت قبر شریف کی طرف رخ کرنا مستحب ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۹۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب رؤس المسائل میں لکھتے ہیں:

وَرُوِيَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ الْإِمَامِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَّأْتِيَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةَ وَيَسْتَقْبِلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَيَدْعُوْ۔ (شفاء السقام ص ۱۱۹)

حضرت امام مالک بن انسؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب آدمی آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آئے تو قبلہ کی طرف پیٹھ کرلے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ وسلم کی طرف رخ کر کے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھی پڑھے اور جی بھر کر دعا بھی کرے۔

نیز امام مالک باہر سے آنے والوں یا سفر پر جانے والوں کے لیے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس وقوف یعنی ٹھہر کر سلام اور دعا کو درست فرماتے ہیں۔ البتہ اہل مدینہ پر ایسا ضروری نہیں ہے۔

یعنی وہ لوگ جو اصل مدینہ کے نہیں ہیں جب بھی باہر سے مدینہ منورہ میں

داخل ہوں یا پھر سفر میں مدینہ منورہ سے باہر کا ارادہ کریں تو ان کو چاہیئے کہ حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روضہ اقدس پر حاضری دیں اور صلاۃ وسلام عرض کر کے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کو بھی سلام پیش کر کے ان کے لیے دعائے خیر کریں۔

بہر حال جو سفر کر کے باہر جائے یا باہر سے آئے تو اس کے لیے ادب یہی ہے کہ حاضر خدمت ہو اور صلاۃ وسلام پیش کرے اور آداب کا خیال رکھے۔

لِمَنْ جَاء مِنْ سَفَرٍ أَوْ أَرَادَهُ۔ (فتاویٰ ابن تیمیة ج ۲۷ ص ۱۱۲۔ شفاء السقام ص ۲۵) ہاں جو سفر سے آئے یا سفر کا ارادہ کرتا ہو۔

پھر امام ابن تیمیہؒ عدم کراہت کی وجہ لکھتے ہیں:

لِأَنَّ ذٰلِکَ تَحِيَّةٌ لَهُ وَالْمُحَيَّا لَا يُقْصَدُ بَيْتُهُ كُلَّ وَقْتٍ بِخِلَافِ لِلْقَادِمِيْنَ مِنَ السَّفَرِ۔ (فتاوی ابن تیمیة ج ۲۷ ص ۱۱۸)

کیونکہ یہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہنا ہے اور جس کو سلام کہا جاتا ہے ہر وقت اس کے گھر کا قصد نہیں کیا جاتا بخلاف ان کے جو سفر سے آئیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ اہل مدینہ منورہ ہر وقت آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر برائے سلام و دعا حاضر نہ ہونے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش پیش کرنے کا طریقہ

عَنِ الْعُتْبِيِّ قَالَ: كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیمًا، قَدْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِیْ مُسْتَشْفِعاً بِکَ إِلٰی رَبِّیْ۔ (ابن کثیر تفسیر آیت ۶۴ ص ۵۰۳)

ترجمہ: عتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا؛

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ۔

میں نے اللہ تعالی کا یہ ارشاد سنا ہے اور اگر بے شک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے ہیں، اللہ تعالی سے معافی مانگتے اور ان کے لیے رسول بھی اللہ تعالی سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ اس لیے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی کے یہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں اس کے بعد اس نے دل سے چند اشعار پڑھے اور اظہارِ عقیدت اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتبی سے خواب میں فرمایا اے عتبی جا کر اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالی نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ اس واقعہ کو متعدد لوگوں نے نقل کیا ہے۔ (ابن کثیر)

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر ہوں

یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیوں کر ہو، آپ ﷺ کا وجود تو تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ ﷺ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جبھی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں۔ (آب حیات ص ۴۰)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں:

فَثَبَتَ أَنَّ حُكْمَ الْآيَةِ بَاقٍ بَعْدَ وَفَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (إعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم حضرت خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن)

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالْعُلَمَاءُ فَهِمُوْا مِنَ الْآيَةِ الْعُمُوْمَ لِحَالَتَيِ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ، وَاسْتَحَبُّوْا لِمَنْ اَتىَ الْقَبْرَ أَنْ يَّتْلُوْهَا وَيَسْتَغْفِرَ اللّٰهَ تَعَالىٰ وَحِكَايَةُ الْأَعْرَابِيِّ فِيْ ذٰلِكَ نَقَلَهَا جَمَاعَةٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ عَنِ الْعُتْبِيِّ۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۱)

علماء نے اس آیت کریمہ سے آپ ﷺ کی زندگی اور موت دونوں حالتوں کا عموم سمجھا ہے اور انہوں نے مستحب قرار دیا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی قبر مبارک پر جائے وہ اس کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اور اعرابی کی حکایت اس سلسلے میں ائمہ کرام کی ایک جماعت نے عتبی سے نقل کی ہے۔

ان تمام اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر مبارک پر حاضر ہو کر شفاعت ومغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے اور حق ہے۔

اس لیے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت عالی میں حاضری جیسے حضور ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہوتی تھی یا ہوسکتی تھی بعینہ اسی طرح آج بھی روضہ اقدس ﷺ پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ اور اعرابی کا واقعہ حضرت ﷺ کے دفن کے تین دن بعد کا ہے جب کہ ابوبکر وعمر اور تمام حضرات صحابہ کا عہد اور خیر القرون کا زمانہ ہے، مگر کسی صحابی نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی جو اس کے صحیح ہونے کی واضح اور کھلی دلیل ہے، اور اس واقعہ کو اتنی کثرت کے ساتھ مؤرخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے یہ بھی صحت اور قبولیت کی دلیل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قحط سالی اور حضور ﷺ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ

عَنْ مَالِکٍ الدّارِ (وَ کَانَ خَازِنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلیٰ الطَّعَامِ) قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلیٰ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِسْتَسْقِ اللّٰہَ تَعَالیٰ لِأُمَّتِکَ فَإِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا، فَأَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِيْ الْمَنَامِ، فَقَالَ اِئْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْہُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْہُ أَنَّکُمْ مُّسْقَوْنَ، وَقُلْ لَّہٗ، عَلَیْکَ الْکَیْسَ، الْکَیْسَ۔ فَأَتَی عُمَرَ فَأَخْبَرَہُ، فَبَکیٰ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ یَا رَبِّ لَا آلُوْ اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْہُ۔ (رواہ ابن ابي شیبة فی المصنف ج ۷ ص ۴۸۲، الاصابة ابن حجر ج ۱۰ ص ۹/۸، البیھقي في دلائل النبوة ج ۷ ص ۴۷، مصباح الزجاجة ص ۳۶، الخلیلي فی الارشاد ج ۱ ص ۳۱۳ و ۳۱۴، الاستیعاب ج ۲ ص ۲۶۴، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۱)

ترجمہ: مالک الدار (جو حضرت عمر رضی اللہ انکے وزیر غذا تھے) سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے۔ ایک شخص (بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ) حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں) گئے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالی سے اپنے امتیوں کے لیے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلے ہیں۔ تو خواب میں اس شخص سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاقات کی اور فرمایا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا، اس کو سلام کہہ، اور اس کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی، اور عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ دے کہ دانائی پر قائم رہے، دانائی پر قائم رہے۔ تو وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر فرمایا اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی، مگر جس عمل سے میں عاجز ہو گیا۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

وَرَوَى سَيْفٌ فِي الْفُتُوحِ إِنَّ الَّذِيْ رَأَى الْمَنَامَ الْمَذْكُوْرَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ اَحَدُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمْ۔

علامہ سیف نے اپنی کتاب فتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے خواب دیکھا تھا، وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی صحابی تھے رضی اللہ عنہ۔

واقعہ سے حیات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر استدلال

وَمَحَلُّ الْاِسْتِشْهَادِ طَلَبُ الْاِسْتِسْقَاءِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي الْبَرْزَخِ وَدُعَاءُهُ لِرَبِّهِ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ غَيْرُ مُمْتَنِعٍ، وَعِلْمِهُ بِسُؤَالِ مَنْ يَّسَالُهُ قَدْ وَرَدَ، فَلَا مَانِعَ مِنْ سُؤَالِ الْاِسْتِسْقَاءِ وَغَيْرِهِ مِنْهُ كَمَا كَانَ فِي الدُّنْيَا۔

اوراس سے استدلال یوں ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخ (اور قبر) میں تھے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارش طلب کرنے کی دعا کی التجا ہوئی اوراس حالت میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب تبارک وتعالی سے دعا کرنا کوئی ممتنع امر نہیں ہے، اورسوال کرنے والے کے سوال کے علم کے بارے میں دلیل وارد ہوئی ہے۔

لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارش وغیرہ کے طلب کرنے کے سوال میں کوئی مانع نہیں ہیں جیسا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنیا میں سوال کیا جاتا تھا۔ (حوالہ بالا۔ تسکین الصدور ص ۳۴۸۔ شفاء السقام ص ۱۳۰۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۹۲۔ فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۸)

حافظ ابن کثیرؒ اورامام طبریؒ نے اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے:

حَتّٰى أَقْبَلَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ فَاسْتَأْذَنَ عَلیٰ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَيْکَ، يَقُوْلُ لَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ عَهِدْتُّکَ كَيِّساً وَمَازِلْتَ عَلیٰ ذٰلِکَ فَمَا شَأْنُکَ؟ قَالَ: مَتیٰ رَأَيْتَ هٰذَا؟ قَالَ: اَلْبَارِحَةَ، فَخَرَجَ فَنَادیٰ فِي النَّاسِ اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۸۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۷۱)

ترجمہ: یہاں تک کہ بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور فرمایا کہ میں تمہاری طرف حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمر میں تو تجھے دانا ہی سمجھتا رہا اور تم اسی پر قائم رہے مگر اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے دعا اور صلاۃ استسقاء ادا نہیں کی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے کب دیکھا: حضرت بلال نے فرمایا کہ گزشتہ شب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز استسقاء کے لیے نکلے اور لوگوں میں بھی نماز کے لیے جمع ہونے کا اعلان کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے بیان فرمایا: **فَإِنَّ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ يَزْعُمُ ذَيَّةَ ذَيَّةَ فَقَالُوْا صَدَقَ بِلَالٌ**۔ کہ بلال بلا شبہ ایسا اور ایسا خیال کرتا ہے تو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ بلال بن الحارث (رضی اللہ عنہ) سچ کہتا ہے۔ (ابن اثیر الکامل ج ۲ ص ۵۵۴۔ بدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۶۔ تسکین الصدور ص ۳۵۰)

واقعہ سے چند بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں

(۱) یہ واقعہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے تقریبا سات آٹھ سال بعد پیش آیا۔ اس وقت بکثرت صحابہ کرام موجود تھے۔

(۲) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کرنے کی التجا کی تھی وہ ایک جلیل القدر صحابی اور قحط میں امت رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلامتی وعافیت کے فکرمند تھے۔ نام ان کا بلال بن الحارث ہے۔

(۳) حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ کا عمل قبر شریف پر بخدمت خاتم

النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ اللّٰہَ تَعَالیٰ لِأُمَّتِکَ فَإِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے امتیوں کے لئے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلے ہیں۔

ایک صحابی نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات سے ہیں، اور درخواست سنتے ہیں۔ اور اس عمل پر کسی ایک صحابی نے نکیر نہیں کی بلکہ صحابہ سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بلال بن حارث ایسا ایسا خیال کرتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے جواب دیا کہ صَدَقَ بِلَالٌ ''بلال نے سچ کہا، اس میں تمام باتوں کی تصدیق ہوگئی:

(۱) اِسْتِشْفَاءٌ عِنْدَ الْقَبْرِ۔

(۲) سِمَاعُ النَّبِيِّ الْخَاتَمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۳) حَیَاۃُ النَّبِيِّ الْخَاتَمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۴) عَدَمُ النَّکِیْرِ مِنَ الصَّحَابَۃِ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ أَجْمَعِیْنَ۔

(۵) تَصْدِیْقُ الْوَاقِعَۃِ۔

(۶) وَالْقَبُوْلُ عِنْدَ جَمَاھِیْرِ الصَّحَابَۃِ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

(۷) وَعَمَلُ الصَّحَابَۃِ الْجَلِیْلِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ بَرِیْءٌ مِّنَ الشِّرْکِ۔

(۸) بَلْ ھُوَ حُجَّۃُ حَیٰوۃِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَۃِ۔

(۴) اس واقعے کے بعد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلال بن الحارث

نے جو کہا تھا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ اللّٰہ تَعَالیٰ لِأُمَّتِکَ فَإِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں آ کر حضرت بلال بن الحارث کو ہدایت دی کہ عمر کے پاس جاؤ میرا اسلام کہو (قربان ہزار جان عمر پر نبی کا سلام آیا تم پر) اور بشارت دو کہ: اِنَّھُمْ مُّسْقَوْنَ: ان پر بارش نازل کی جائے گی۔

بہت ہی آسان اور سہل سی بات ہے کہ ہمارے حضور حیات سے اقویٰ واعلیٰ واکمل واتم متصف ہیں۔ اس لئے بلال رضی اللہ عنہ کی بارش طلب کرنے کی درخواست سنی بھی اور خواب میں جواب بھی عنایت فرما دیا کہ بارش ہوگی۔

کیا یہ تمام باتیں بغیر حیات اور عدم حیات کے ہوئیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دانائی سے کام لینے کی ہدایت یعنی نماز استسقاء اور تضرع ودعا کی طرف رہنمائی فرمانا یہ تمام امور خود حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل ہیں۔

(۵) خواب کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو ہدایات ملی تھیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح عمل کیا جس طرح کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں ہدایات وارشادات دیتے تھے۔ اس سچے خواب پر اسی طرح عمل خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا جس طرح حیات میں عمل کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام کے سامنے پیش کر کے صاحب خواب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی پرزور تائید وتصدیق ہوگئی۔

عارف زمانہ محقق ومحدث رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ وَابْنُ أَبِیْ شَیْبَۃَ أَنَّ بِلَالَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

عَنۡهُ جَاءَ إِلىٰ قَبۡرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ اِسۡتَسۡقِ لِأُمَّتِکَ فَإِنَّهُمۡ هَلَكُوۡا، فَأَتَاهُ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِي الۡمَنَامِ وَأَخۡبَرَهُ أَنَّهُمۡ يُسۡقَوۡنَ۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۵)

امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آئے اور فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلی ہے۔ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خواب میں ملے اور ان کو خبر دی کے بارش برسے گی۔ انشاء اللہ۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۵)

اس واقعے کو علماء اسلام کے محتاط فقہاء اپنی اپنی مستند کتابوں میں بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ مناسک حج میں، زیارت قبر مبارک اور اِسۡتِشۡفَاعٌ عِنۡدَ الۡقَبۡرِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلب مغفرت اور سوال شفاعت کے سلسلہ میں بلا ردوکد اور بلانکیر نقل کرتے ہیں۔ اور عہد صحابہ سے آج تک اولیاء، عرفاء، اتقیاء، صلحاء، ابرار، اخیار، علماء، محدثین وفقہاء اور تمام اہل ایمان کا اس پر عمل ہے اور قیامت تک اس پر عمل رہے گا۔ اور ہر شخص اپنے عقیدت ومحبت کے بقدر اِسۡتِشۡفَاعٌ عِنۡدَ الۡقَبۡرِ سے اپنے نصیب کا حصہ ضرور پائے گا۔ واللہ اعلم۔ اور جو منکر ہیں وہ سخت غلطی میں ہیں۔

محقق علامہ محمد السندی رحمۃ اللہ علیہ وسلم استاذ شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حیات متفقہ علیہ است ہیچ کس را ردوے خلافت نیست۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ایک متفق علیہ اجماعی مسئلہ ہے کسی کا (اہل حق میں سے) اس میں

اختلاف نہیں۔(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۶۱۳)

صاحب مظاہر الحق نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

زندہ ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قبروں میں، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ کہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی، جسمانی دنیا کی سی ہے۔(مظاہر حق ج ا ص ۴۴۵)

قطب الارشاد حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قبر کے پاس ''انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔(فتاوی رشیدیہ ج ا ص ۱۰۰)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

إِنَّ حَيَاةَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ لَا يَعْقُبُهَا مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيًّا۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زندگی ایسی ہے کہ دوبارہ اس پر موت نہیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔(فتح الباری ج ۳ ص ۲۲ طبع مصر)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بجسد عنصری زندہ ہیں۔ جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند

محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صاحب بذل المجہود میں فرماتے ہیں:

إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ كَمَا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَّكُوْنَ فَوْقَ الْأَرْضِ أَوْ تَحْتَ حِجَابِهَا كَمَا لَا فَرْقَ فِي حُضُوْرِهِ وَغَيْبَتِهِ فِي زَمَانِ حَيَاتِهِ، وَلِهٰذِهِ الْعِلَّةِ لَمْ

یَذْهَبُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ۔ (بذل المجھود شرح ابو داؤد ج ۲ ص ۱۱۷)

یقیناً نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں، جیسا کہ سب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اوپر دکھائی دیں یا زمین میں آرام فرما ہوں (وہ یقیناً زندہ ہیں) جیسا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا کی زندگی میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔ (بذل المجھود)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات ہیں۔ لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی صلی اللہ وسلم میں چاہے کتنی ہی پست آواز میں سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶)

محدث عظیم علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يُرِيْدُ بِقَوْلِهِ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ مَجْمُوْعَ الْأَشْخَاصِ لَا الْأَرْوَاحَ فَقَطْ۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام زندہ ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام روح وبدن کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ الصلاۃ و السلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے، جو کہ عام مومنین کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی ہے، اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۱۱۹)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات فی القبر کے بارے میں میرا وہی عقیدہ ہے جو اکابر علمائے دیوبند کا ہے، کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا، وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی، دنیوی بھی ہے، اور بے اعتبار عالم برزخ برزخیی بھی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے، ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں بھی کبھی مختلف فیہ نہیں رہا ہے۔ میرے خیال میں ہر صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر نہیں ہوسکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی حیات بدیہات میں سے ہے۔ (احقر الانام احمد علی عفی عنہ۔ بحوالہ مقام حیات صفحہ ۲۷۰ از علامہ خالد محمود)

حکیم الامت حضرت تھانوی نشر الطیب میں لکھتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے

جسد کو کھا سکے، پس اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں، اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

ابن ماجہ

برزخی طاعات تکلیفی نہیں تلذذ کیلئے ہیں

فائدہ: پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ رہنا قبر شریف میں ثابت ہوا، اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے۔ گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے۔ مگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں ان سے اکمل واقوی ہے۔

بیہقی وغیرہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں، اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لیے ہے، اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۳۵۰)

مزید فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنص حدیث قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ (التکشف ص ۴۴۶)

مزید فرماتے ہیں:

مدینہ منورہ جانے۔۔۔ والا یوں کہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ (وعظ التبلیغ نمبر ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح الملہم فرماتے ہیں:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام زندہ ہیں اور انہیں ان کے رب کے یہاں سے

رزق ملتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ كَمَا تَقَرَّرَ وَأَنَّهُ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

بے شک حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان و اقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ (سیرۃ المصطفی ج ۳ ص ۳۸۸۔ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲ مولانا کاندھلوی)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عارفانہ کلام

حاصل یہ ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر آن مشاہدۂ جمال الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں، اور امت کی طرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ مبذول رہتی ہے۔ نہ استغراق توجہ میں مانع ہوتا ہے اور نہ توجہ استغراق میں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امت کا ایک عارف کامل حالت کشف میں محبوب کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف ہوا تو اس نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں پایا:

وَرَأَيْتُهُ مُسْتَقِرًّا عَلَى حَالَةٍ وَّاحِدَةٍ، مُتَوَجِّهًا إِلَى الْخَلْقِ لَابِسًا لِبَاسَ

الْعَظَمَةِ، فَإِذَا تَوَجَّهَ إِلَيْهِ الْإِنْسَانُ الْعَالِي الْهِمَّةِ فَقَطَ، بَلْ كُلُّ ذِيْ كَبِدٍ يَّشْتَاقُ إِلىٰ شَيْءٍ وَ يَتَوَجَّهُ إِلَيْهِ بِقَصْدِهِ وَشَوْقِهِ فَإِنَّهُ يَتَدَلّٰى إِلَيْهِ۔ وَرَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَنْشَرِحُ اِنْشِرَاحًا عَظِيْمًا لِّمَنْ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ وَمَدَحَهُ۔

میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ بندگان الٰہی کی طرف متوجہ تھے، پوری توجہ کے ساتھ، عظمت و بڑائی کا لباس آپ ﷺ کے زیب تن تھا۔ جب کوئی اللہ کا بندہ ذوق و شوق کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم ﷺ اس سے قریب ہو گئے۔ اور میں نے دیکھا کہ جس شخص نے حضور ﷺ پر درود وسلام بھیجا اور آپ ﷺ کی تعریف کی تو آپ ﷺ اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔

یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو عارفوں کے امام اور محدثوں کے سردار ہیں ان کا کشف ہے۔ حضرت نے اپنی مشہور کتاب فیوض الحرمین میں ذکر کیا ہے۔

علامہ عینیؒ شارح بخاری فرماتے ہیں:

وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّ فِي الْقَبْرِ حَيَاةً وَمَوْتًا فَلَابُدَّ مِنْ ذَوْقِ الْمَوْتَتَيْنِ لِكُلِّ أَحَدٍ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ۔ (عینی علی البخاری ج ۷ ص ۱۰۶)

پورے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ قبر میں حیات اور موت یہ دونوں سلسلے ہوتے ہیں، پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں ماسوا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے (وہ اپنی

قبروں میں زندہ ہوتے ہیں ان پر دوبارہ موت نہیں آتی)۔

یہ تو عقیدہ تمام اہل سنت والجماعت کا علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بتلا دیا اور اسی عقیدے پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ پچھلے اوراق میں آپ نے پڑھ لیا اور ہر عہد میں اہل حق کا طبقہ اسی عقیدہ کے تحت حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کے روضہ پر حاضری دے کر اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضیاب ہوتی رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ ان شاء اللہ

منکرین حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آخر کون ہیں؟

علامہ عینیؒ شارح بخاری فرماتے ہیں:

مَنْ أَنْكَرَ الْحَيَاةَ فِي الْقَبْرِ وَهُمُ الْمُعْتَزِلَةُ وَنَحْوَهُمْ وَأَجَابَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَنْ ذٰلِكَ۔ (عینی علی البخاری ج ۷ ص ۱۰۶)

جن لوگوں نے حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زندگی کا انکار کیا ہے وہ معتزلہ ہیں اور ان کے ہم عقیدہ ہیں۔ اہل سنت نے ان کے دلائل کے جوابات دیے ہیں۔

آخری فیصلہ کن بات مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

فخر المحدثین والفقہاء حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب اعلاء السنن تحریر فرماتے ہیں:

مَنْ يُنْكِرُ حَيَاتَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلىٰ آلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ قَبْرِهٖ، كَانَ فُؤَادُهُ فَارِغًا مِّنْ حُبِّهٖ وَعَقْلُهُ خَالِيًا مِّنْ لُبِّهٖ۔ (اعلاء السنن ج ۱ ص ۳۳۹)

جو شخص حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے، اس کا دل حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی محبت سے فارغ ہے اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔

بلا خوف وتردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ۱۴۴۱ھ سے اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ ہو، دنیا کے کسی خطے میں اس کا قائل نہیں رہا کہ حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق نہیں، اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند القبر صلاۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔کسی اسلامی کتاب میں؛ عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث یا فقہ کی ہو یا علم کلام کی ہو، یا علم تصوف وسلوک کی ہو یا سیرت کی ہو، یا تاریخ کی ہو کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر کے ساتھ کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند القبر صلاۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ایک دلیل بھی نہیں لاسکتے۔(تسکین الصدور:۲۸۲)

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْ نَعْتَقِدُ أَنَّ رُتْبَةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَرَاتِبِ الْمَخْلُوْقِيْنَ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَأَنَّهُ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ حَيَاةً مُسْتَقِرَّةً أَبْلَغَ مِنْ حَيَاةِ الشُّهَدَاءِ الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهَا فِي التَّنْزِيْلِ، إِذْ هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُمْ بِلَا رَيْبٍ، وَأَنَّهُ يَسْمَعُ مَنْ يُّسَلِّمُ عَلَيْهِ۔ (اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ مطبوعہ کانپور)

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلی ہے، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں، اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن پاک میں منصوص ہے، بہت بالا ہے۔ کیونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بلا ریب افضل ہیں، اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں سلام کرنے والوں کے سلام کو خود سنتے ہیں۔

روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی سعادت

یہ واقعہ مدینہ منورہ کی تاریخ کی تقریبا تمام کتب میں موجود ہے، اس کا ذکر شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب تاریخ مدینہ میں تین بڑی سازشوں کے ساتھ کیا ہے، جس میں سے یہ واقعہ سب سے مشہور ہے، علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ وفاء الوفاء میں واقعہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک رات نماز تہجد کے بعد سلطان نور الدین زنگی نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو سرخی مائل رنگت کے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے سلطان سے کہہ رہے ہیں کہ۔ أَنۡجِدۡنِیۡ، أَنۡقِذۡنِیۡ مِنۡ هٰذَیۡنِ۔ مجھے ان کے شر سے بچاؤ، سلطان گھبرا کر اٹھا، وضو کیا، نفل ادا کیے اور پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔ پھر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور وہی حکم ملا۔ اس طرح ایک رات میں تین بار ہدایت ملی کہ ان دونوں کے شر سے بچاؤ۔

سلطان نے اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو جو نہایت نیک وصالح تھا تذکرہ کیا، تو وزیر صالح نے کہا پھر آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ اس خواب کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ اور فوراً مدینہ منورہ روانہ ہو جائیں۔ اگلے روز سلطان نے بیس مخصوص افراد اور بہت سے تحائف کے ساتھ مدینہ منورہ کے لئے کوچ کیا۔ اور سولہویں روز شام کے وقت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ گیا۔ سلطان نے روضہ

رسول پر خدمت اقدس ﷺ میں حاضری دی اور مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں بیٹھ گیا۔ اعلان کیا کہ اہل مدینہ منورہ مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ جائیں۔ جہاں سلطان ان میں تحائف تقسیم کرے گا۔ اہل مدینہ آتے گئے اور سلطان ہر آنے والے کو باری باری تحفہ دیتا رہا۔ اس دوران وہ ہر شخص کو غور سے دیکھتا رہا، لیکن وہ چہرے نظر نہ آئے جو ایک رات میں تین بار خواب میں حضرت خاتم النبیین ﷺ نے دکھلائے تھے۔ سلطان نے پوچھا کیا مدینہ منورہ کا ہر باشندہ و مقیم مجھ سے مل چکا ہے؟ جواب ملا ہاں مل چکا ہے۔ سلطان کو یقین تھا کہ کچھ لوگ نہیں ملے اس لیے پھر شدت سے پوچھا کیا آپ حضرات کو یقین ہے کہ ہر شخص جو اہل مدینہ ہے یا مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، مجھ سے مل چکے ہیں؟ اس بار حاضرین نے جواب میں کہا، سوائے دو آدمیوں کے۔ راز فاش ہو چکا تھا۔ سلطان نے پوچھا وہ کون ہیں؟ اور اپنا تحفہ لینے کیوں نہیں آئے۔ جواب ملا کہ وہ لوگ مراکش کے ہیں، صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند ہیں، وہ دو متقی و پرہیزگار باشندے ہیں۔ دن رات رسول کریم خاتم النبیین ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اور ہر ہفتے مسجد قباء جاتے ہیں۔ فیاض اور مہمان نواز ہیں کسی کا دیا نہیں لیتے۔ سلطان نے کہا سبحان اللہ! اور حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی اپنے تحائف وصول کرنے کے لیے فوراً بلایا جائے۔ جب انہیں خصوصی پیغام ملا تو کہا الحمدللہ! ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے، اور ہمیں کسی تحفے تحائف یا خیر وخیرات کی حاجت نہیں یہ جواب سلطان تک پہنچایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کو فوراً حاضر کیا جائے۔ حکم کی فوری تعمیل ہوئی۔ ایک جھلک ان کی شناخت کے لیے کافی تھی۔ تاہم سلطان نے اپنا غصہ قابو میں رکھا اور پوچھا۔ تم کون ہو؟

یہاں کیوں آئے ہو؟ اس دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہم مراکش کے رہنے والے ہیں، حج کے لیے آئے تھے اور اب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ سلطان نے سختی سے کہا۔ کیا تم نے جھوٹ بولنے کی قسم کھا رکھی ہے؟ اب وہ چپ رہے، سلطان نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کہاں رہ رہے ہیں؟

بتایا گیا کہ یہ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل قریب ایک مکان میں جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنوب مغرب میں دیوار کے ساتھ تھا، سلطان فوراً اٹھا اور انہیں ساتھ لے کر اس مکان میں داخل ہو گیا۔ سلطان مکان میں گھومتا پھرتا رہا، اچانک نئے اور قیمتی سامان سے بھرے ہوئے اس مکان میں اس کی نظر فرش پر پڑی ہوئی ایک چٹائی پر پڑی، نظر پڑنی تھی کہ دونوں مراکشی باشندوں کی ہوائیاں اڑ گئیں، سلطان نے چٹائی اٹھائی، اس کے نیچے ایک تازہ کھدی ہوئی سرنگ تھی، سلطان نے گرج کر کہا کیا اب بھی سچ نہ بولو گے؟

ان کے پاس سچ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ مسیحی ونصرانی ہیں، اور ان کے حکمراں نے انہیں بہت سامان وزر اور ساز وسامان دے کر حاجیوں کے روپ میں مراکش سے اس منصوبے پر حجاز بھیجا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اقدس روضہ مبارک سے نکال کر لے آئیں۔

اس ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لیے انہوں نے حج کا بہانہ کیا اور اس کے بعد روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزدیک ترین جو مکان کرائے پر مل سکتا تھا۔ وہ لے کر اپنا مذموم کام شروع کر دیا، ہر رات وہ سرنگ کھودتے جس کا رخ روضہ مبارک کی طرف تھا، اور ہر صبح خود ہی مٹی چمڑے کے تھیلے میں بھر کر جنت البقیع

لے جاتے اور اسے قبروں پر بکھیر دیتے، انہوں نے بتایا کہ ان کی ناپاک مہم بالکل آخری مراحل میں تھی کہ ایک رات موسلا دھار بارش کے ساتھ ایسی گرج چمک ہوئی جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور جب کہ ان کا کام پایہ تکمیل کو پہنچنے والا تھا تو سلطان نہ جانے کیسے مدینے پہنچ گئے، سلطان ان کی گفتگو سنتے جاتے اور روتے جاتے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے کہ میرا نصیب!!! کہ پوری دنیا میں سے اس خدمت کے لیے اس غلام کو چنا گیا۔

سلطان نورالدین زنگی نے حکم دیا کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے اور روضہ مبارک کے گرد ایک خندق کھودی جائے اور اسے پگھلے ہوئے سیسے سے پاٹ دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی بدبخت ایسی مذموم حرکت کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ مذکورہ بالا واقعہ ۵۵۸ھ مطابق ۱۱۴۲ء کا ہے۔

اس واقعہ کو علامہ سمہودیؒ نے اپنی مشہور تصنیف وفاء الوفا باخبار دار المصطفی ﷺ میں تفصیل سے لکھا ہے، وہاں مراجعت کی جا سکتی ہے۔(وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۸۷-۱۸۵)

مسجد نبوی میں بدعقیدہ لوگوں کو دھنسانے کا واقعہ

خدام النبی ﷺ شیخ شمس الدین صواب اللمطی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو بھی علامہ سمہودی وفاءالوفاء باخبار دار المصطفی ﷺ میں بیان کرتے ہیں۔ شیخ شمس الدین صواب ایک متقی پرہیزگار اور رحم دل، فقراء مساکین پر بے حد خرچ کرنے والے اور رقیق القلب اور شفیق و مہربان شخص تھے۔ روضہ اقدس کے خدام میں سے تھے۔ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

روافض وشیعہ، حلب کی ایک جماعت والئ مدینہ منورہ کے پاس آئی اور اسے بہت زیادہ مال ودولت دے کر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ انہیں رات کے وقت حجرہ شریف تک بازیابی دے۔ تا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجساد مطہرہ کو وہاں سے نکال لے جائے۔ امیر مدینہ منورہ نے دربان کو طلب کر کے حکم دے دیا کہ رات میں جب کوئی آئے اور مسجد کا دروازہ کھولنے کو کہے تو کھول دینا اور وہ لوگ جو بھی کریں تم اس میں رکاوٹ نہ ڈالنا، نہ ہی کسی طرح کی مزاحمت اور مداخلت کرنا۔ خدام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمع وطاعت بجا لائے۔ کہ جب وہ لوگ آئیں گے اور حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ کھلوائیں گے تو کھول دیں گے اور انہیں کسی بات سے منع نہ کریں گے۔

شمس الدین صواب کا کہنا ہے کہ جب عشاء کی نماز ہو چکی اور تمام دروازے بند ہو گئے مسجد کا وہ دروازہ جو امیر کے دروازے کے سامنے تھا باب السلام کے قریب کھٹکھٹانے کی آواز آئی تو میں نے دروازہ کھول دیا، تو یکے بعد ایک چالیس افراد مسجد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ کھودے، گرانے کے تمام سامان اور روشنی کے لئے شمع و چراغ بھی تھے۔ میں دروازہ کھول کر حجرہ انور کے خلف میں بیٹھ کر رونے لگا اور میرے آنسو تھمتے نہ تھے۔

فَوَ اللّٰهِ مَا وَصَلُوْا الْمِنْبَرَ حَتّٰى ابْتَلَعَتْهُمُ الْأَرْضُ جَمِيْعَهُمْ بِجَمِيْعِ مَا كَانَ مَعَهُمْ مِنَ الْاٰلَاتِ وَلَمْ يَبْقَ لَهُمْ أَثَرٌ۔

اللہ کی قدرت۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کے وہ ابھی منبر شریف کے برابر بھی نہ پہنچے تھے کہ تمام کے تمام کو زمین نگل گئی یعنی زمین میں دھنس گئے اپنے سب آلات وسامان کے ساتھ اور ان کا نام ونشان بھی نہ رہا۔

والئ مدینہ منورہ جو بدعقیدہ اور منافق تھا انجام کار کا منتظر تھا۔ جب ان کی

سازش اور خبر ملنے میں تاخیر ہوئی تو اس نے مجھے بلایا اور حال احوال معلوم کیا کہ کیا وہ لوگ نہیں آئے تھے؟ میں نے کہا آئے تھے۔ مگر زمین پھٹی اور سب کے سب نوالہ بن گئے۔ جو میں نے دیکھا سب سچ و صحیح سنا دیا۔ امیر نے کہا کہ کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے، کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے کہا:

قُمْ، فَانْظُرْ، هَلْ تَرٰی مِنْهُمْ بَاقِيَةً أَوْ لَهُمْ أَثَرًا؟ (وفاء الوفاء ۲/۱۸۹)

امیر خود جا کر دیکھ لیں کیا ان میں کا کوئی باقی ہے یا ان کے آثار۔ یعنی سامان جو لائے تھے کھودنے وغیرہ کے ان کے ساتھ ساتھ ان کو زمین نے لقمہ عذاب و عقاب بنا لیا۔ البتہ ان کے دھسنے کے کچھ آثار اور ان کے کپڑوں کے بعض نشان ابھی بھی باقی ہیں۔

ایک حقیقت جو یاد رکھنی چاہیے

قرآن مجید یا احادیث مبارکہ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب و مراتب امتیازات و خصوصیات، یا اللہ تعالی کی جانب سے جو ممیزات حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و صفات کو عطا ہوئے ہیں وہ تمام کی تمام اکمل و اعلی، اتم و اولی، جس طرح حیات میں حاصل تھیں وہ سب کی سب ارفع اور اقوی تر ابھی بھی حاصل ہیں، ان میں سے کوئی بھی صفت صفات کمال سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوئی ہیں اور نہ کبھی ہونگی بلکہ ان کمالات کا بدرجہ اتم اب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشاہدات کا مقام حاصل ہے۔ اور یہی ہمارا ذوق ایمان ہے۔ **اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ**۔ اس حقیقت کو نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں کو مختلف سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالی نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن میں فرمایا:

(۱) وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ المائدہ ۶۷

اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

(۲) وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ، هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ۔ (الانفال ۶۲)

اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی غیبی امداد (ملائکہ) اور (ظاہری امداد) مسلمانوں سے قوت دی۔

(۳) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِين
(الانفال ۶۴)

اے نبی! آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے (وہ کافی ہے)۔

(۴) إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ، إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا۔
(بنی اسرائیل ۸۷)

مگر آپ کے رب ہی کی رحمت ہے۔ بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔

(۵) وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا۔ (بنی اسرائیل ۶۵)

اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

(۶) وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا۔ (الاحزاب ۳۔۴۸)

اور اللہ کافی کارساز ہے۔

(۷) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا۔
(الاحزاب ۴۵)

اے نبی! ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے

کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے

والے ہیں۔

(۸) إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (الاحزاب ۵۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر، اے

ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(۹) وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔ (الاحزاب ۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی

کامیابی کو پہنچے گا۔

(۱۰) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔ (محمد ۳۳۔ النساء ۵۹)

(۱۱) قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ (آل عمران ۳۲۔ ۱۳۲)

(۱۲) وأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (المائدہ ۹۲)

(۱۳) وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ۔ (الانفال ۱۔ ۲۰۔ ۴۶۔ المجادلہ ۵۸)

اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو۔

(۱۴) إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ (یٰس ۳)

(۱۵) وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (النساء ۱۶۔ الاحزاب ۳۶۔ الجن ۲۳

(۱۶) إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا۔ (الاحزاب ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالی ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۱۷) مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا۔ (التوبہ ۶۳)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو ایسے شخص کو دوزخ کی آگ نصیب ہوگی وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

(۱۸) إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللهَ وَرَسُولَه۔ (المجادلہ ۵۔ ۲۰)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں۔

(۱۹) إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَه۔ (المائدہ ۳۳)

جو لوگ اللہ تعالی سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔

(۲۰) فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُولِهِ۔ (البقرہ ۲۷۹)

تو (اشتہار) سن لو جنگ اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے۔

یہ چند مثالیں قرآن مجید سے آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں کیا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان اور خواہ کتنا ہی کمزور ہو اعمال میں یہ جرأت و جسارت کر سکتا ہے کہ یہ کہہ دے کہ مذکورہ مثالوں میں ایک آیت بھی ایسی ہو جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں تو صحیح تھی اور اب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے رفیق اعلیٰ میں تشریف فرما ہیں لہذا جو حکم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت وعظمت یا اطاعت واتباع کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں تھا نہ رہا۔ معاذ اللہ۔ اللہ کی امان وپناہ۔

موت سے صفت نبوت اور حیات سلب نہیں ہوتی

اس لئے پہلے عرض کر دیا گیا تھا کہ موت ووفات سے صفت نبوت زائل وختم نہیں ہوتی۔ اسی طرح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی موت ووفات سے حیات سلب نہیں ہوتی۔ عام لوگوں کی موت حیات کو ختم کر دیتی ہے زائل کر دیتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی وفات حیات کو چھپا لیتی ہے۔ ساتر حیات ہے جبکہ عام لوگوں کی موت مزیل حیات ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی وفات اور موت ظاہری ہے۔ جس کے اندر باطن میں ان کی حیات چھپی ہوتی ہے۔ اسی طرح جس طرح سورج نکلا ہو اور بادل سامنے آ کر پورے سورج کو چھپا لیتا ہے۔ ظاہر بینوں کو حیات نظر نہیں آتی۔ نظر نہ آنا یہ ہماری کمزوری ہے۔ جس کا باطن روشن اور اہل بصیرت ہیں ان پر واضح ہے۔ حاصل یہ کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات یا موت ان کی حیات وزندگی کے لیے ساتر ہے۔ رافع حیات اور دافع حیات نہیں۔ بلکہ موت کے وقت انبیاء کرام کی حیات اور بھی شدید ہو جاتی ہے۔ موت انبیاء کرام اور موت عوام میں ایسا فرق ہے جیسا کہ شمع یا سر چراغ کو کسی ہنڈیا میں رکھ کر اوپر سر پوش رکھ دینے میں اور شمع اور چراغ گل ہو جانے میں فرق ہے، گل ہو جانے میں نور زائل ہو جاتا ہے۔ اور ہنڈیا میں رکھ کر سر پوش رکھ دینے سے نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ سر پوش رکھ دینے سے تمام شعاعیں باہر سے سمٹ کر اس ظرف میں آ جاتی ہیں۔ بلکہ خود شعلہ چراغ میں سما جاتا ہے۔ جس سے وہ نور اور شدید ہو جاتا ہے، بس عام مومنین کی موت سے ان کی حیات

کا نور بالکل زائل ہو جاتا ہے۔

اور انبیاء کرام کی موت سے ان کی حیات کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا اگر چہ ظاہر نظر میں فرق نہ معلوم ہو۔ شمع اور چراغ گل ہو جانے یا کسی ظرف میں رکھ دینے کی وجہ سے اس کا نور مستور ہو جائے باعتبار مکان کے اندھیرا دونوں صورتوں میں برابر ہے۔ (سیرت المصطفی ج ۳ ص ۱۵۰)

اصل کی طرف واپسی

قارئین! آپ کے سامنے قرآن مجید سے بیس (۲۰) آیات پیش کی گئی ہیں ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم بندوں کو دیا ہے۔ تو جس طرح وہ حکم حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک میں تھا اب بھی ہے اور قیامت تک وہ حکم باقی رہے گا۔ ایسا قطعاً نہیں ہے کہ کوئی حکم اطاعت ختم ہو گیا ہو یا معصیت کی اجازت مل گئی ہو۔ آخر اس کی حکمت کیا ہے۔

شروع میں ہی اشارہ کر دیا گیا تھا اور وعدہ بھی کیا گیا تھا کہ بعد میں اس کی تفصیل بیان کر دی جائے گی۔ اس وقت آپ کے سامنے بس ایک واقعہ بطور شہادت کے پیش ہے۔

اللہ تعالی نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورہ مائدہ آیت نمبر ایک پر جو لکھی گئی ہے فرمایا: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

یہ عصمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس طرح پوری حیات میں ہوئی اور کتب سیرت میں بے شمار واقعات موجود ہیں کہ اللہ تعالی نے ہر طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت وحراست اور عصمت، نگاہ ربوبیت میں کی، اور رفیق اعلی میں تشریف لے جانے کے بعد جسد اطہر، انور، اقدس، اطیب، اجلی، احلی، احسن کی حفاظت

کے لیے نور الدین زنگی کو شام سے بلوایا گیا۔جس کو علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں لکھا ہے، جو حیات کی کھلی دلیل ہے۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی محبت میں زبان کٹنا اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جوڑ دینا

حضرت یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح سند کے ساتھ پہنچا ہے، اور اس زمانے میں بہت مشہور ہوا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن الزغب یمنی کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے، اور پھر زیارت روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کے وقت والہانہ اشعار و قصیدہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صاحبین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی بدعقیدہ ان کے پاس آیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔

حضرت شیخ ابن الزغب رحمۃ اللہ علیہ نے از روئے تواضع اور احترام مدینہ منورہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اتباع سنت رسول خاتم النبیین صلی اللہ وسلم علیہ وسلم دعوت قبول فرمالی۔

شیخ کو اس بات کا بالکل وہم و گمان اور قطعاً اس کا علم نہ تھا کہ دعوت دینے والا بدعقیدہ رافضی ہے، اور حضرات شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی میری زبان سے روضہ اقدس پر مدح و تعریف سے ناراض ہے، اور اس کے دل میں حضرات شیخین

رضی اللہ عنہما کے لیے بغض و عداوت کی آگ جل رہی ہے، شیخ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے، مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا، جن کو پہلے سے تیار کر رکھا تھا اور ساری منافقانہ حرکت سمجھا رکھی تھی۔

وہ دونوں حبشی غلام اس اللہ کے ولی کو لپٹ گئے اور زمین پر پٹخ کر منہ سے زبان نکال کر کاٹ ڈالی، جس کام پر حبشی غلام متعین تھے، اور اس رافضی نے دعوت بھی اسی مقصد کے لئے کی ہوئی تھی، اس کے بعد اس رافضی بدعقیدہ کمبخت نے شیخ سے کہا: جاؤ یہ زبان ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ جن کی مدح و ثنا میں تمہاری زبان گنگناتی تھی اور ترنم کے ساتھ زمزلہ سے لذت لیتی تھی، جاؤ وہ تمہاری زبان جوڑ دیں گے؟ شیخ اپنی کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لئے ہوئے، خون سے منہ بھرا ہوا ہے، روضہ اقدس پر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آنسوؤں کے نذرانہ عقیدت کے ساتھ حال دل، داستان غم کہہ سنایا، نڈھال تو تھے ہی، اسی حال میں آنکھ لگ گئی، نصیب و بخت بیدار ہو گیا۔

رحمت دو عالم، فخر کائنات، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ و ساتھ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی بھی زیارت نصیب ہوئی، اور کیوں نہ ہوتی کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی مدح و ثنا میں یہ سب کچھ ہوا تھا۔ اور ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اس واقعہ کی وجہ سے غمگین نظر آئے۔ حضرت فخر کائنات، رحمۃ للعالمین، سید عالم، شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شیخ کے ہاتھ سے کٹی ہوئی زبان اپنے دست اقدس، اطہر و انور، اطیب و مبارک میں لے لی، اور شیخ کو قریب کر کے منہ کھول کر زبان ان کے جہاں سے

کٹی ہوئی تھی وہیں پر لگادی، رکھ دی۔

شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو زبان بالکل صحیح سالم اور درست وسلامت اپنی جگہ لگی ہوئی تھی اور کسی بھی طرح یہ محسوس نہ ہوا کہ حادثہ ہوا تھا۔

زندہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک سے شفاء نہ ملے گی تو اور کہاں امید کی جاسکتی ہے؟

حیات النبی کا عقیدہ یہی تو ہے کہ جو بے جان چیز بھی ان کے دست مبارک میں اور ان کی جناب میں پہنچ جاتی ہے اس کو حیات ہی حیات مل جاتی ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ جس ذات عالی وگرامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوسروں کی بے جان چیز کو حیات وزندگی نصیب ہوتی ہے، وہ ذات اقدس واطہر خود حیات کے کس اعلیٰ واقوی مراتب بالاتر پر ہوگی۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ عَدَدَ خَلْقِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَعَدَدَ تَنَفُّسِ كُلِّ نَفْسٍ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى بِعَدَدِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى كُلَّ اٰنٍ وَزَمَانٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، آمین۔

شیخ کی زبان کا صحیح وسلامت ہو جانا، دربار نبوت سے زبان کو حیات مل جانے کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔

شیخ ابن الرغبؒ کی زبان تراشنے والا بندر بنا دیا گیا

دوسرے سال پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسب معمول وعادت، ذوق وشوق اور وفور محبت وعقیدت، انبساط وانشراح کے ساتھ روضہ اقدس پر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ قدسی میں حاضر ہو کر قصیدہ مرثیہ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں پیش کر کے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے دعوت طعام قبول کرنے کی درخواست پیش کی۔ شیخ نے پھر توَ کُّلاً عَلَی اللّٰہِ قبول فرمالی، اوراس کے ساتھ ساتھ تشریف لے گئے، وہی راستہ وہی پرانی گلی ومحلہ، اور وہی مکان، جس میں سال گذشتہ ان کے ساتھ حادثہ پیش آیا تھا، دل ہی دل میں نامعلوم کیا کیا باتیں آتی ہونگی۔

تاہم مدینۃ الرسول اور النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حق تعالی کی ذات پر بھروسہ کر کے مکان میں داخل ہوگئے، اس شخص نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا اور بٹھایا اور پرتکلف کھانے کھلائے، کھانے کے بعد یہ نوجوان شیخ کو ایک کوٹھری میں لے گیا، جو مکان کے اندر تھا، شیخ نے دیکھا کہ وہاں ایک بندر بیٹھا ہوا ہے۔

صاحب خانہ داعی نوجوان شیخ سے پوچھنے لگا کہ آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے؟ شیخ نے جواب دیا نہیں مجھے کیا معلوم کون سا بندر ہے؟ نوجوان نے عرض کیا یہ وہی بدبخت وکمبخت، بدعقیدہ رافضی ہے۔ جس نے آپ کو دعوت کے بہانے تقیہ کر کے کھانے پر مدعو کیا تھا اور پھر حبشی غلام کی مدد سے آپ کی زبان کو جو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں مدحیہ قصیدہ پڑھتی تھی، اس کو تراشا تھا۔ اور قطع کر کے آپ کے ہاتھ میں دیدی تھی۔ حق تعالی نے اسے بندر کی صورت میں مسخ کر کے اس ذلت ورسوائی میں ڈالدیا ہے۔ اور یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں۔

اس واقعہ سے واضح طور پر حیات رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روشنی پڑتی ہے۔ کہ شیخ روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد مبارک روح کے ساتھ قبر شریف میں حیات کی لازوال صفت سے متصف ہے۔ اور شیخ

نے اپنے غم کی داستاں بھی بزبان حال حضرت کی ذات عالی وگرامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سنائی، جو روح مع الجسد ہے۔ اور حضرت کی ذات اقدس نے اپنے دست مبارک سے ان کی زبان کو منہ میں جوڑ دیا۔ یہ عمل بھی روح کا تنہا نہیں اسی جسد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک کا ہے جو روح مع الجسد ہے۔

اس واقعہ اور اِس جیسے بے شمار واقعات سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات وزندگی جو روضہ اقدس میں آپ کو حاصل ہے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برا کہنے والا مسخ ہو کر بندر ہو گیا

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب دلائل النبوۃ میں بیان کیا کہ ایک ثقہ آدمی نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا تھا وہ بدعقیدہ رافضی تھا۔ جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا۔ ہم ہر چند کے اسے اس گندی حرکت سے منع کرتے تھے مگر وہ بدعقیدہ وبد باطن رافضی نہ مانتا تھا۔ نا ہی اس بدکلامی سے باز آتا تھا، جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا اور سو گئے اور جب کوچ وروانگی کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس شخص کو بھی جگایا۔

وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل میں رہ جاؤں گا۔ ابھی میں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ سید عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہیں کہ اے فاسق تو اس منزل میں مسخ ہو جائے گا۔ ہم نے کہا کہ وضو کر، اس نے اپنے پاؤں سمیٹے تو ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے اس کا مسخ ہونا شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دونوں پاؤں بندر کے سے ہو گئے، پھر گھٹنوں تک، پھر کمر تک، پھر سینہ تک، پھر منہ تک مسخ پہنچا

اور وہ بالکل بندر بن گیا۔

ہم نے اس کو پکڑ کر اونٹ پر باندھ لیا۔ اور وہاں سے روانہ ہوئے اور غروب آفتاب کے وقت ایک جنگل میں پہنچے، وہاں چند بندر پہلے سے جمع تھے اس نے جب ان بندروں کو دیکھا تو رسی تڑوا کران بندروں میں جا ملا۔ نعوذ باللہ، الصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین والسلام علی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ (دینی دستر خوان ج ۳ ص ۴۶۱)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے کے لئے قتل کا حکم فرمایا

امام مستغفریؒ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ ایک نہایت نیک وصالح آدمی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے، اور تمام لوگ حساب وکتاب کے لیے بلائے جا رہے ہیں، میں پل صراط کے قریب پہنچا اور گزر گیا، میں نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہیں، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما لوگوں کو آب کوثر پلا رہے ہیں میں نے بھی پانی مانگا تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے انکار کر دیا۔ پس میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ انہوں نے مجھے آب کوثر نہیں پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ارشاد فرما دیجئے کہ وہ مجھے پانی پلا دیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تیرا ایک پڑوسی اور ہمسایہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا، سب وشتم کرتا ہے اور تو اس کو منع نہیں کرتا۔

میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کو روک سکوں، وہ قوی ہے مجھ کو مار ڈالے گا۔ اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو ایک چُھری عنایت فرمائی اور فرمایا کہ جا اس کو اس سے ذبح کر دے، میں نے خواب میں ہی اس کو ذبح

کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اس کو قتل کر ڈالا ہے، تب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس کو پانی پلادو۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا أُخْرُجْ یَا کَلْبُ، تو وہ کتا ہو گیا

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں اپنے ساتھ بیتا ہوا ایک واقعہ لکھتے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی جب مدینہ منورہ میں علم حدیث سے فارغ ہوئے تو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا، ہندوستان چلے جاؤ اور وہیں علم حدیث کی اشاعت کرو، تاکہ وہاں کے لوگوں کو فیض پہنچے۔ شیخ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر حضوریٔ آستانہ مبارک میری زندگی کیسے کٹے گی۔ حکم ہوا پریشان مت ہو، رات کو مراقب ہو کر بیٹھا کرو، ہمارے پاس پہنچ جایا کرو گے، تم کو ہر رات زیارت ہوا کرے گی۔ شیخ اس ارشاد کے بعد مطمئن ہو گئے۔

جب ہندوستان آنے لگے تو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خاکساران ہند پر نظر رکھنا، اس کا شیخ پر بڑا اثر ہوا، شیخ جب ہندوستان تشریف لے آئے، تو ان کا معمول بن گیا جہاں بھی جاتے تو معلوم کرتے کہ یہاں کوئی اللہ والا ہے تو اس کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک بار وہ دکن تشریف لیگئے، اور وہاں شیخ عبدالوہاب منڈوی رحمۃ اللہ سے استدراج کے موضوع پر گفتگو ہوئی کہ، گمراہ اور بد دین اور بدعتیوں کو بھی بسا اوقات ایسی چیز حاصل ہو جاتی ہے، جس سے وہ اہل حق کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتے ہیں اور اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد دکن کے ایک اور شہر میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں شہر کے قاضی عبدالعزیز نامی شافعی المذہب سے معلوم کیا کہ یہاں کوئی

درویش اللہ والا ہے تو ملوں۔

قاضی صاحب نے بتلایا کہ فلاں جگہ ایک شخص اہل باطن فقیر سے مشہور ہے ان کے مریدین بھی ہیں مگر میں ان کی خلاف شرع باتوں سے خوش نہیں ہوں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فجر کے وقت اس فقیر کے پاس پہنچ گئے، دیکھتے ہی اس نے کہا مولوی عبدالحق آپ کا بڑا انتظار تھا میں بیٹھ گیا مزاج پرسی کے بعد فقیر نے صراحی سے جام یعنی شراب نکالا اور خود پیا اور ایک پیالہ مجھے دیا۔ میں نے کہا میں آپ کو منع نہیں کرتا مگر میں نہیں پی سکتا کہ یہ حرام ہے اس مصنوعی استدراج والے فقیر نے تین بار پیالہ میری طرف بڑھایا اور کہا پی لو ورنہ پچھتاؤ گے۔

جب رات کو مراقب ہوا تو دیکھا کہ جہاں خیمہ دربار رسول خاتم النبیین ﷺ نصب ہے اس سے سو قدم پہلے وہ فقیر لٹھ لئے کھڑا ہے۔ ہر چند میں آگے جانا چاہتا ہوں لیکن اس فقیر نے نہ جانے دیا۔ مجبوراً واپس آ گیا۔ صبح پھر اس فقیر کے پاس چلا گیا، پھر اس نے جام و شراب پیش کیا، میں نے کہا میرے لیے حرام ہے، اور تیرے حکم سے اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ماننا افضل ہے۔ فقیر نے کہا پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ رات میں پھر وہی فقیر لٹھ لیے مراقبے میں رکاوٹ بنا رہا، اس طرح تین راتیں گزر گئیں، ہر صبح میں اس کے پاس جاتا اور وہ شراب پیش کرتا، میں انکار کرتا رہا وہ کہتا پی لے ورنہ پچھتائے گا، چوتھی شب جب مراقب ہوا تو پھر وہی فقیر رکاوٹ بنا رہا، اور وہ لٹھ لے کر میری طرف دوڑا کہ خبردار جو اس طرف قدم بڑھایا، اس وقت حالت اضطراب میں میری زبان سے نکلا: یَا رَسُوْلَ اللہِ الْغِیَاثَ، اسی وقت حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار راتوں سے حاضر نہیں ہوا، دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے، بلا لاؤ۔ انہوں نے ہم دونوں کو حاضر کیا، حضرت محمد خاتم

النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عبدالحق چار راتوں سے کہاں تھا۔ میں نے سارا قصہ بیان فرما دیا۔ اس پر محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فقیر کی نسبت فرمایا: أُخرُج یَا کَلْبُ ''نکل جاے کتا''۔

صبح کے وقت میں پھر فقیر کی طرف گیا تو دیکھا کہ اس کا حجرہ بند ہے باہر دو چار مرید بیٹھے ہیں، میں نے پوچھا کہ دن چڑھ آیا ہے اور دروازہ نہیں کھلا آخر کیا بات ہے دیکھیں کہ وہ ہے بھی یا نہیں۔ جب دروازہ کھولا تو پیر ندارد۔ سب حیران ہوئے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دھلوی نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا تھا تو مریدین بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے نکلتے دیکھا تھا۔ پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا وہی تمہارا پیر تھا۔ رات یہ معاملہ پیش آیا۔ اور ان کے مریدوں کو پوری تفصیل بتلا دی، اب تم اس کی بیعت کو برقرار رکھو یا توبہ کرو تمہارا پیر تو کتا بن چکا ہے۔ وہ مریدین بھی حیران رہ گئے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہاتھ بیعت ہو گئے۔

شیخ ابوالخیر اقطع کو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روٹی دی جوان کے ہاتھ میں تھی

شیخ ابوالخیر اقطع فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا پانچ دن وہاں قیام کیا۔ اور مجھے ان دنوں میں کوئی چیز چکھنے کو بھی نہ ملی، میں قبر شریف کے پاس حاضر ہوا اور حضرت رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور عرض کیا؛ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان ہوں، پھر وہاں سے ہٹ کر ممبر کے پیچھے سو رہا۔

خواب میں حضور سرور عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی داہنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بائیں جانب تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ کو ہلایا اور فرمایا کہ اٹھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں، میں اٹھا اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں آنکھوں کے درمیان چوما، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک روٹی مجھ کو عنایت فرمائی میں نے آدھی کھائی اور جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔ (قول البدیع۔فضائل درود ص ۷۶۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

(۱) ایک روز مجھے بہت ہی بھوک لگی (نہ معلوم کئی دن کا فاقہ ہوگا) میں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح اقدس آسمان سے اتری ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک روٹی تھی گویا اللہ جل شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ارشاد فرمایا تھا کے روٹی مجھے مرحمت فرمائیں۔

(۲) ایک دن مجھے رات کو کھانے کو کچھ نہیں ملا تو میرے دوستوں میں سے ایک شخص دودھ کا پیالہ لایا جس کو میں نے پیا اور سوگیا، خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ دودھ میں نے ہی بھیجا تھا۔

(۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں میرے والد نے مجھ سے بتایا کہ وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو خواب میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بیٹے کیسی طبیعت ہے؟ اس کے بعد

شفا کی بشارت عطا فرمائی اور اپنی داڑھی مبارک میں سے دو بال مرحمت فرمائے، مجھے اسی وقت صحت ہوگئی اور جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں بال میرے ہاتھ میں تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان دو بالوں میں سے ایک مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ (فیوض الحرمین)

رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند درہم عطا فرمائے بیداری کے بعد ہاتھ میں موجود تھے

احمد بن محمد صوفی فرماتے ہیں کہ میں تین مہینوں تک جنگلوں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ میرے جسم کی کھال گل گئی، تو مدینہ منورہ آیا اور خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دی اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا اور روضہ اقدس کے پاس سو گیا، میں نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا احمد تو آ گیا، دیکھ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھوکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان ہوں۔ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاتھ کھول، جب میں نے ہاتھ کھولا تو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں چند درہم رکھ دیے، جب میں بیدار ہوا تو درہم میرے ہاتھ میں موجود تھے، بازار گیا اور کھانا خرید کر کھایا۔ (دینی دستر خوان: ۱/ ۴۴۸)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں روٹی عنایت فرمانا

ابو عبد اللہ الحبلا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا دو روز کے فاقے سے تھا، روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ

وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مہمان ہوں۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی ہے، آدھی روٹی تو میں نے بحالت خواب ہی کھا لی اور جب بیدار ہوا تو باقی آدھی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔ (دینی دستر خوان ج ۱ ص ۲۴۲)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست رحمت کے پھیرنے سے نابینا بینا ہو گیا

مراوح بن مقتل ایک سید حسنی قاہرہ میں رہتے تھے، ان کی آنکھوں میں بادشاہ وقت نے سلائی پھروا دی تھی، جس کے صدمے سے دماغ پک گیا تھا اور پھول گیا، اور بد بو دے اٹھا تھا۔ آنکھیں بہہ گئی تھیں اور بیچارے اندھے ہو گئے تھے، ایک عرصے بعد ان کا جانا مدینہ منورہ ہوا۔ روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پیش کر کے قریب کھڑے ہو کر اپنا حالِ زار دربار نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سنایا اور بیان کیا، رات میں جب سوئے تو خواب میں رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک ورحمت پھیرا۔ بیدار ہوئے تو دونوں آنکھیں بالکل درست وسلامت تھیں۔ تمام مدینے میں اس واقعے کی خبر پھیل گئی۔ اور وہ صحیح وتندرست آنکھوں سے قاہرہ واپس گئے۔ بادشاہ بھی اس واقعے کے بعد نادم وپشیمان ہوا۔ (دینی دستر خوان ج ۱ ص ۲۴۱)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عید کے کپڑوں کا انتظام کرا دیا

ابو الحسن تمیمی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خرچ سے بہت تنگ تھا، عید الفطر کی وجہ سے سخت اضطراب میں تھا کہ کل عید ہے خرچ وغیرہ کہاں سے آئے گا، بظاہر کوئی سبب نظر نہ آ رہا تھا۔ بچوں کا کپڑا وغیرہ کا انتظام کیسے ہو گا اسی سوچ میں تھا کہ

اچانک کسی نے دروازے سے آواز دی۔ میں باہر آیا تو ابن ابی عمر تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں ابھی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے، اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابوالحسن تمیمی اور ان کی اولاد بڑی تنگی میں ہے، اسی وقت ان کی کچھ مدد کر کہ انکی بھی عید ہو جائے۔ میں نے بیدار ہو کر فورا کپڑے وغیرہ خریدے اور وہ لے کر اب آپ کے پاس آیا ہوں۔ اور اس طرح ابوالحسن تمیمی اور ان کے گھر والوں کا پورا انتظام ہو گیا۔(دینی دستر خوان: ۱/ص ۴۵۱)

مدینہ منورہ میں سخت قحط اور گنبد خضراء کے کلس میں سوراخ کا قصہ

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا تو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حجرے کی چھت میں سوراخ کردو۔ پس آرام گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ **عَلٰی صَاحِبِهَا اَلْفَ اَلْفِ صَلَوَاتٍ وَ اَلْفَ اَلْفِ سَلَامٍ**۔ کے محاذ میں ایک سوراخ اس طرح بنایا گیا کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہی۔ ایسا کرتے ہی خوب بارش ہوئی، چارہ خوب اگا۔ اور ہر طرح کی شادابی کی فراوانی ہوگی۔ اس طرح اس سال کا نام ہی۔ الفتق۔ سرسبزی والا سال پڑ گیا۔ گنبد خضراء کے کلس کی جڑ میں غربی پہلو میں قبر شریف کے محاذ میں آج بھی جالی لگا ہوا سوراخ موجود ہے۔(دینی دستر خوان: ج ۱،ص ۴۴۵)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاز ڈوبنے سے بچنے کے لیے درود تُنْجِیْنَا تعلیم فرمائی

منہاج الحسنات میں ابن فاکہانی کی کتاب فجر منیر سے نقل کیا ہے کہ ایک

بزرگ نیک صالح موسی ضریر بھی تھے انہوں نے اپنا گزرا ہوا قصہ نقل کیا ہے کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور میں اس میں موجود تھا، اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی اس حالت میں رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ہزار بار پڑھیں۔ ابھی ۳۰۰ مرتبہ ہی نوبت پہنچی تھی کہ جہاز نے نجات پائی۔ وہ درود شریف یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْأَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا أَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا أَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ، إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٍ۔ (فضائل درود شریف ص ۱۴۶)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد کا نشان لگایا جو صبح میں موجود تھا

دارالعلوم دیوبند اہل حق، اہل سنت والجماعت، کتاب وسنت کی اشاعت کا ایک الہامی مدرسہ ہے۔ جس کی بنیاد ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو رکھی گئی اور دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا۔ زمین مل جانے کے بعد مدرسے کی عمارت کے لیے بنیاد رکھ دی گئی، جب وقت آیا کہ بنیاد بھری جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے تو مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ وسلم مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند نے خواب میں دیکھا اس بنیاد والی زمین پر حضرت محمد رسول اللہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، ہاتھ مبارک میں عصا ہے، رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ شمالی

جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹا کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہیے تاکہ مدرسہ کا صحن وسیع رہے۔ (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) خواب دیکھنے کے بعد مولانا علی الصبح بنیادوں کے معائنے کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لگایا ہوا نشان بدستور موجود تھا اسی نشان پر بنیاد کھدوائی اور مدرسے کی تعمیر شروع ہوگئی۔

اس طرح دارالعلوم دیوبند حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کی قائم کردہ بنیاد پر قائم و دائم ہے اور اہل حق اور کتاب و سنت اور دین کی اشاعت کا ذریعہ ہے۔ اللہ اپنی نگاہِ ربوبیت میں بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ادارہ کو ہر طرح کی حفاظت و حراست میں رکھ کر قائم و دائم رکھے، آمین بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مولانا قاسم نانوتوی اور شاہ ولی اللہ نے میرے دین کی اشاعت کی ہے

حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاں تک میں نے غور کیا دیوبند والوں کو حق پر پایا۔ حاسدوں نے جھوٹے الزامات لگا کر ان کو بدنام کر رکھا ہے، ایک بار دیوبند تشریف لائے اور سب سے پہلے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے فاتحہ خوانی کے بعد معا مراقب ہوگئے، مراقبے سے فراغت کے بعد سیدھے دارالحدیث دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پرفتوح ظاہر ہوئی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی روح بھی وہیں موجود تھی۔

توحضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولانا قاسم نانوتوی اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان دونوں نے ہندوستان میں میرے دین کی اشاعت وتبلیغ کی ہے۔دینی دسترخوان ج۱ص۴۶۵

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے پچھتر مرتبہ زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے

علامہ حافظ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک فریادی نے درخواست کی کہ میں سلطان قانتبائی کے پاس جا کران کی سفارش کروں میں نے ان کو جواب دیا کہ میرے بھائی میں ۷۵ مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں، سوتے اور جاگتے یعنی نیند اور بیداری دونوں میں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض احادیث کی صحت کے بارے میں دریافت کر چکا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں سفارشی بن کر آپ کے ساتھ سلطان کے پاس جاؤں تو پھر مجھے زیارت نصیب نہ ہو، میں اس شرف کو شرف سلطان پر ترجیح دیتا ہوں۔(دینی دسترخوان ج۱ص۴۴۷)

نیند یا بیداری میں زیارت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِيْ۔ (اخرجه البخاري رقم ۶۹۹۳۔ مسلم ۲۲۶۲۔ فيض القدير رقم ۸۶۹۰۔ابو داؤد ۵۰۲۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور خاتم

النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ جس نے مجھے خواب و نیند میں دیکھا سو وہ عنقریب مجھے دیکھے گا بیداری و ہوش میں کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

(۲) مَنْ رَآنِيْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَزَّى بِيْ۔ (فیض القدیر رقم ۸۶۸۹۔ بخاري، مسلم، مسند أحمد عن ابي قتادة)

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا (یعنی خواب میں) تو مجھے ہی یقیناً دیکھا، بے شک شیطان میری شکل وصورت اختیار نہیں کرسکتا۔

(۳) مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ۔ (فیض القدیر رقم ۸۶۸۸۔ بخاري، ترمذي۔ مسند أحمد عن أنس رضي الله عنه)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان میری شکل وصورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (بخاری، ترمذی، مسند احمد، فیض القدیر ۸۶۸۸)

زیارتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی بنیادی اساس

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بنیادی بات یہ جان لینی چاہیے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار خصوصیات ہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ خواب میں حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا حق و سچ ہے، اور جس نے بھی دیکھا، صحیح دیکھا، اس نے حقیقتاً حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی دیکھا، اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ خاص کیے گئے ہیں کہ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا صحیح، درست، حق، سچ اور حقیقت وصداقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ذرہ برابر تردد یا اس میں کسی شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

شیطان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شکل وصورت اختیار کرنے کی قدرت نہیں

دوسری ایک اہم خصوصیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عصمت وحراست اور منجانب اللہ پر عظمت حفاظت ہے کہ شیطان لعین کو ہر اعتبار و جہت سے روک دیا گیا ہے کہ وہ ہمارے سراپا رحمت ہی رحمت، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک صورت میں، اپنے کو بدل لے یا تصور ہو سکے یا ہیئت اختیار کر لے۔

دوسری تعبیر آپ یوں بھی کر سکتے ہیں کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سراپا رشد وہدایت کے پیکر ہیں، رحمت و برکت کے منبع ومخزن ہیں اور قیامت تک ختم نبوت ورسالت کے تخت وتاج کی زینت وبہجت ہیں۔

دین وایمان کو شرور وطغیان سے نکھار کر کمال اور اکمال واتمام تک پہنچا چکے ہیں۔حق وباطل، رطب ویابس، طیب وخبیث میں تمیز وفرق کو واضح کر چکے ہیں۔ اور مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَالنَّاسِ سے، بارگاہ حق میں استغاثہ واستعاذہ کر چکے ہیں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام تر ہر جہت سے عصمت منجانب اللہ عطا کی جا چکی ہے۔

جبکہ شیطان مکمل ہی شر ہی شر اور مرکز فساد وافساد ہے۔کفر وطغیان ہے۔لہذا اللہ تعالی کی جانب سے عصمت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت وحراست کے سبب۔شیطان کو ہر طرح کی ابن آدم کو گمراہی کی شیطنت ومعصیت میں کید ودھوکہ اور اغواء کی تدبیر کی اجازت ہے، کچھ بھی شکل وصورت اختیار کر سکتا ہے اور وہ کرتا بھی ہے۔

مگر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ورحمت والی شکل و صورت اختیار کرنے کی اس کو قدرت نے قوت وطاقت ہی نہ دی، اور شیطان لعین ورجیم، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو رؤف ورحیم ہیں ان کی مبارک ومنور

صورت میں متصور ہو کر یا متشکل ہو کر یا ظاہر ہو کر کذب و جھوٹ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب نسبت کرے یا منسوب کرے ناممکن ومحال ہے۔

(۳) تیسری بات اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگئی کہ شیطان کو جس طرح خواب میں اس سے روک دیا گیا، قدرت ہی نہیں، استطاعت ہی نہیں کہ وہ ہمارے سراپا رحمت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں متشکل ہو، اسی طرح بیداری میں بھی رحمت خاتم النبیین کے اکرام واعزاز کے خاطر شیطان ہمارے پرنور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَتَمَثَّلُ لَهُ الشَّيْطَانُ فِي النَّوْمِ وَالْيَقْظَةِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَ زِنَةَ عَرْشِكَ وَ رِضَا نَفْسِكَ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى كُلَّ يَوْمٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، آمِيْن يَا مُجِيْبُ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بیداری میں یا خواب میں شیطان کو روک دیا گیا ہے، منع ہے یا یوں کہیے کہ استطاعت ہی نہیں، قدرت وطاقت ہی نہیں کہ وہ ذات نبوی جو روح وجسم سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں، جن پر مومنین درود وسلام پیش کرتے ہیں نزدیک وقریب سے یا دور وبعید سے، شیطان دھوکہ وفریب دے کر ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روپ میں ظاہر نہیں ہوسکتا۔ یہی عصمت نبوی اور حفاظت وحراست ختم نبوت ہے۔ اور اسی طرح نہ ہی کسی بات کو نبی کی طرف نسبت کرکے بول سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطانی دجل سے ظاہری اور معنوی دونوں طرح کی، نیند وخواب میں یا بیداری میں ہر طرح کی عصمت عطا فرمائی ہے۔

اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت بشکل نعمت ہے امت خیر پر کہ قیامت تک جن نفوس زکیہ، طاہرہ، قدسیہ کو ہمارے حضور صلی اللہ وسلم کی مبارک ومیمون رؤیت وزیارت ہوگی وہ لاتعداد حق وصداقت کے ساتھ حق ہوگی سچ ہوگی اور حق وصداقت والے نبی کی رؤیت وزیارت حق وسچ ہے اور صداقت کے ساتھ ہوتی رہے گی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات نبی صادق ومصدوق نے خود ہی مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَزَّى بِيْ۔ (بخاری ومسلم) ارشاد فرما کر، رؤیت نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صاف وواضح فرما دیا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے بغیر شک وشبہ کے یقینا مجھے ہی دیکھا، اور حق وصداقت کے ساتھ دیکھا، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

صاحب تحفۃ الالمعیؒ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے تعلق سے دو متفق علیہ روایتیں ہیں:

پہلی حدیث مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ، وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِيْ۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں مجھے دیکھے گا اور شیطان میرا پیکر اختیار نہیں کرسکتا۔

اس حدیث کا تعلق حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بقید حیات تھے، اس وقت اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھتا تو اس کی تعبیر یہ تھی کہ وہ بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھے گا، اور خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھنا تھا۔ کیونکہ شیطان خواب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شکل نہیں بنا سکتا۔

دوسری حدیث میں مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرا

پیکر اختیار نہیں کر سکتا۔

متقدمین اور متأخرین کی رائے

یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے اور متقدمین میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری زندگی والے حلیہ میں دیکھا، اس نے بالیقین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔

چنانچہ وہ حضرات خواب دیکھنے والے سے حلیہ دریافت کیا کرتے تھے اگر خواب دیکھنے والا وہ حلیہ بیان کرتا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری زندگی میں تھا تو وہ اس خواب کی تصدیق کرتے تھے، ورنہ کہتے کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں نہیں دیکھا۔

اور متقدمین کی دوسری رائے یہ ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی علیہ وسلم کے حلیہ میں دیکھا خواہ وہ آخری زندگی کا حلیہ ہو یا پہلے کا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، اور اگر ایسی حالت میں دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ کبھی نہیں رہا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا۔

اور متأخرین کی رائے یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس حلیہ میں بھی دیکھا ہو گرچہ نامناسب حلیہ میں دیکھا ہو، اور خواب میں قرائن سے جانا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوتے ہیں اور کوئی نہیں، خواہ روایات میں منقول حلیہ میں دیکھا ہو یا کسی اور حلیہ میں۔

حضرت گنگوہیؒ کی رائے:

اور حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ فرماتے ہیں یہی رائے برحق ہے۔ کیونکہ خواب دیکھنے والے کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے اس کی شکل میں آپ نظر آتے ہیں، نیز خواب دیکھنے والے کی ایمانی حالت، نیت اور امور باطنہ کے اختلاف

سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مختلف صورتوں میں ہوتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی ج٦ ص٦١ حدیث نمبر ۲۲۷۴)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ وَمَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَتِيْ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

(انوار الباري ج ٦ ص ٢١٥ رواه البخاري فی كتاب العلم رقم ١١٠ ترجمان السنة رقم الحديث ١١٠٩)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا نام شوق سے رکھا کرو، مگر میری کنیت نہ رکھا کرو، جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا بلا شبہ اس نے مجھ کو ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ اور جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اس کو چاہئے کہ اپنی جگہ دوزخ میں تیار کر لے۔

محدث عظیم حضرت مولانا بدر عالم مدنی قدس سرہ لکھتے ہیں:

سبحان اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام بھی کتنا بلند مقام تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل مبارک بھی کتنی مطہر شکل تھی کی شیطان کو تمثل بشری کی طاقت کے باوجود یہ طاقت نہ تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں متمثل ہو سکے، بیشک جو ابد الآباد کے لئے ملعون ہو، اس کی کیا مجال کہ وہ ان کی صورت اختیار کر سکے جو کونین کے حق میں مجسم رحمت ہوں۔ نہ اللہ کی لعنت اس کی رحمت کی صورت بن سکتی ہے، نہ شیطان کی یہ طاقت ہو سکتی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اختیار کر سکے۔

سبحان اللہ، جس کی صورت اتنی مبارک ہو اس کی سیرت کا بھلا کون اندازہ لگا

سکتا ہے۔ حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک پر تو کوئی دسترس کیا ہوتی اس کو یہ قدرت بھی نہیں کہ وہ خارجی طور پر اپنی شکل، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل بنا سکے، پھر جب وہ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل بنانے پر قادر نہیں تو یقیناً بیداری میں بھی کسی کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بنانے پر قادر نہ ہوگا، لہذا جس طرح خواب کی زیارت میں شیطانی رؤیت کا شبہ نہیں ہوسکتا اسی طرح عالمِ بیداری کی زیارت میں بھی یہ شبہ نہیں ہوسکتا۔

یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ عام طور پر خواب کی صرف دو قسمیں ہی مذکور ہوتی ہیں:

(۱) **بُشْریٰ مِنَ اللّٰہِ**۔ یعنی اللہ کی طرف سے بشارت۔

(۲) **تَحْزِیْنٌ مِنَ الشَّیْطَانِ**۔ یعنی شیطان کی طرف سے مومن کا جی برا کرنے کی بات۔

لیکن بعض مقامات سے ایک تیسری قسم بھی ثابت ہوتی ہے: **تَحْدِیْثُ النَّفْسِ**۔ نفس کے خیالات۔

اس تقسیم کی بنا پر حدیث مذکور میں خواب کی حالت کی زیارت میں صرف شیطانی مداخلت کی نفی ہوگی مگر تیسری قسم کا احتمال پھر باقی رہے گا، کیونکہ وہاں نفی صرف شیطانی تمثل کی فرمائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ نفسی محبت کی وجہ سے خیالی بھی ہوسکتی ہے، لہذا خواب کی ہر زیارت پر قطعیت کے ساتھ حقیقی زیارت کا حکم لگایا نہیں جا سکتا اس میں خیالی زیارت کا احتمال ہوسکتا ہے، بالخصوص جبکہ زیارت میں کوئی بات ظاہر شریعت کے مخالف بھی نظر آئے۔

علامہ سیوطی قدس سرہ لکھتے ہیں:

إِنَّ جَمَاعَةً مِّنْ ائِمَّةِ الشَّرِيْعَةِ نَصُّوْا عَلَى أَنَّ مِنْ كَرَامَةِ الْوَلِيِّ أَنَّهُ يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَيَجْتَمِعَ بِهِ فِي الْيَقْظَةِ وَيَأْخُذَ عَنْهُ مَا قَسَمَ لَهُ مِنْ مَعَارِفَ وَمَوَاهِبَ، وَمِمَّنْ نَصَّ عَلَى ذٰلِکَ مِنْ أَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ، الْغَزَالِيُ، وَالْبَارِزِيُّ، وَالتَّاجُ بْنُ السُّبْكِيُّ، وَالْعَفِيْفُ الْيَافِعِيُّ، وَمِنْ ائِمَّةِ الْمَالِكِيَّةِ، الْقُرْطُبِيُّ، وَ ابْنُ اَبِيْ جَمْرَةَ، وَابْنُ الْحَاجِ فِي الْمَدْخَلِ، وَقَدْ حُكِيَ عَنْ بَعْضِ الْأَوْلِيَاءِ أَنَّهُ حَضَرَ مَجْلِسَ فَقِيْهٍ، فَرَوٰى ذٰلِکَ الْفَقِيْهُ حَدِيْثًا فَقَالَ لَهُ الْوَلِيُّ: هَذَا الْحَدِيْثُ بَاطِلٌ، فَقَالَ الْفَقِيْهُ: مِنْ أَيْنَ لَکَ هٰذَا؟ فَقَالَ هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ عَلَى رَأْسِکَ، يَقُوْلُ اِنِّيْ لَمْ أَقُلْ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَكَشَفَ لِلْفَقِيْهِ فَرَاٰهُ، وَقَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ الشَّاذِلِيّ: لَوْ حُجِبْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الحاوی ج ۲ ص ۲ ۶ ۱)

ائمہ شریعت کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالی کا کوئی بندہ کرامت کے طور پر آنحضرت ﷺ کی زیارت بحالت بیداری بھی کرسکتا ہے، اور آپ ﷺ کی محفل میں حاضر بھی ہوسکتا ہے، بلکہ اپنی استعداد کے مناسب کچھ علوم ومعارف کا استفادہ بھی کرسکتا ہے، اس کی تصریح کرنے والے ائمہ شافعیہ میں غزالی، بارزی، ابن السبکی اور یافعی جیسے حضرات ہیں اور ائمہ مالکیہ میں سے امام قرطبی حافظ ابن ابی جمرہ، ابن الحاج وغیرہ حضرات ہیں۔ بعض اولیاء کے حالات میں نقل کیا ہے کہ وہ کسی فقیہ کی مجلس میں تشریف لے گئے تو اس فقیہ نے کوئی روایت بیان کی، تو یہ ولی بولے یہ حدیث تو باطل ہے، اس فقیہ نے کہا تم نے یہ حکم کیسے لگا دیا۔ اس ولی اللہ نے کہا کہ یہ آنحضرت ﷺ تیرے سامنے کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث میں نے بیان نہیں کی، اس فقیہ کو

بھی اس کا انکشاف ہو گیا، اس نے بھی آپ کو دیکھ لیا۔ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ تو یہ ہے کہ اگر میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی حجاب پڑ جائے تو میں اپنے آپ کو زمرہ مسلمین میں شمار نہ کروں۔

ابن العربیؒ کی رائے

ثُمَّ قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيّ مِنْ عِنْدِهِ رُؤْيَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ وَسِمَاعُ كَلَامِهِمْ مُمْكِنٌ لِلْمُؤْمِنِ كَرَامَةً وَلِلْكَافِرِ عُقُوبَةً۔

اس کے بعد ابن العربی اپنی رائے بیان کرتے ہیں کہ میرے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی زیارت اور ان کے کلام کا سننا بھی ممکن ہے، مومن اور کافر دونوں کے لیے، مگر مومن کے لئے کرامت کے طور پر اور کافر کے لیے عقوبت کے طور پر۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام لکھتے ہیں:

وَقَالَ الشَّيْخُ عِزُّ الدِّيْنِ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ فِي الْقَوَاعِدِ الْكُبْرىٰ، وَقَالَ ابْنُ الْحَاجِ فِي الْمَدْخَلِ: رُؤْيَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقْظَةِ بَابٌ ضَيِّقٌ، مَعَ اَنَّنَا لَا نُنْكِرُ مَنْ يَقَعُ لَهُ هٰذَا مِنَ الْاَكَابِرِ الَّذِيْنَ حَفِظَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظَوَاهِرِهِمْ وَبَوَاطِنِهِمْ، فَقَالَ: وَقَدْ أَنْكَرَ بَعْضُ عُلَمَاءِ الظَّاهِرِ رُؤْيَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقْظَةِ۔ (الحاوی ج ۲ ص ۲۵۸)

شیخ عزالدین عبدالسلام قواعد کبری لکھتے ہیں کہ ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بحالت بیداری زیارت کا مسئلہ بہت ہی دقیق ہے، بایں ہمہ جو اکابر اس مرتبہ کے ہوں ان کے حق میں ہم اس کے منکر نہیں

ہیں، لیکن بعض علماء ظاہر نے اس کا انکار کیا ہے۔

قاضی شرف الدین البارزیؒ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْقَاضِيْ شَرَفُ الدِّيْنِ هِبَةُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الْبَارِزِيْ وَقَدْ سَمِعَ مِنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْأَوْلِيَاءِ فِيْ زَمَانِنَا وَقَبْلَهُ اَنَّهُمْ رَأَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقْظَةِ حَيًّا بَعْدَ وَفَاتِهِ۔

قاضی شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے کے اولیاء اور گزشتہ دور کے اولیاء کے متعلق بھی سنا ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد زیارت کی ہے۔

پھر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کی ایک فہرست پیش کی ہے جن کو یہ سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ابوعبداللہ قرشی۔ (۲) سراج الدین بن الملقن۔ (۳) شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (۴) شیخ خلیفہ بن موصلی۔ (۵) شیخ محمد بن یحییٰ۔ (۶) شیخ عبدالغفار۔ یہ صاحب ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف رہا کرتے تھے۔ (۷) شیخ ابو العباس۔ یہ صاحب وہی ہیں جن کا مقولہ آپ نے پڑھا کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف زیارت سے ایک لمحہ کے لیے بھی محروم رہوں تو میں زمرہ مسلمین میں اپنا شمار نہ کروں۔ (۸) شیخ عبداللہ الدلاصی۔ (۹) شیخ ابوالعباس الحرار۔ (۱۰) سید احمد الرفاعی۔ (۱۱) سید نور الدین۔ (۱۲) ابونصر کرخی۔ (۱۳) یوسف بن علی۔ (۱۴) محمد بن سمعون۔ (۱۵) ابن ثابت رحمہم اللہ تعالی۔ (الحاوی ص ۱۳۱ و ۲۶۲ ج ۲)

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے علامہ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ خود علامہ سیوطی رحمہما اللہ کو یہ شرف حاصل تھا:

قَالَ الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقَظَةِ بِضْعًا وَسَبْعِيْنَ مَرَّةً، وَقُلْتُ لَهُ فِيْ مَرَّةٍ مِنْهَا: هَلْ أَنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔ فَقُلْتُ مِنْ غَيْرِ عَذَابٍ يُسْبَقُ، فَقَالَ: لَکَ ذٰلِکَ۔ قَالَ الشَّيْخُ عَطِيَّةُ سَأَلْتُ الشَّيْخَ جَلَالَ الدِّيْنَ مَرَّةً أَنْ يَجْتَمِعَ بِالسُّلْطَانِ الْغَوْرِيِّ فِيْ ضَرُوْرَةٍ وَقَعَتْ لِيْ، فَقَالَ لِيْ: يَا عَطِيَّةُ! أَمَا أَجْتَمِعُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقَظَةً وَأَخْشَى إِنْ اجْتَمَعْتُ بِالْغَوْرِيْ أَنْ يَحْتَجِبَ صَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَنِّيْ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ فُلَانًا مِنَ الصَّحَابَةِ كَانَتِ الْمَلَائِكَةُ تُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَاكْتَوٰى فِيْ جَسَدِهِ لِضَرُوْرَةٍ فَلَمْ يَرَ الْمَلَائِكَةَ بَعْدَ ذٰلِکَ عُقُوْبَةً لَهُ۔ (الیواقیت والجواہر ص ۲۳۳ ج ۲)

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ حافظ سیوطیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحالت بیداری ستر مرتبہ سے بھی زیادہ دیکھا ہے، ایک مرتبہ میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا میں جنتی ہوں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا کیا عذاب کے بغیر؟ فرمایا جاؤ تمہارے لیے یہ بھی سہی۔ شیخ عطیہ کہتے ہیں میں نے شیخ سیوطی سے ایک مرتبہ درخواست کی کہ میری ایک ضرورت کے متعلق سلطان غوری کے پاس جاکر سفارش فرما دیں، تو انہوں نے جواب دیا عطیہ میں بحالت بیداری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں حاضر ہوتا ہوں، مجھے خطرہ ہے اگر میں سلطان غوری کی محفل میں جاؤں تو اس سعادت سے محروم نہ ہو جاؤں، اس کے بعد فرمایا بعض صحابہ (عمران بن حصین رضی اللہ عنہ) کو ملائکہ سلام کیا کرتے تھے،

انہوں نے ایک مرض کی وجہ سے اپنے جسم پر لوہے کا داغ دے کر علاج کیا تو وہ اس سعادت سے محروم ہو گئے۔ (کیونکہ داغ کے ذریعے علاج سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف ایک عمل ہے جس کی وجہ سے یہ حجاب بن گیا۔ واللہ اعلم، ثمین)

ثُمَّ قَالَ الشَّعْرَانِيّ: إِنَّ مَا ذَكَرْنَاهُ أَنَّ الشَّيْخَ جَلَالَ الدِّيْنِ ذَكَرَهُ الْأَشْيَاخُ الثَّلَاثَةُ الْعُدُوْلُ الَّذِيْنَ لَا يُتَّهَمُوْنَ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ، يَعْنِيْ الشَّيْخَ الصَّالِحَ عَطِيَّةَ وَالشَّيْخَ صَالِحَ قَاسِمَ الْمَغْزِلِيَّ وَالْقَاضِيْ زَكَرِيَّا الشَّافِعِيَّ۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ شیخ سیوطی سے اس واقعہ کو نقل کرنے والے تین بڑے بڑے مشائخ ہیں جن کی نسبت غلط بیانی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، بالخصوص ایسے نازک معاملے میں (ہوسکتا ہے، شیخ سیوطی نے جب اس قسم کے اشخاص کی فہرست شمار کرائی ہو تو اولیاء کے دستور کے موافق اپنے نام کے اظہار سے قصداً سکوت فرمالیا ہو)

بیداری میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادراک کی قوت وکیفیت

قَالَ السُّيُوْطِيْ فِيْ فَتَاوَاهُ: إِنَّ أَكْثَرَ مَا تَقَعُ رُؤْيَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَلْبِ، ثُمَّ يَتَرَقّٰى إِلٰى أَنْ يَرٰى بِالْبَصَرِ۔۔۔ لٰكِنْ لَيْسَتِ الرُّؤْيَةُ الْبَصَرِيَّةُ كَالرُّؤْيَةِ الْمُتَعَارَفَةِ عِنْدَ النَّاسِ مِنْ رُؤْيَةِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ، وَإِنَّمَا هِيَ جَمْعِيَّةٌ حَالِيَةٌ وَحَالَةٌ بَرْزَخِيَّةٌ وَأَمْرٌ وِجْدَانِيٌّ لَا يُدْرِكُ حَقِيْقَتَهُ إِلَّا مَنْ بَاشَرَهُ، وَقَدْ تَقَدَّمَ عَنِ الشَّيْخِ عَبْدِ اللّٰهِ الدلاصي، فَلَمَّا أَحْرَمَ الْإِمَامُ وَأُحْرِمْتُ أَخَذَتْنِيْ أَخْذَةٌ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ

بِقَوْلِهِ: أَخَذَهُ إِلٰى هَذِهِ الْحَالَةِ۔ (الحاوي ۲۶۲ و ۲۶۳ ج ۲)

اس زیارت کی حقیقت ٹھیک وہ نہیں سمجھنی چاہیئے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہے بلکہ اس زیارت کا ادراک پہلے قلب سے شروع ہوتا ہے پھر وہ حاسہ بصر تک بھی سرایت کر جاتا ہے، درحقیقت یہ ایک برزخی کیفیت ہوتی ہے جس کا صحیح اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس کو یہ کیفیت حاصل ہو۔

شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی علیہ الرحمہ شرح المشارق میں حدیث مَنْ رَآنِيْ کے تحت لکھتے ہیں:

اس قسم کی زیارت کا مدار انسان کی اندرونی مناسبت ہوتی ہے، جس شخص میں یہ مناسبت جتنی زیادہ ہوتی ہے اسی کے مناسب اس کو یہ زیارت بھی میسر آتی ہے، حتیٰ کہ بعض لوگوں کو گذشتہ بزرگوں کی ارواح کے ساتھ اتنی مناسبت ہوتی ہے کہ وہ جب ارادہ کرتے ہیں ان سے روحانی ملاقات کر لیتے ہیں۔ (الحاوی ص ۲۶۱ تا ۲۶۳ ج ۲۔ ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۸۲)

شیخ اکمل الدین کے نزدیک دو شخصوں کا عالم خواب یا بیداری میں اتحاد یا معیت کے حصول کے لیے اجتماع کے پانچ بنیادی اصول ہیں:

(۱) اِشْتِرَاکٌ فِی الذَّاتِ۔ (۲) اِشْتِرَاکٌ فِی الصِّفَاتِ۔ (۳) اِشْتِرَاکٌ فِی الْحَالِ۔ (۴) اِشْتِرَاکٌ فِی الْأَفْعَالِ۔ (۵) اِشْتِرَاکٌ فِی الْمَرَاتِبِ۔

پھر دو شخصوں کے درمیان محبت کی قوت وضعف اور مناسبت دو کامل روح کے

درمیان جب چاہتی ہے اجتماع ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ثمین۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت بیداری میں زیارت ممکن ہے یا نہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر خواب میں کسی نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی دیکھا، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں دیکھا ہے تو کیا اس کی بات معتبر ہوگی؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں دیکھنا ممکن ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے اس کی نفی کی ہے۔ اور کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رؤیت منامی تو ثابت ہے، بلکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ متواتر ہے۔ جبکہ رُؤْيَةٌ فِي الْيَقَظَةِ بیداری کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ البتہ مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقَظَةِ کے احتمالات میں سے ایک احتمال کے طور پر اشارہ ملتا ہے۔

اسی طرح حضرات صحابہ تابعین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے شدت تعلق کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری کے عالم میں دیکھا ہو۔ حتی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کی وجہ سے جو صدمہ لاحق ہوا تھا ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے صرف چھ ماہ بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، ان کا گھر روضہ مبارک سے ملا ہوا تھا، تاہم ان سے بھی منقول نہیں کے اس پورے عرصے میں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم بیداری میں دیکھا ہو۔

اس کے مقابلے میں بہت سے محققین نے اس کا اثبات کیا ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کے اثبات کے لئے ایک مستقل رسالہ: تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی و الملک۔ لکھا ہے۔

علامہ بارزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: توثیق عُرَی الاسلام میں علامہ

ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے، بهجة النفوس میں علامہ عفیف یافعی نے روضۃ الریاحین میں علامہ شیخ صفی الدین بن ابی المنصور نے اپنے رسالے میں سلف صالحین سے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔

علامہ ابن ابی جمرہؒ کی رائے

علامہ ابن ابی جمرۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف و خلف کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر پھر بمصداق حدیث: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ انہوں نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری کے عالم میں بھی دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان حضرات نے اپنی بعض مشکلات ومسائل کا حل بھی پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا حل بتایا۔

بیداری میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا انکار آخر کیوں؟

علامہ ابن ابی جمرۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا منکر یا تو کرامات اولیاء کا ماننے والا ہوگا یا نہیں ہوگا، اگر وہ کرامات اولیاء کا منکر ہے تو ہماری اس سے بحث ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا ہے جو سنت سے واضح اور دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔ اور اگر وہ کرامات اولیاء کو برحق سمجھتا ہے تو یہاں بھی یہ تسلیم کرلے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت یقظۃ بحالت بیداری دیدار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور کرامت ہے۔

صاحب روح المعانی علامہ آلوسیؒ کا دلوں کو شفا بخشنے والا عارفانہ کلام

صاحب روح المعانی علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بیداری کی حالت میں نہ

دیکھنے اور بعد والوں کے دیکھنے میں توجیہ کی ضرورت ہے، جس سے اطمینان ہو سکے۔ یہ کہنا بھی ممکن نہیں جن حضرات صالحین سے دیکھنا منقول ہے یہ سب جھوٹ اور بے اصل ہے، کیونکہ اس کے ناقلین بھی بہت زیادہ ہیں، اور یہ دعویٰ کرنے والے بڑے جلیل القدر اللہ والے لوگ ہیں، اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ان حضرات نے دیکھا تو واقعی ہے لیکن یہ رؤیت منامی ہے، بیداری کے عالم میں نہیں۔ کیونکہ اس محمل پر حمل کرنا ایک تو بعید ہے دوسرے بعض واقعات کو منام پر محمول کیا ہی نہیں جا سکتا۔

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ از قبیل خوارق عادت ہے جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامتیں۔

عہدِ صحابہ میں بحالتِ بیداری زیارت نہ ہونے کی وجہ

جہاں تک صدر اول میں نہ دیکھنے کا تعلق ہے تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حالت بیداری میں دیکھنا خارق عادت کے طور پر ہے، اور صدر اول میں یعنی صحابہ کرام کے زمانے میں خوارق کا صدور بہت کم ظاہر ہوا ہے، اس کی وجہ یہ کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آسمان رسالت کے آفتاب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ بہت قریب ہے، ظاہر ہے کہ آفتاب کی روشنی میں ستارے دکھائی نہیں دیتے۔

لہذا عین ممکن ہے کہ ان حضرات کے دور میں بعض حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں دیکھا ہو، لیکن انہوں نے خلاف مصلحت سمجھ کر اس کو ظاہر نہ کیا ہو۔

ان حضرات کے نہ دیکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے فراق سے ان کی ابتلا و آزمائش مقصود ہو۔

یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس وقت کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم بیداری میں دیکھ لیتا تو دوسروں کے لئے فتنہ و آزمائش کا دروازہ کھل جاتا۔

ایک مصلحت یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت کیونکہ بہت سے حضرات ایسے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعینہ (یعنی ہو بہو) عکس (مشابہ) تھے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نے بیداری و یقظہ میں نہیں دیکھا۔

نیز اس کا بھی قوی امکان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں کثرت سے دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس موقع پر براہ راست استفادہ کیا جاتا۔ اس طرح کتاب وسنت میں اجتہاد کا دروازہ نہ کھلتا۔ اب جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہیں اور نہ ہی عالم بیداری میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، اس لیے اجتہاد کا دروازہ کھل گیا، اس طرح امت کے لیے آسانی پیدا ہو گئی۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے تفسیر روح المعانی صفحہ ۳۹ جلد ۱۲ زیر آیت: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ (سورہ احزاب پارہ ۲۲)

خواب و بیداری دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت ہے

جہاں تک منکرین کا یہ کہنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب کی صحت کی ضمانت دی ہے، بیداری میں نہیں۔ لہذا بیداری میں ممکن ہے کہ جنات و شیاطین متمثل ہو کر اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیں، اور رائی یعنی دیکھنے والے کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ بیداری کی حالت خواب کی حالت سے اقوی ہے، جب حالت خواب میں تمثل شیطانی نہیں ہو سکتا تو بیداری میں بھی نہیں ہو سکتا۔

ممکن ہے منکرین یہ کہیں کہ۔ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي۔ کا تعلق خواب

سے ہے بیداری سے نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ۔ **فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي**۔ کا تعلق خواب سے ہے، تاہم اس کی علت میں غور کریں کہ کس علت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا؟ وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت محض ہیں، اور شیطان ضلال محض ہے۔ ضلال محض ہدایت محض کی شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

لہذا جس طرح یہ علت حالت خواب میں ہے بعینہ یہی علت بیداری کی حالت میں بھی ہے۔ لہذا یہ ممکن نہیں ہے کہ حالت بیداری میں شیطان متمثل ہوکر دھوکے میں ڈال دے۔ واللہ اعلم۔ (کشف الباری ص ۲۰۵ کتاب العلم باب اثم من کذب ج ۴۔ حدیث نمبر بخاری ۱۱۰۔ حضرت علامہ سلیم اللہ خان صاحب نے کشف الباری میں اس حدیث پر خوب ہی تمام گوشوں پر محدثانہ، فقیہانہ، عارفانہ دلکش کلام کیا ہے جن حضرات کو علمی ذوق ہو کشف الباری صفحہ ۱۸۸ سے ۲۱۴ تک مطالعہ کرلیں یہ رسالہ تفصیل کا متحمل نہیں ہے۔ ثمین)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اصولی بات

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان کا قلب، غضب وشہوت، اور اخلاق ردیہ ورذیلہ سے بالکل پاک صاف ہوجاتا ہے اور اس کے قلب سے اس فانی دنیا کی تمام حرص وہوس بالکل خالی ہوجاتی ہے اور ہمہ وقت اس کا قلب، اللہ، اللہ، اللہ، کہنے لگتا ہے اور بندہ فنافی اللہ اور باقی باللہ کی کیفیت میں زندگی بسر کرنے لگتا ہے تو اس کو اسی فانی دنیا میں رہتے ہوئے عالم ملکوت سے مناسبت تام پیدا ہوجاتی ہے تو اس سے پردہ اور حجاب بقدر طہارت قلب اور طہارت طینت اٹھ جاتا ہے۔ پھر ایمانی بصیرت و بصارت دونوں ہی ان چیزوں کو دیکھنے کی

استعداد منجانب اللہ عطا ہوتی ہے جو عام لوگ خواب میں دیکھتے ہیں وہ یہ بحالت بیداری دیکھتا ہے، اور پھر وہ فرشتوں کو عیاناً حسی طور پر دیکھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو بھی دیکھتا ہے ان سے استفادہ کرتا ہے، اور بعض امور انبیاء علیہم السلام سے مدد بھی لیتا ہے۔ اور پھر وہ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کا مشاہدہ کرتا ہے اور بھی بے شمار بڑی بڑی عظیم چیزیں اس پر عیاں ہوتی ہیں، جن کو حس وخیال میں بھی نہ سوچا جا سکتا ہے، نہ ہی بیان کیا جا سکتا ہے، مگر اس کی شرط اول ہے نظافت ظاہر و باطن، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکر ونظر میں اتباع و اتحاد کا پیدا کرنا، اور قلب وسوچ وفکر اور دیگر دنیاوی تمام خرخشوں سے باطن کا صاف وشفاف ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

(الانعام ۷۵)

اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں۔ (تھانوی)

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ زَوىٰ لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔

(مسلم رقم ۲۸۸۹)

''بے شک اللہ تعالی نے میرے لیے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق ومغرب کو دیکھا''

یعنی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اللہ تعالی نے زمین کو سمیٹ کر پیش کر دیا تو خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرق ومغرب کی تمام چیزوں کا مشاہدہ کرلیا۔

پھر جس طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے معجزات ہیں اولیاء کرام کے لیے کرامات ہیں، اور کرامات درحقیقت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ہی اتباع سے اوراتحاد فکرونظر سے اللہ تعالی عطا کرتے ہیں۔

توجس طرح ہم انبیاء کے معجزات کو خارج ہونے کے باوجود مانتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ معجزہ دلیل نبوت ہے، اولیاء کرام کی کرامات کو دلیل ولایت جانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں، نہ اس میں تردد ہے نہ اس میں تعجب، دونوں ہی اپنی اپنی جگہ حق ہی حق ہیں۔ واللہ اعلم۔ (الکواکب الزاہر في اجتماع لاولیاء یقظۃ بسید الدنیا والآخرۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۵)

حاصل کلام

حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام یا دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حالت بیداری رؤیت وزیارت کے واقعات، اولیاء امت کی سیرت اور سوانح میں اتنی کثرت سے ملتے ہیں کہ نہ تو ان نفوس قدسیہ کی طرف کذب وجھوٹ اور غلط بیانی کا وہم وگمان کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان حضرات کی بحالت بیداری رؤیت وزیارت کا انکار کیا جاسکتا ہے، کورچشم واندھا آنکھ والوں کی دیداور رؤیت کا انکار کردے تو قابل تعجب اور مضحکہ خیز ہے، آسان وسہل بات ہے نہ دیکھنے والے دیکھنے والوں کی باتوں کا یقین کرلیں اوران قدسی صفات اولیاء کرام کی طرح تزکیہ قلوب، تہذیب نفوس اور نفس کی آمادگی سے طمانینت کی جانب مجاہدہ کی راہ اخلاص وللہیت کے ساتھ گامزن ہوں۔ اللہ تعالی کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

ہمارے ہندوستان میں ایک بزرگ دہلی میں گزرے ہیں، یہ عاجز و راقم بھی ایک مجذوب کی ہدایت ومعیت میں ان کی قبر پر حاضری کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔ الحمدللہ

وہ کچھ شرائط کے ساتھ لوگوں کو عیاناً یعنی سر کی آنکھوں سے حضرت خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کرا دیتے تھے۔ ان کا نام بھی پڑ گیا تھا۔ رسول نما۔

ہمارے قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک عرصہ و زمانہ ایسا گزرا ہے کہ کوئی تحریر اس وقت تک نہیں لکھتے تھے جب تک کہ اس کی تصدیق وتوثیق حضرت خاتم النبیین ﷺ سے نہیں مل جاتی، اتنے اونچے مقام پر فائز تھے۔

امام انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے فیض الباری میں موجود ہے:

ثُمَّ قَدْ تَكُوْنُ يَقظَةً أَيْضًا، كَمَا أَنَّهَا قَدْ تَكُوْنُ مَنَامًا وَيُمْكِنُ عِنْدِيْ رُؤْيَتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقظَةً لِمَنْ رَزَقَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ كَمَا نُقِلَ عَنِ السُّيُوْطِيْ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى، وَكَانَ زَاهِدًا مُتَشَدِّدًا فِي الْكَلَامِ عَلَى بَعْضِ مَفَاخِرِهِ مِمَّنْ لَهُ شَأْنٌ، أَنَّهُ رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِثْنَيْنِ وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً وَسَأَلَهُ عَنْ أَحَادِيْثَ ثُمَّ صَحَّحَهَا بَعْدَ تَصْحِيْحِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴)

پھر آگے لکھتے ہیں:

فَالرُّؤْيَةُ يَقظَةً مُتَحَقِّقَةٌ وَإِنْكَارُهَا جَهْلٌ۔

رسول اللہ ﷺ کی زیارت جس طرح خواب میں نصیب ہوتی ہے اسی طرح کبھی بحالت بیداری بھی ہوتی ہے۔

اور میرا رجحان بھی یہی ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی بحالت بیداری رؤیت وزیارت ممکن ہے، اللہ تعالی جس شخص کے لئے آسان کردے۔

اور یہی رائے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے انہوں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی ۲۲ مرتبہ زیارت بحالت بیداری کی ہے اور بعض احادیث کے متعلق استفسار کیا، جن کی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے درستگی فرمائی، چنانچہ انہوں نے بھی ان احادیث کی ویسے ہی تصحیح کرلی۔

پھر آگے لکھتے ہیں: لہذا بحالت بیداری خاتم النبیین ﷺ کی رؤیت وزیارت امر محقق اور ثابت شدہ معاملہ ہے اور اس کا انکار ناواقفیت ولاعلمی کی دلیل ہے، جہل ہے۔ (فیض الباری)

بہت ہی سیدھی سادی بات ہے نہ دیکھنے والے دیکھنے والے کی رؤیت وزیارت کا انکار نہ کریں، دیکھنے والے کی تصدیق کر کے ہی دید کی لذت کے ساتھ دیکھنے والوں کو دیکھ لیں یہ بھی ایک سعادت ہے کہ آپ کی آنکھ نے دیکھنے والوں کو دیکھ لیا۔ اور یہ بات بھی علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ معراج میں لکھی ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ جب حق تعالی کا دیدار کر کے واپس آرہے تھے تو حضرت موسی علیہ السلام نے جمال انور مصطفی ﷺ کو دیکھ کر محسوس کرلیا کہ بار بار خاتم النبیین ﷺ کی زیارت ہی ہوجائے جنہوں نے رب العزت کو دیکھا ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام نے قصد کیا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ وسلم بار بار لوٹ کر بارگاہ قدس میں حاضر ہوں اور بار بار ان کو دیدارِ الٰہی حاصل ہو، تاکہ حضرت موسی علیہ السلام آپ ﷺ کو بار بار دیکھ کر اپنے قلب کو تسکین دیں، اور بار بار خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ انور پر انوار وبرکات قدسیہ الٰہیہ کا مشاہدہ

کریں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے؛

لَعَلِّيْ أَرَاهُمْ أَوْ أَرَى مَنْ رَآهُمْ۔

میری تمنا ہے کہ محبوب کو دیکھوں ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم ان لوگوں کو دیکھ کر اپنے دل کی تسلی و تسکین کرلوں، جنہوں نے میرے محبوب کو دیکھا ہے۔ (دیدار الٰہی کا شوق صفحہ ۱۰۷)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے تمام طلباء کو مشاہدہ کرادیا

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ مسجد نبوی میں بخاری کا درس دے رہے تھے، حیات انبیاء کی بات آگئی، حضرت نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جم کر دلیل دی، طلباء نے حضرت کی دلیل میں ردو کد کیا۔ پھر حضرت نے جواب دیا طلباء نے پھر تردد کا اظہار کیا۔ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ رسول اللہ خاتم النبیین کی جانب اشارہ فرما کر۔ طلباء سے کہا۔ دیکھ لو۔ دیکھ لو۔ دیکھ لو۔ پھر فرمایا اپنے خاص موج و مستی کے انداز میں۔ کیا مشاہدہ کے بعد بھی دلیل کی ضرورت پڑتی ہے اور تین بار اس جملہ کو دہرایا۔ تمام طلباء آہ وگریہ میں مبتلا ہو گئے اور سب کو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت و زیارت ہوش وحواس اور بحالت بیداری میں ہوگئی۔ کیا یہ حیات و زندگی کی دلیل نہیں ہے؟

ہمارے حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے تو کتنوں کو بیداری میں زیارت کرائی اور خوش نصیب حضرات دیدار جمال انور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف یاب ہو گئے۔ (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر میں تقریبا نوے ہزار کا مجمع تھا اللہ پاک نے ان کی برکت سے سارے مجمع والوں کو اسٹیج پر

(بحالت بیداری) نبی علیہ السلام کی زیارت کرادی۔ (دیکھئے دکان عشق صفحہ ۲۲۲ مکتبہ لدھیانوی۔ کراچی)

ہمارے والد حاجی محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے حضرت مولانا احمد حسن منورواشریف، ضلع سمستی پور۔ حضرت مدنی قدس سرہ نے ان کو بھی عیانا بحالت بیداری حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ تفصیل الاکلیل صفحہ ۳۱۶ میں دیکھ لیں۔ عبارت یوں ہے؛

جس وقت مصافحہ کے لیے ہاتھ ملایا تو درجہ بدرجہ سرکار دو عالم ﷺ کے دست مبارک نظر آئے۔ فرمایا اسی کو بیعت ارشاد کہتے ہیں۔

شاہ عبدالغفور عباسی، خواجہ فضل علی قریشی کے خلفاء میں ہیں، دارالعلوم دیوبند کے شوری کے ممبر بھی تھے۔ آپ مدینہ منورہ کے قطب الارشاد تھے اور جب مزارِ مقدس ﷺ پر اپنی مرزاپوری لاٹھی کے سہارے حاضر ہوتے تو مصافحہ کے لیے خود سرکار دو عالم ﷺ کے دست مبارک باہر آجاتے، حضرت ممدوح (یعنی حضرت حاجی منظور احمد مصرولیا) نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھ سے یہ مبارک منظر دیکھا ہے۔ (الاکلیل ص ۳۷۴)

میرے مرشد حضرت حاجی منظور احمد مصرولیا کا بحالتِ بیداری خاتم النبیین ﷺ کا مشاہدہ و رؤیت

ہمارے والد محترم جناب حاجی محمد ابراہیم علیہ الرحمہ، حضرت بادشاہ شاہ بشارت کریم قدس سرہ کے صحبت یافتہ تھے، پھر شاہ نور اللہ پنڈت جی سے باضابطہ بیعت ہو گئے، حضرت کے ہجرت کرنے کے بعد حضرت مولانا احمد حسن منوروا سے ربط و تعلق رکھا اور حضرت کے مجاز بھی تھے، اور کبھی کبھی منوروا جانے

اور پھر قیام، اور حضرت مولانا احمد حسن قدس سرہ کی توجہ وعنایت کا تذکرہ بھی کرتے تھے، جس کا یہ مقام نہیں۔ پھر حضرت حاجی منظور احمد قدس سرہ سے بہت ہی گہرا ربط وتعلق رہا۔ اور حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ بھی والد علیہ الرحمہ کی بڑی قدر کرتے تھے، والد علیہ الرحمہ میں استقامت سچی پکی پختہ تھی۔ یہ راقم وعاجز ثمین اشرف بھی والد علیہ الرحمہ کے ساتھ مصرولیا حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کبھی کبھی آیا کرو، حضرت کی سادگی اور بے لوث والد علیہ الرحمہ کے تعلق کی بنیاد پر اس عاجز کی زبان سے نکل گیا حضرت کے یہاں کیا ملے گا؟

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے ایک نگاہ دیکھا اور کہا۔۔۔ خیر عاجز ایک روز وہیں رات میں قیام کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ بہت پر لطف اور باذوق صاحب تصرف اور صاحب حال اہل بصیرت اولیاء کاملین میں سے تھے، اور سادگی کا مجسم نمونہ تھے، بہت ہی بے تکلف، تصور سے بالاتر، عجز ونیاز، اور ہمہ وقت چہرے پر ابتسام انبساط کا مظہر اتم، ہمہ وقت فیض ختم نبوت سے اخذ فیض اور القاء فیض کے لئے طالب صادق اور سالک مخلص کی جستجو میں رہتے تھے۔ اس معاملے میں اس عاجز نے ان کو سخاوت کا بحر روان پایا۔ ایسا پیر، مرشد، مخلص، صاحب حال، صاحب تصرف، صاحب جذب، صاحب انس، نرم وسبک گفتگو، فقہی مسائل سے بھرپور واقفیت، بزرگوں کے حالات واقعات سے شناسا، رموز واسرار شریعت پر نور بصیرت کے ساتھ مطلع اور واقف، الغرض حضرت حاجی صاحب سلف وصالحین کے صحیح اور سچے جانشین تھے۔ مگر صاحب مشاہدہ اور حضوری کی صفات سے متصف تھے۔ ان کے بعد نگاہ ترس گئی، دل کو قرار نہ ملا، سکون وسرور بخشنے والے کی آج بھی تلاش ہے۔ اپنی

حرماں نصیبی کہ ان کے آخری ایام میں صحیح مقام و مکان پر پہنچا تھا، قبل اس کے کہ کوئی سیرابی کا گھونٹ پیتا حضرت خلد بریں کے مکین ہو گئے۔ یہ چند سطور جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں آ گئیں۔ قارئین سے معذرت اور صد معذرت ہے۔

مسجد نبوی میں اعتکاف اور مسلسل بحالتِ بیداری خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ، جب کبھی تنہا ہوتے تو اس عاجز سے، بہت سارے مشاہدات یا فتوحاتِ ربانیہ کا ذکر کرتے، عاجز حیرت و تعجب کے ساتھ سنتا اور ان کی مجلس سے واپسی کے بعد ان واقعات کو شریعت کی روشنی میں ڈھونڈتا اور تلاشتا۔ الحمد اللہ کہ اس طرح ان سے ربط اور تعلق عقیدت کے ساتھ مستحکم و مضبوط ہوتا گیا۔ شعر

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ایک روز حضرت نے اپنا مشاہدہ سنایا کہ مسجدِ نبوی میں رمضان المبارک کے ایام میں معتکف تھا اور اِن ایام میں مسلسل و پیہم بحالتِ بیداری حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت سے رؤیت رہی، اور میں بغیر آنکھ کے پلک مارے ٹکٹکی باندھ کر بغور سید دو عالم، فخر الرسل، ختم الرسل، دانائے سبل، مولائے کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا تھا اور یہ نعمت و عنایت پورے اعتکاف کے تقریباً بیس دنوں تک رہی۔

یہ تمام واقعات قارئین اس لئے لکھے گئے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حیات سے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اَب جو حیات ہے وہ دنیوی حیات سے اَعْلیٰ، اَقْویٰ، اَکْمَلُ، اَتَمّ، اَفْضَلُ، اَطْھَرُ، اَنْوَرُ، اَزْکیٰ، اَجْلیٰ، اَحْلیٰ، اَوْضَحُ، اَحْسَنُ، اَطْوَلُ، اَجْوَدُ، اَرْجَحُ، اَفْصَحُ، اَشْمَخُ، اَوْفیٰ، اَصْفیٰ، اَظْھَرُ، اَنْجَمُ، اَبْھَجُ، اَطْلَعُ، اَنْزَہُ، اَقْدَسُ، اَصْدَقُ، اَقْرَبُ، اَکْرَمُ، اَرْفَعُ، حیات ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ عَدَدَ خَلْقِکَ وَمِدَادِ کَلِمَاتِکَ وَزِنَۃَ عَرْشِکَ وَرِضَا نَفْسِکَ وَمَبْلَغَ رِضَاکَ وَمُنْتَھٰی رَحْمَتِکَ وَمِلْئَ اللَّوْحِ وَالْفَضَاءِ وَمِثْلَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَمِدَادَ الْقَطْرِ وَالْحَصٰی وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ صَلٰوۃً وَسَلَامًا لَا تُعَدُّ وَتُحْصٰی إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ بَدْرِ التَّمَامِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ نُوْرِ الظَّلَامِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ الشَّفِیْعِ فِيْ جَمِیْعِ الْأَنَامِ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ وَأَسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوْبُ إِلَیْکَ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی
حال مقیم الحبتور بلڈنگ دبئی

۱۴ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ
۱۴ اگست ۲۰۲۰ء بروز منگل قبیل الظہر

☆☆☆